بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
اردو کا کلاسیکی ادب
اُردوئے معلّیٰ
از
مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

اردوئے معلیٰ

مرتبہ

سید مرتضیٰ حسین فاضل

حصہ دوم

نوار

کے مالک ہیں

ثا.بسی کے

اُردوئے معلّٰی

(صدی ایڈیشن)

حِصّہ دوم

و

حصّہ سوم

تدوین و حواشی

سیّد مرتضیٰ حسین فاضِل

فہرست

صفحہ

۹۔ خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار
بہ زبان اردو ۔ ؟؟

(۱) به نام منشی هرگوپال تفته

واہ کیا خوبیِ قسمت ہے ۔
اپریل ۱۸۵۲ع ۸۷۷

'بیش از بیش' و 'کم از کم' ۔
مارچ ۱۸۵۲ع ۸۸۱

مرزا تفتہ ! پیر شو و بیاموز ۔
۱۴ مئی ۱۸۶۵ع ۸۸۴

بھائی ! یہ مصرعہ جو تم کو بہم پہنچا ہے ۔
اگست ۱۸۵۰ع ۸۸۷

صاحب ! دو زبانوں سے مرکب ہے یہ فارسیِ
متعارف ۔ اگست ۱۸۶۲ع ۸۹۰

میاں ! تمھارے انتقالاتِ ذہن نے مارا ۔
۱۸۵۹ع ۸۹۳

بھائی ! تمھارے ذہن نے خوب انتقال کیا ۔
اکتوبر ۱۸۵۹ع ۸۹۵

میاں سنو ! اس قصیدے کے ممدوح ۔
۱۸۶۱ع ۸۹۶

''انگشتری'' اور ''خاتم''۔
۱۸۶۳ع ۸۹۷

صاحب ! 'گوہر را' 'خاور را' ۔
۱۸۶۳ع ۹۰۰

صاحب ! تم نے 'تن تن' کا ذکر کیوں کیا ؟

مئی ۱۸۶۵ع ۹۱۱

سچ ہے اگر آپ استاذ کا مصرعہ نہ لکھتے ـ

۲۲ جولائی ۱۸۶۳ع ۹۱۲

صاحب ! قصیدے پر قصیدہ لکھا ـ

۴ اکتوبر ۱۸۶۱ع ۹۱۳

صاحب ! تمھارے یہ اوراق ـ

فروری ۱۸۶۰ع ۹۱۵

صاحب ! واقعی 'سداب' کا ذکر ـ

۱۸۶۵ع ؟ ۹۱۶

دل بے داغ دار بود و نماند ـ

۱۸۶۳ع ؟ ۹۱۷

مرزا تفتہ صاحب ! اس قصیدے کے باب میں ـ

نہم ستمبر ۱۸۶۱ع ۹۱۸

میں تم کو خط بھیج چکا ہوں ـ

۱۸۵۱ع ۹۱۹

صاحب ! دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو ـ

۱۸۵۲ع ۹۲۰

صاحب ! دوسرا پارسل ، جس کو تم نے ـ

۱۸۶۱ع ۹۲۲

حضرت ! اس غزل میں 'پروانہ' و 'پیمانہ'ـ

۱۸۶۵ع ۹۲۵

(۲) بہ نام ماسٹر پیارے لال

یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز ـ

۱۸۶۶ع ؟ ۹۲۶

(۳) بہ نام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور ! آپ کا مہربانی نامہ پہنچا ۔
۱۸ مارچ ۱۸٦۷ع ۹۲۷

اے عتابت بہ عنایت ہم شکل ۔
مئی ۱۸٦٦ع ۹۲۸

حضرت مولوی صاحب ! میں برس دن سے
بیمار ۔ ۲٦ اگست ۱۸٦۳ع ۹۲۹

صاحب ! میں تم کو اخوان الصفا میں گنتا ہوں ۔
۱۳ صفر سال غفر ۱۲۸۰ھ ۹۳۲

صاحب ! پہلے مطلع میں لطف نہیں ۔
۱۴ نومبر ۱۸٦۳ع ۹۳۴

(۴) بہ نام منشی میاں داد خاں المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

منشی صاحب ! سعادت و اقبال نشان ۔
فروری ۱۸٦۱ع ۹۳٦

بھائی ! ہم نے تم کو یہ نہیں کہا ۔
۲۷ فروری ۱۸٦۱ع ۹۳۷

منشی صاحب ! تمھارے خط پہنچنے کی تم
کو اطلاع دیتا ہوں ۔ ۱۲ فروری ۱۸٦۱ع ۹۳۹

بھائی ! تمھارا خط کل پہنچا ۔
۱۲ فروری ۱۸٦۱ع ۹۴۱

بھائی ! تمھاری جان کی اور اپنے ایمان کی
قسم ۔ ۳۱ جولائی ۱۸٦۰ع ۹۴۱

(۵) بہ نام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت !   ۱۸۶۷ع   ۹۴۵

(۶) بہ نام عبدالغفور سرور

بندہ پرور ! مہربانی نامہ آیا -   ۱۸۵۸ع   ۹۴۷

(۷) بہ نام منشی کیول رام قوم کایتھ المتخاص بہ ھشیار

غالب خاکسار کہتا ہے -   ۱۸۶۰ع   ۹۵۳

(۸) بہ نام مولوی کرامت علی صاحب

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی
صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ -

۱۸۶۰ع   ۹۵۶

(۹) بہ نام منشی جواہر سنگھ جوہر

تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا اور -

۴م اپریل ۱۸۵۳ع   ۹۶۳

(۱۰) بہ نام منشی ھیرا سنگھ

فرزند دلبند سعادت مند منشی ہیرا سنگھ -

۱۸۶۸ع   ۹۶۶

(۱۱) بہ نام میر مہدی صاحب

آئیے جناب میر مہدی صاحب دہلوی -

۸ دسمبر ۱۸۶۳ع   ۹۶۸

بھائی ! کیا پوچھتے ہو ، کیا لکھوں ؟

جولائی ۱۸۵۹ع   ۹۷۰

سارٹیفکٹ بنام محمد زکریا خاں زکی ۔

۱۸۶۸ء ۱۰۰۸

(۲۶) بہ نام شاہ عالم

مخدوم زادۂ مرتضوی نژاد ۔

۶ نومبر ۱۸۶۵ء ۱۰۰۹

(۲۷) بہ نام صاحب عالم صاحب

دیگر از خویشم خبر نبود تکلف برطرف ۔

اگست ۱۸۶۶ء ۱۰۱۱

حضرت صاحب قبلہ و کعبہ ۔

۲۶ اگست ۱۸۶۶ء ۱۰۱۴

ایک شعر میں نے بہت دن سے کہہ رکھا ہے ۔

دسمبر ۱۸۶۶ء ۱۰۱۵

(۲۸) بنام چودھری عبدالغفور سرور

جناب چودھری صاحب ! میں تو خدمت بجا لایا ۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۶ء ۱۰۱۷

(۲۹) بنام صفیر بلگرامی

مخدوم مکرم سید فرزند احمد صاحب کو سلام پہنچے ۔

مئی ۱۸۶۴ء ۱۰۱۸

مخدوم زادۂ مرتضوی دودمان ۔

سی ام جون ۱۸۶۴ء ۱۰۲۰

نور چشم لخت جگر ، زبدۂ اولاد پیغمبر ۔

۵ اپریل ۱۸۶۵ء ۱۰۲۲

بہ علاقۂ مہر و محبت نور چشم و سرور دل ۔

۲۲ اپریل ۱۸۶۵ء ۱۰۲۳

نورالابصار، ممتاز روزگار، زکی و ارشد۔

۱۸۶۵ء ۱۰۲۵

نور چشم و سرور دل فرزانہ مرتضوی گہر۔

۳ مئی ۱۸۶۵ء ۱۰۲۸

(۳۰) بہ‌نام میر ولایت علی

شفیق و مکرم میر ولایت علی صاحب کو
خدائے جہاں آفریں۔

۴ اپریل ۱۸۶۵ء ۱۰۳۰

جناب میر ولایت علی صاحب!

۹ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ ۱۰۳۱

(۳۱) بہ‌نام غلام حسنین قدر بلگرامی

بندہ پرور! آپ کے عنایت نامے کے آنے سے۔

بست و سوم فروری ۱۸۵۷ء ۱۰۳۳

حضرت! میں نے چاہا کہ حکم بجا لاؤں۔

مارچ ۱۸۵۷ء ۱۰۳۵

سوال:

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد۔

۱۸۵۷ء ۱۰۳۸

قدر:

کاٹ کر غیروں کے سر لائے جو میری نذر کو۔

اپریل ۱۸۵۷ء ۱۰۴۰

'تنبی' کا لفظ متروک اور مردود۔

۱۸۵۷ء ۱۰۴۲

حضرت ! آپ کے خط کا کاغذ باریک اور
ایک طرف سے سراسر سیاہ ۔ ۱۸۵۷ع ۱۰۴۷

حضرت ! کیا فرماتے ہو ؟ ۱۸۵۸ع ۱۰۴۸

مشفق میرے ! میں بعد آپ کے جانے کے ۔
جنوری ۱۸۶۰ع ۱۰۵۰

سید صاحب ! تمھارا مہربانی نامہ مع دو
غزلوں کے پہنچا ۔ ۱۳ مارچ ۱۸۶۰ع ۱۰۵۱

سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین کو
غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے ۔ ۱۸۶۱ع ۱۰۵۲

بندہ پرور ! آپ کا خط لکھنٔو سے آیا ۔
۱۸۶۱ع ۱۰۵۳

سید صاحب ! سعادت و اقبال نشان میر
غلام حسنین کو غالب کی دعا پہنچے ۔
۱۸۶۲ع ۱۰۵۴

سید صاحب ! آپ کا خط جس میں قبلہ و
کعبہ ۔ ۲۳ مئی ۱۸۶۲ع ۱۰۵۵

سید صاحب ! آپ نے خوب کیا کہ مفتی
میر عباس صاحب کا ہدیہ غیر کو نہ دیا ۔
۵ جون ۱۸۶۲ع ۱۰۵۶

صاحب ! واللہ ! سوائے اس خط کے تمھارا
کوئی خط نہیں آیا ۔ ۱۸۶۲ع کے بعد ۱۰۵۷

صاحب ! تم سے پہلے یہ پوچھا جاتا ہے ۔
۱۸۶۳ع ۱۰۵۸

میر صاحب ! ماجرا یہ ہے ۔

مارچ ۱۸۶۳ع ۱۰۵۹

صاحب ! میں برس دن سے بیمار تھا ۔

۲۲ اگست ۱۸۶۳ع ۱۰۶۰

سید صاحب ! تم نے جو خط میں ۔

۲۴ نومبر ۱۸۶۳ع ۱۰۶۱

قرۃالعین میر غلام حسنین سلمکم اللہ تعالیٰ ۔

جنوری ۱۸۶۵ع ۱۰۶۲

سید صاحب ! تم ” قدر“ اور ۔

۱۸۶۵ع ۱۰۶۷

حضرت ! فقیر نے شعر کہنے سے توبہ کی ہے ۔

۱۸۶۷ع ۱۰۶۸

(۳۲) بہ نام جناب منشی محمد ابراھیم خلیل

غالبِ کمینہ ، بازاری ، فرومایہ کا سلام ۔

۴ جنوری ۱۸۶۱ع ۱۰۷۰

(۳۳) بہ نام شیخ لطیف احمد بلگرامی

میاں لطیف ! مزاج شریف ؟ ۱۸۶۸ع ۱۰۷۱

(۳۴) بہ نام مظہر علی مارہروی

اسد اللہ بے گناہ جس کا تخلص غالب ۔

اکتوبر ۱۸۶۸ع ۱۰۷۳

(۳۵) بہ نام جلیل الدین حسین ابو محمد شاہ

فرزند علی (صوفی منیری)

زبدۂ اولاد حضرت خیرالانام ۔ ۱۸۶۷ع ۱۰۷۵

(۳۶) بہ نام محمد نعیم الحق آزاد

پیر و مرشد ! کیا حکم ہوتا ہے ؟

۱۸۵۹ع ۱۰۷۷

(۳۷) بہ نام عبدالجمیل جنون بریلوی

مہ شوال کو کیا دیکھے جنون غمگیں ۔

ہفتم فروری ۱۸۶۴ع ۱۰۸۰

حضرت ! غزل سراسر ہموار اور ذوق انگیز ہے ۔ ۱۹ مارچ ۱۸۶۴ع ۱۰۸۰

حضرت سلامت ! میاں قدرت اللہ صاحب کا تردد بجا ۔ ۸ مئی ۱۸۶۴ع ۱۰۸۲

شنوائی بہ فتحہ نون ہے ۔ ۱۰۸۳

(۳۸) بہ نام میر حبیب اللہ خاں ذکا

بندہ پرور ! پرسوں مولوی صاحب کا خط آیا ۔ دسمبر ۱۸۶۳ع ۱۰۸۴

(۳۹) بہ نام منشی سخاوت حسین

مشفقی ، مکرمی منشی سخاوت حسین سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ ۴ فروری ۱۸۶۱ع ۱۰۸۶

(۴۰) بہ نام قاضی نور الدین حسین فائق

مخدوم و مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خان بہادر ۔ جولائی ۱۸۶۲ع ۱۰۸۷

(۴۱) بہ نام حکیم محب علی

بندہ پرور ! آپ کی تحریر سے مستنبط ہوتا ہے ۔

۱۸۶۳ع ۱۰۸۸

(۴۲) به نام عزیز صفی پوری

خان صاحب عنایت مظہر سلامت -

۱۸۶۵ بہ بعد ۱۰۹۰

سخن شناس نۂ مشفقا خطا ایں جاست -

۱۸۶۵ع بہ بعد ۱۰۹۱

(۴۳) به نام احمد حسین مینا مرزا پوری

بندہ پرور ! کل دوپہر کو -

۱۸۶۷ع ۱۰۹۲

جان غالب ! کل تمھاری دونوں غزلیں -

۱۳ جولائی ۱۸۶۷ع ۱۰۹۳

(۴۴) به نام مولوی نعمان احمد

جاں بر سر مکتوب تو از ذوق فشاندن -

۵ ستمبر ۱۸۶۶ع ۱۰۹۷

مولانا و بالفضل اولانا !

ششم اکتوبر ۱۸۶۶ع ۱۰۹۷

حضرت ! آپ کو اپنے حال پر متوجہ پا کر -

۱۹ اکتوبر ۱۸۶۶ع ۱۱۰۰

قبلہ ! آج خیال آیا کہ -

۱۷ دسمبر ۱۸۶۶ع ۱۱۰۱

(۴۵) به نام محمد محسن صدر الصدور

قبلہ ! آپ سے رخصت ہو کر -

۱۱ جنوری ۱۸۶۶ع ۱۱۰۳

(۴۶) به نام مولوی ضیاء الدین ضیاء

جناب مولوی صاحب ! کرم از شما و کمی

از ما - ۲۷ فروری ۱۸۶۶ع ۱۱۰۴

(۴۷) بہ نام محمد حسین خاں

جناب محمد حسین خاں کو میرا سلام پہنچے۔

۱۸۶۱ع ۱۱۰۵

(۴۸) بہ نام منشی نول کشور

منشی صاحب، جمیل المناقب۔

اوائل مارچ ۱۸۶۳ع ۱۱۰۶

(۴۹) بہ نام محمد حسین خاں

مشفقی و مکرمی جناب محمد حسین صاحب کو
فقیر غالب کا سلام پہنچے۔

۱۱ اپریل ۱۸۶۷ع ۱۱۰۹

خان صاحب مشفق و مکرم۔

۲۵ اپریل ۱۸۶۷ع ۱۱۱۱

شفیق مکرم محمد حسین خاں صاحب کو فقیر
اسداللہ کا سلام۔

۱۸۶۷ع ۱۱۱۲

(۵۰) بہ نام نواب امین الدین احمد خاں بہادر والی لوہارو

اے میری جان! کس وقت میں مجھ سے
غزل مانگی۔

۳ مارچ ۱۸۶۷ع ۱۱۱۳

(۵۱) بہ نام علاء الدین خاں صاحب

صاحب! آگ برستی ہے۔

۳۰ ستمبر ۱۸۶۱ع ۱۱۱۵

خوشی ہے یہ آنے کی برسات کی۔

۱۸۶۷ع ۱۱۱۶

(٥٢) به نام نواب شہاب الدین خاں ثاقب

میاں ثاقب صاحب !

٣٠ ستمبر ١٨٦١ع　١١١٧

(٥٣) به نام یوسف علی خاں بہادر

حضرت ولی نعمت ، آیۂ رحمت ، سلامت -

٨ فروری ١٨٦٥ع　١١١٨

(٥٤) به نام مہاراجه سردار سنگھ والی بیکانیر

بحضور وافر سرور جناب سری مہاراجه صاحب والا مناقب -

پنجم جنوری ١٨٥٩ع　١١١٩

(٥٥) به نام نواب کلب علی خاں صاحب

حضرت ولی نعمت ، آیۂ رحمت سلامت -

٢٧ جولائی ١٨٦٨ع　١١٢٢

حضرت ولی نعمت ، آیۂ رحمت سلامت !

٥ نومبر ١٨٦٦ع　١١٢٤

حضرت ولی نعمت ، آیۂ رحمت ، سلامت !

٢٦ جنوری ١٨٦٧ع　١١٢٥

(٥٦) به نام مولوی ضیاء الدین خاں ضیا دہلوی

بخدمت جناب مولوی صاحب معظم مسلم علماے عرب و عجم -　١٨٦٤ع　١١٢٧

(٥٧) به نام فرقانی میرٹھی

واقعی فخر گورگانی نے لکھا ہے اور -

١٨٦٤ع　١١٣٥

اردوے معلی حصہ دوم

[بسم اللہ الرحمن الرحیم]

[عرض ناشر][1]

(۱)

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقرالعباد محمد عبدالاحد عفا عنہ الصمد شایقینِ والا تمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب 'اردوے معلیٰ'، مرزا غالب ہندوستان کے سعدی، مولانا حالی کی اجازت سے مطبع میں چھپی تو مولانا موصوف نے ایک قلمی مسودہ مرزا غالب کے رقعات کا اپنے پاس سے بھی عنایت فرمایا جس کو احقر نے

حصۂ دوم اردوے معلیٰ

کے نام سے نامزد کرکے اسی کے آخر میں شامل کر دیا۔

اس حصہ میں خاص کر وہ رقعات ہیں جن میں آنھوں نے لوگوں

۱- عرض ناشر کے عنوان سے میں نے ''حصہ دوم'' کے دو ابتدائی ایڈیشنوں کے ناشرین کا اظہار نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ غالب نے 'اردوے معلیٰ' حصہ اول کے حقوق ۱۸۶۹ع میں اکمل المطابع کے مہتمم حکیم غلام رضا خاں کو ہبہ کیے تھے۔ اس کے بعد فاروقی و مجتبائی دہلی اور اردو گائڈ کلکتہ نے یہ حصہ اپنے اپنے طور پر چھاپا۔ بعض نے تاریخ لکھی بعض نے بلا تاریخ۔ اسی سلسلے میں مطبع مجتبائی دہلی نے ایک یا اس سے زیادہ ایڈیشن حصہ اول کے چھاپے، اور ۱۸۹۹ع میں حالی سے حصۂ دوم لے کر پہلی مرتبہ چھاپا۔ محمد عبدالسلام نے اپنا استحقاق جتاتے ہوئے اس حصے کو چھاپنا چاہا تو ایک مختصر تمہید کا اضافہ کیا۔

کو اصلاحیں دی ہیں ــــــ یا شاعری کے متعلق کوئی ہدایت کی ہے ، یا کوئی نکتہ بتایا ہے ۔ اور بعض کتابوں کے دیباچے اور ریویو بھی ہیں" ــــــ (صفحہ ۱ ، مطبع مجتبائی ، سنہ ۱۸۹۹ع)

(۲)

مطبع فاروقی دہلی کے پروپرائٹر نے یہ دعویٰ رد کیا اور لکھا :

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر الانام سید محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ شائقینِ با تمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب 'اردوئے معلیٰ' مرزا غالب کا حصۂ اول ، ارسطوے زماں ، مسیحِ دوراں جناب مولوی حاجی حکیم غلام رضا خاں صاحب رئیسِ دہلی کی اجازت سے مطبع فاروقی دہلی میں سہ بارہ چھپی تو خیال ہوا کہ اس کا دوسرا حصہ جو شمس العلماء[1] مولانا حالی نے مرتب[2] کیا ، اس کے بارے میں جناب شمس العلماء سے اجازت حاصل کی جائے ۔ احقر نے مولانا سے حصول اجازت کی استدعا کی ۔ مولانا نے جواب میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کتاب صحیح چھاپنے میں بہت کوشش کی جائے ۔ اس لیے یہ حصہ آخر میں شامل کیا گیا اور نہایت صحت کے ساتھ چھاپنے کا خیال رہا ۔

اس حصہ میں فنِ شاعری کے متعلق مرزا غالب صاحب مرحوم

۱۔ چونکہ حالی کو سنہ ۱۹۰۴ع میں شمس العلماء کا خطاب ملا ہے اس لیے یقیناً یہ اجازت اس کے بعد دی گئی ہے ۔ اس بنا پر اشاعت کتاب ۱۹۰۴ع کے بعد ہوئی ہے اور مجتبائی والا ایڈیشن اس سے مقدم ہے ۔

۲۔ یہ حصہ حالی نے مرتب نہیں کیا جیسا کہ مقدمے میں لکھا جا چکا ہے ۔ نیز جواہر سنگھ جوہر نے تاریخ میں 'حصۂ اول' لکھ کر حصہ دوم کا منتظر بتایا ہے ۔

نے نکات لکھے ہیں اور بعض کتابوں کے ریویو و دیباچے بھی شامل کیے گئے ہیں ۔ سابق آردوے معلی میں یہ لطف حاصل نہ تھا ۔ اب یہ کتاب دوبالا ہو گئی ۔ اب اس کے پڑھنے سے کچھ اور ہی کیفیت حاصل ہو گی : ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

دیباچہ[1] کہ بر "سراج المعرفت" من تصنیف مولوی[2] سید رحمت علی خان بہادر عرف مفتی میر لال نگاشتہ اند

سبحان اللہ ! آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ ، حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ ۔ دو قوتیں ہیں : فکر اور نطق اور یہ دونوں قوتیں موہبتی ہیں ۔ بخشی ہوئی دست گاہ پر خود نمائی ؟ اور پھر اسی بخشنے والے کے آگے ؟ کیسی تنگ ظرفی ہے اور کیسی ہرزہ درائی ۔ اس صورت میں ادائے حق حمد کے تو[3] کیا معنی مگر ہاں حمد کرنے والا بقدر توفیق حمد شایستہ آفریں ہے ۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ توفیق نتیجۂ کشت[4] و کار ہے ، البتہ عطیۂ پروردگار ہے ۔ قدرتِ حمد اُس نے

۱- 'فکرونظر' ماہ اپریل ۱۹۶۲ء صفحہ ۹۰ پر قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹر نے "سراج المعرفت" طبع مطبع سلطانی (صفحہ ۲) کے مقابلے میں جو اختلاف دیکھے ہیں ، ان کی نشان دہی فرمائی ہے ۔ جسے میں موصوف کے شکریے کے ساتھ نقل کر رہا ہوں ۔

یہ دیباچہ 'عود ہندی' میں نہیں چھپا ۔ جب دوسرا حصہ مکمل ہوا تو یہ اضافہ عمل میں آیا ۔ دیکھیے 'اردوے معلیٰ' حصہ دوم طبع فاروقی و مجتبائی صفحہ ۱ ۔ مبارک علی صفحہ ۳۴۲ 'عرف مفتی میر لال' ندارد ۔ مہر ، خطوط غالب صفحہ ۶۲۷ 'دیباچہ سراج المعرفت' مجیدی صفحہ ۳۷۰ 'دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سید . . . . .'

۲- مولوی رحمت علی عرف میر لال ، بادشاہ کی طرف سے سراج العلماء ضیاء الفقہا کے خطاب سے ممتاز تھے ۔ مدت سے ان کے خاندان میں شاہی کرسی افتاء رہی ہے ۔ ۱۸۵۷ء میں فتوائے جہاد پر ان کے دستخط تھے ۔ سرسید نے 'آثار الصنادید' میں ان کا ذکر کیا ہے ۔

۳- 'اردوے معلیٰ' حصۂ دوم ، طبع اول ، آغاز صفحہ ۲ ۔

۴- 'سراج المعرفت' طبع سلطانی 'کسب و کار' ۔

پیدا کی - توفیقِ حمد اُس نے عطا کی - جب کہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاس عطیہ توفیق کیوں نہ لازم ہو - ہاں اے حق شناس ! اگر تجھ کو شعور ہے عطیۂ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری[1] ہے -

گر کسے شکر حق فزوں گوید
شکر توفیقِ شکر چوں گوید

حق یوں ہے کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامۂ درہم پیچیدہ سر بستہ ہے کہ جس کے عنوان پر لکھا ہے لا موثر فی الوجود إلا الله اور خط میں مندرج ہے لا موجود الا الله اور اس خط کا لانے والا اور اس راز کا بتانے والا وہ نامہ آورِ نام آور ہے کہ جس پر رسالت ختم ہوئی۔ ختمِ نبوت کی حقیقت اور اس معنیِ غامض کی صورت یہ ہے کہ مراتبِ توحید چار ہیں ؛ آثاری و افعالی و صفاتی و ذاتی ۔ انبیائے پیشین صلوات[2] الله علیٰ نبینا و علیہم اعلانِ مدارجِ توحیدِ سہ‌گانہ پر مامور تھے ۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجابِ تعینات اعتباری اٹھادیں[3] اور حقیقت نیرنگیِ ذات کو صورتِ الآن کما کان میں دکھا دیں[4] ۔ اب گنجینۂ معرفتِ خواصِ اُمتِ محمدی کا سینہ ہے اور کلمہ لا الہ الا الله مفتاحِ بابِ گنجینہ ہے - زہے[5] عامۂ مومنین کہ وہ اُس کلام سے صرف نفیِ شرک فی العبادة مراد لیتے ہیں اور نفیِ شرک فی الوجود جو اصلِ مقصود ہے ، اُن کی نظر میں نہیں - جب لا الہ الا الله کے بعد محمد رسول الله کہیں گے ، اُس[6] سے اُسی

۱- سراج : 'شکر ضرور ہے' -
۲- سراج : 'صلوات الله علیہم و علی نبینا . . . .'
۳- سراج : 'اٹھاوبں' واو بجائے دال -
۴- سراج : 'دکھاویں'-
۵- سراج : 'زہے'-
۶- سراج : 'اوسی' -

توحید ذاتی کے اعتقاد کی قدم گاہ پر آ رہیں گے، یعنی ہمارے[1] اس کلمہ سے وہ مراد ہے جو خاتم الرسل کا مقصود تھا - یہی حقیقت ہے شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہیں رحمۃ للعالمین ہونے کے اور اسی مقام سے ناشی ہے ندائے روح فزائے "من قال لا الہ الا اللہ[2] دخل الجنتہ"- قلم اگرچہ دیکھنے میں دو زبان ہے لیکن وحدت حقیقی کا راز دان ہے- گفتگوئے توحید میں وہ لذت ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی سو بار کہے اور سو بار سنے[3] - نبی کی حقیقت ذو جہتین ہے؛ ایک جہت ِ خالق کہ جس سے اخذ ِ فیض کرتا ہے اور ایک جہت ِ خلق کہ جس سے[4] فیض پہنچاتا ہے :

نبی را دو وجہ است دل جوے خلق
یکے سوے خالق یکے[5] سوے خلق
بداں وجہ از حق بود مستفیض
بدیں وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو صوفیہ کا قول ہے "الولایہ افضل من النبوۃ" معنی اس کے صاف از روے انصاف یہ ہیں کہ ولایت نبی کی کہ وہ وجہ الی الحق ہے، افضل ہے نبوت سے کہ وہ وجہ الی الخلق ہے - نہ یہ کہ ولایت ِ عام افضل ہے نبوت ِ خاص سے - جس طرح نبی مستفیض ہے حضرت الوہیت سے، اسی طرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے - مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض[6] کی ترجیح مفیض پر ہر گز معقول اور عقلا کے نزدیک

۱- سراج : 'ہم کو اوس'۔
۲- سراج : 'من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فدخل الجنۃ بلا حساب'۔
۳- سراج : 'سنے- بارے آگے چلیے اور زبان قلم سے کچھ اور اسرار سنیے'۔
۴- سراج : 'جس کو فیض پہنچاتا ہے'۔
۵- سراج : 'دگر سوے خلق'۔
۶- سراج : 'مستفیض کو ترجیح'۔

مقبول نہیں۔ اب وہ ولایت کہ خاصہ نبی تھا ، نبوت کے ساتھ منقطع ہوگئی مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکٰوۃ نبوت سے ، ہنوز باقی ہے۔ نقل و تحویل ہوتی چلی جاتی[1] ہے اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا[2] ہے اور یہ سراجِ ایزدی ظہورِ صبحِ قیامت[3] تک روشن رہے گا اور اب اسی کا نام 'ولایت' اور یہی مشعلِ طریقِ ہدایت۔ ولایت و ہدایت وہی حقیقتِ توحیدِ ذاتی ہے کہ جو از روے کلمہ 'لا الہ الا اللہ' مشہودِ عیونِ اعیانِ امت اور منظورِ نظرِ اکابرِ ملت ہوئی ہے، مگر وہ بات اب کہاں کہ ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دل نورِ معرفت سے منور ہو جائے۔ اور وہ ضامنِ زبردست[4] کہاں کہ قائلِ لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اس کے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو ، قدم گاہِ توحید پر قائم کر دے ، یعنی رسولِ مقبول واجب التعظیم ، قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم۔ اب سعادت بقدرِ ارادت ہے اور راحت بعدِ جراحت۔ سچ بھی تو ہے ، آدمی کیوں کر سمجھ سکے اور بطلانِ بدیہیات کے جواز پر اس کو کیوں کر تسلی ہو۔ یعنی اس مجموعِ موجودات کو کہ افلاک و انجم و بحار و جبال اسی میں ہیں نیست و نابود محض جان لے اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے : رباعی

اے کردہ بآرایشِ گفتار بسیچ
در زلفِ سخن کشودہ راہِ خم و پیچ
عالم کہ تو چیزِ دیگرش مے دانی
ذاتیست بسیط و[5] منبسط ، دیگر ہیچ

۱- متن مطابق سراج۔ اردو 'ہوتی چلی آتی ہے'۔
۲- سراج : 'چلا آتا ہے'۔
۳- سراج : 'تا ظہور قیامت تک'۔
۴- سراج : 'ضامن زبردست اب کہاں'۔
۵- سراج : 'بسیط منبسط'۔

جب اولیا اللہ نے کہ وہ اطبائے روحانی ہیں ، دیکھا کہ نفوسِ[1] بشری پر وہم غالب ہے اور بہ سبب استیلائے وہم[2] ، مشاہدۂ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہیں ، ہرچند ان کو سمجھائیں گے ، راہ پر نہ آئیں گے ، ناچار اشغال و اذکار وضع کیے ، تا قوتِ متخیلہ اس میں اُلجھی رہے اور رفتہ رفتہ بے خودی طاری ہو جاوے۔ وحدتِ وجود اس طرح کی بات تو نہیں کہ نہ ہو اور ہم اس کو بہ جبر یا بہ تکلف ثابت کیا چاہتے ہوں :

دانی ہمہ اوست ور نہ دانی ہمہ اوست

وہم صورت گری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے۔ پس جب وہ وہم شغل و ذکر کی طرف مشغول ہو گیا ، بے شبہ اپنے کام سے یعنی صورت گری و پیکر تراشی سے معزول ہو گیا۔ بے خبری و بے خودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو بمجرد فہم حاصل ہوتی ہے ، اس شاغل کے نفس کو بے خودی میں آ گئی۔ ایک دریا میں جان کر کودا ، ایک کو کسی نے غافل کر کے ڈھکیل[3] دیا۔ انجام دونوں کا ایک ہے۔ وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لیں ، یہ میں نہیں کہتا کہ نہیں ہیں مگر ہاں کم ہیں اور مخفی ہیں اور کہیں کہیں ہیں۔ اور ایسے نفوس کو کہ جو کسب حالت بے خودی کے واسطے محتاجِ اشغال و اذکار ہیں ، بہت ہیں بلکہ بے شمار ہیں۔ حق[4] سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھے حضرت شاہنشاہی[5]

۱- سراج : 'نقوش بشری'۔
۲- سراج : 'وہم کے مشاہدۂ'۔
۳- سراج : 'ڈھکھیل'۔
۴- سراج : ''حق سبحانہ تعالیٰ''۔
۵- سراج : 'شاہنشاہی، خلیفۂ روئے زمین ، نائب حضرت ختم المرسلین'۔

حق شناس حق آگاہ سراج الملۃ و الدین ، ابو ظفر بہادر شاہ[1] کو جو لباس بادشاہی میں یاد الٰہی کر رہے ہیں :

شاہی و درویشی ایں جا باہم است
بادشاہِ عہد ، قطبِ عالم است

حکم دیا حضرت پیر و مرشدِ بر حق نے جناب افادت مآب ، معرفت نصاب ، مجمع البحرین شرع و عرفان ، قران السعدین عقل و ایمان ، ابو حنیفۂ ثانی ، سراج العلماء ، ضیاء الفقہاء ، مولانا مفتی سید رحمت علی خاں بہادر کو ، اور فرمایا اُن سے کہ وہ اشغال و اذکار جو انتہائے قوسِ نزولی نبوت و ابتدائے قوسِ عروجی ولایت یعنی عہدِ جناب رسالت علیہ السلام سے ہم سینہ بہ سینہ و ہم سفینہ بہ سفینہ چلے آئے ہیں ، اُن کو ایک رسالے میں درج کریں ۔ اور اس رسالے کی تحریر میں وہ عبارت اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خرچ کریں ۔ کیوں نہ ارباب فہم اس رازداری پر قربان جائیں[2] کہ مجموع اشغال و اذکار زبان حقیقت ترجمان سے فرمائے ہیں اور حکم دیا ہے کہ اُن کو وابستہ بسلاسل فقرا اور منقول من رسائل العرفا تحریر کریں ۔ قضا را یہ ترکِ کج مج زبان اسد اللہ خاں ہیچ مدان[3] کہ جس کا فنِ سخن میں غالب نام اور وہ خود مغلوبِ ہوسہائے خام ہے ، اس رسالہ کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا ۔ جی[4] میں آیا کہ اس کتاب مستطاب پر ایک دیباچہ لکھیے[5] ۔ اور پھر

۱- سراج : ''بہادر شاہ کو اور اختیار و اقتدار دے ان کو ہفت کشور پر بلکہ فرماں روا کرے چرخ و اختر پر کہ یہ جو لباس بادشاہی میں یاد الٰہی کر رہے ہیں بہت''۔

۲- سراج : 'جائیں' ندارد ۔

۳- سراج : 'مدان' ندارد ۔

۴- سراج : 'چونکہ یہ درد مند واسطے دعائے دوام دولت خاقانی کے بہانہ ڈھونڈا کرتا ہے جی میں آیا'۔

۵- سراج : 'لکھے بن کہے بنتی نہیں ، چشمداشت یہ ہے کہ بحر عطوفت

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۶۰ پر)

میں برگ سفر ساز کروں اور عزم سفر حجاز کروں ۔ زم زم کے پانی سے وضو کروں اور آس کاشانۂ ملائک آشیانہ کے گرد پھروں ، اور حجر اسود کو چوموں ۔ اور پھر وہاں سے مدینۂ منورہ کو جاؤں اور خاک تربت اطہر کا سرمہ آنکھوں میں لگاؤں ۔ بادشاہ[1] سے کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دے کر مجھ کو خانۂ خدا کے طواف کی رخصت دیں کہ یہ گنہ گار وہاں جاوے اور اگر زیست باقی ہے تو وہاں جا کر اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جس[2] میں سوائے شرک کے سب کچھ ہے ، بخشوا کر پھر آوے[3] ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵۹)

سلطانی کہ منبع اس کا باران رحمت یزدانی ہے ، جوش میں آوے اور اس پاشکستہ جگرخستہ کی دست گیری کریں کہ میں'۔

۱- سراج : ''میرے پیر و مرشد برحق سے کیا عجب ہے کہ اپنے خانزاد (؟ خانہ زاد) کو''۔ شاید اس زمانے میں غالب نے وہ غزل لکھی ہے جس کا مطلع ہے :

منظور تھی یہ شکل ، تجلی کو طور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

اور آخری شعر تھا :

غالب اگر سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں میں حضور کی

۲- سراج : 'جن میں سوائے'۔ بارہ سو ستر کے ماہ رجب میں مرزا کی عمر اٹھاون برس ہوئی ۔ اس فقرے سے مرزا کی عقیدت و ایمان دوستی پر ایک اور روشنی پڑتی ہے ۔

۳- سراج : 'پھر آوے ۔ فرد'

غالب ہوائے کعبہ بسر جا گرفتہ است
رفت آنکہ عزم خلخ' و نوشاد کردمی

۱- سراج : 'خلخ و نوشاد' نسخہ مبارک علی 'بے داد' پوری غزل کے لیے دیکھیے کلیات جلد سوم ، صفحہ ۳۶۱ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور - چونکہ 'سراج المعرفت و منہاج رحمت' کے صفحہ ۵۱۹ ، ۵۲۰ پر یہ عبارت ہے : 'در ماہ جمادی الاول بتاریخ سوم سنہ ۱۲۷۰ھ مطابق دوم فروری ۱۸۵۴ع در مطبع سلطانی واقع ارک خاقانی باتمام رسید' اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ مرزا نے یہ تقریظ ۱۸۵۳ع کے آخری مہینوں کے قریب لکھی ہوگی - ہجری حساب سے مرزا کی عمر ستاون سال کی ہوتی ہے -

دیباچہ کہ برکتاب خواجہ[1] بدر الدین خاں عرف خواجہ اماں موسوم بہ 'حدائق[2] انظار' نگاشتہ اند

سبحان اللہ ! شاہد زیبائے سخن کا حسن بے مثال ، مشاہدہ اس کا نور افزائے نگاہ ، تصور اس کا انجمن افروز خیال ۔ از روئے لفظ ، اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال ، من حیث المعنی بہ صورت

۱۔ خواجہ بدر الدین عرف خواجہ امان مولود ۱۸۱۷ع متوفی ۱۸۷۹ع خواجہ حاجی کے چھوٹے صاحب زادے تھے ، خواجہ حاجی جو نصر اللہ بیگ خاں کے بعد غالب کے حریف رہے ۔ خواجہ قمرالدین کہتے ہیں کہ ''خواجہ مرزا حاجی خاں رشتے میں غالب کے بھائی ہوتے تھے''(دیکھیے 'احوال غالب' طبع علی گڈھ ۱۹۵۳ع صفحہ ۲۹) غالب کہتے ہیں کہ 'خواجہ حاجی پسر بارگیر جد من و پسرانش از دو پشت خانہ زاد و از سہ پشت نمک خوار من' ('متفرقات غالب' طبع رام پور ۱۹۴۷ع صفحہ ٦) لیکن خود غالب نے خواجہ غلام غوث بیخبر کو لکھا ہے ''میرے رشتے کے بھتیجے نے 'بوستان خیال' کا ترجمہ کیا ہے'' اور اسی دیباچہ میں فرماتے ہیں ''میرا برادر زادۂ سعادت تواماں خواجہ بدر الدین خاں عرف مرزا اماں'' ۔ اور 'بھتیجا اور پیارا بھتیجا'۔ فاروق حصہ دوم صفحہ ۵ ، مجتبائی صفحہ ۵ ، مجیدی صفحہ ۳۷۳ ، عود ہندی صفحہ ۴۴۸ ، مہر صفحہ ٦۳۰ ۔

۲۔ 'حدائق انظار' ترجمہ جلد اول 'بوستان خیال' کا تاریخی نام ہے ۔ 'عود ہندی' میں 'حدائق الانظار' ہے جو عنوان نگار کی غلطی ہے ۔ 'حدائق انظار' اکمل المطابع دہلی سے ۱۲۷۵ھ ، ۱۸۵۹ع میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی (دیکھیے 'عود ہندی' طبع مجلس ترقی ادب حاشیہ صفحہ ۴۳۲ و ۴۴۸)

صنعتِ قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال ۔ اگر نفسِ ناطقہ کو حق نے
بہ صورتِ انسان پیدا کیا ہوتا ، تو ہم اس صورت میں کیوں کر
کہیں کہ کیا ہوتا ۔ اس لعبتِ دل فریب کی نظارگی سے بے بادہ مست
ہو جاتے ، اور یہ پیکرِ ہوش ربا دیکھ کر اہلِ معنی یک قلم
صورت پرست ہوجاتے ۔ نظم میں اور ہی روپ ، نثر میں اور ہی ڈھنگ ،
فارسی میں اور ہی زمزمہ ، اردو میں اور ہی آہنگ ۔ سیر و تواریخ میں
وہ دیکھو جو تم سے سینکڑوں برس پہلے واقع ہوا ۔ افسانہ و داستان
میں وہ کچھ سنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا[1] نہ سنا ۔ ہر چند
خردمندِ بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہوں گے ، لیکن قصہ
کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہوں گے ۔
کیا تواریخ میں ممتنع الوقوع حکایات نہیں ؟ نا انصافی کرتے ہو یہ کچھ
بات نہیں ۔

سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھنکوائے ، سیمرغ اس کو اپنے
گھونسلے میں اٹھا لائے ، پرورش کرکے پہلوان بنائے ، آداب حرب و
ضرب سکھائے ۔ پھر جب رستم اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے ، زال
اس اسمِ بے مسمیٰ کو بلائے ۔ سیمرغ ، گرداں کبوتر کی طرح سیٹی
کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی
دوا سے رستم کے زخم اچھے کرکے ، ایک تیرِ دو شاخہ دے کر تشریف
لے جائے ۔ رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے ،
جب چشم بد دور ، جوان ہو ، دیو سپید کو تہہِ خاک کرے ۔

فرعون کا دعوائے خدائی مشہور ہے ، شداد و نمرود کا بھی
تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے ۔ اگر اہلِ طبیعت ایک پہلوانِ زبردست
حمزۂ دیوکش رستم جیسا قرار دیں اور ایک زمرد شاہ گم راہ ،

۱۔ 'نہ دیکھا نہ سنا ہو' ۔

دعویٔ خدائی کرنے والا مثل نمرود گھڑ لیں[1]، گو ایک ڈھکوسلا بنایا ہے مگر[2] اچھا بنایا ہے ۔ انھیں روایات کا چربہ اُٹھایا ہے، مگر اچھا اٹھایا ہے ۔ موعظت و پند نہیں، ترہاتِ ندیمانہ ہے، سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے ۔

داستان طرازی منجملہ فنونِ سخن ہے ۔ سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے ۔ عمرو کی عیاریاں دیکھو، حمزہ کی میدان داریاں دیکھو ۔ جامع ان حکایات کا کوئی سخن‌ورِ ایران ہے مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم موتمن الدولہ[3] اسحاق خاں کا ہے، گویا باغِ ارم کو ہندوستان میں اُٹھا لایا ۔ اس نے "بوستانِ خیال" میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا ۔ ان قصص میں سے ایک جلد ہے 'معز نامہ'۔ واہ ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمیِ ہنگامہ ۔ معزالدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحب قرانی کو ڈھونڈتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں ۔ ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں، تو خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں ۔

دریں ولا میرا برادر زادہ سعادت توامان خواجہ بدرالدین خاں عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سختی کش و سخت کوش ہے ۔ ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا ۔ مصوری کی طرف جو طبیعت آئی، وہ تصویر کھینچی کہ اس کو دیکھ کر مانی

۱- عود ہندی : 'گھڑ ڈالیں'۔
۲- 'مگر اچھا بنایا ہے' ندارد ۔
۳- موتمن الدولہ محمد اسحاق خاں : عہد محمد شاہ کے نامور امیر کبیر نواب بہو بیگم، امۃ الزہرا والدۂ نواب آصف الدولہ آف اودھ کے نانا ۔

و بہزاد کو حیرت آئی ۔ اس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا ، 'معز نامہ' کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا ۔ معزالدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں ، ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں ، عجائباتِ حکیم قسطاس کی حیرت فزائیاں ، ملکہ نوبہار کی رنگین ادائیاں ، جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں ، ضار منکوسِ منحوس کی بے حیائیاں ، مسلمین و کفار کی لڑائیاں ، مسلمانوں کی بھلائیاں ، کافروں کی برائیاں فارسی سے آردو میں لے آیا ۔ یوں تصور کرو کہ قلم روِ آردو میں ایک قصرِ دل کشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سر تا سر بنایا ۔ عبارت آرائی کو ترک کیا ہے ، گویا تقریر کو پیرایۂ تحریر دیا ہے ۔

بعد اختتامِ نگارش غالبِ فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی ، میں نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی ، بیدادگر نے ایک بات نہ سنی اور ایک عذر نہ مانا ۔ بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا ۔ بھتیجا اور پیارا بھتیجا ۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کے کچھ نہ بن آئی ۔ اس دیباچہ کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالمِ ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرتِ نظامی سے ایک شعر مانگ لایا ۔ آسی شعر شعری[1] شعار کو خاتمہ میں لکھ دیتا ہوں ، بہت تنگ آ گیا ہوں اب دم لیتا ہوں :

شکر کہ ایں نامہ بہ عنوان رسید
بیشتر از عمر بپایان رسید

و من اللہ التوفیق[2] و ھو خیر رفیق

۱۔ نسخۂ مبارک علی : 'شعر و شاعری کو خاتمہ میں لکھے دیتا ہوں'۔
۲۔ عود ہندی : 'وھو خیرالرفیق' ۔ 'حدائق انظار' کے سنہ طباعت سے گمان ہوتا ہے کہ یہ عبارت ۱۸۵۹ع کے لگ بھگ لکھی گئی ہے ۔

تقریظے کہ بر کتاب[1] ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

اللہ اللہ ! نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امورِ دینی میں سے کسی امر کا شہود اور مصالحِ دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود ، بلکہ اگر بہ مثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اس کی بھی نمود جب تک لطیفہ غیبی[2] کا شمول نہ ہو ، عالمِ امکان میں ممکن نہیں :

سخن را زاں دوست دارم کہ دوست
بہ تصدیق از ما طلب گار اوست

مسائلِ حکیمانہ کی ہستی ، ترہاتِ ندیمانہ کی مستی ، درد و درماں کے مدارج کا اظہار ، افسانہ و افسون کے مقاصد کا مدار ، شکوہ و شکایت کا عنوان ، نفرین و آفرین کا بیان ، رد و قبول کی حکایت ، فتح و شکست

۱- بہادر شاہ کی کس کتاب پر یہ تقریظ لکھی گئی ہے ؟ کسی نے بحث نہیں کی - تقریظ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے مذہب بدلنے کی خبر سے جو ہنگامہ ہوا تھا ، غالباً اسی ذیل میں کوئی کتاب بادشاہ کی طرف سے مرتب ہوئی اور غالب سے تقریظ لکھوائی گئی - ابھی تک 'اعلام نامہ' ، اور 'مثنوی کلمات طیبات' کا کوئی پہلا نسخہ دستیاب نہیں ہوا ہے کہ فیصلہ ہو سکے - مثنوی چونکہ عربی میں تھی اس لیے امکان غالب ہے کہ یہ تقریظ 'اعلام نامہ' پر لکھی ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع مجتبائی و مبارک علی 'لطیفہ' عینبی' -
فاروقی صفحہ ۷ ، مجتبائی صفحہ ۸ ، مجیدی صفحہ ۳۷۵ ، عود ہندی، ندارد - مہر صفحہ ۶۳۲ -

کی روایت ، صرف و نحو کی رازدانی ، لفظ و معنی کی گل فشانی ۔ جو کچھ اگلوں نے کہا ہے ، جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے ، جو کچھ آگے کہیں گے اور قیامت تک کہتے رہیں گے، جو کچھ نیک و بد ، نو و کہن سے ہے ، سب وابستہ نطق و سخن سے ہے ۔ اب سمجھیے کہ سخن از روے مثال کیا ہے ؟ چشمہ ہے ، ندی ہے ، سیل ہے ، دریا ہے ۔ کیسی روانی اور کس زور کا پانی ۔ اس کا چڑھاؤ ، اس کی رفتار ، اس پر کس کا زور اور کس کا اختیار ؟ جدھر منہ کیا اُدھر ایک نالا بہا دیا ۔ دریا کی لہر کیا ، گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو ؟ بارہا دیکھا ہے کہ آغازِ کلام ، جس کو ہندی میں اُٹھان اور فارسی میں انگیزہ اور عربی میں باعث کہیے ، کچھ اور ہے ، پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ یہ کیا طور ہے ۔ یہ کتاب کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے ، اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں ، لیکن از روے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بہی ہے ۔ جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجھ کو پیش گاہ سلطنت ابد مدت سے حکم آیا کہ بندۂ درگاہ ، اسد اللہ اس کی تقریظ لکھنے میں اظہارِ حسنِ اطاعت کرے اور سخن طرازی میں آرایشِ زبانِ اُردو پر قناعت کرے ۔ جیسا کہ حکم بجا لانا ضرور ، ویسا ہی یہ بھی کہہ جانا ضرور کہ منشاء اس رسالہ کی نگارش کا کیا ہے ؟

ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سن اٹھارہ جلوس[1] میمنت مانوس میں ، نہ شہر سے بلکہ خارج سے ، یہ آوازہ بلند

۱۔ سنہ جلوس ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ/۲۹ ستمبر ۱۸۳۷ع سے شروع ہوتا ہے لہٰذا یہ واقعہ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ع کا قرار پاتا ہے ۔ نیز دیکھیے میرا مضمون ’غالب کی مثنوی بے نام کا نام‘ طبع نگار ، رام پور ، فروری ۱۹۶۳ع ۔

ہوا کہ حضرت قدر قدرت ، فلک رفعت ، ثریا بارگاہ ، انجم سپاہ ، بادشاہ ابن بادشاہ ، خلیفۂ روے زمین ، ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ ، بادشاہ غازی نے ترک مذہب' آبائے نام دار کیا اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا - بار یافتگان بزم قرب و راز دانانِ خلوت آنس ، حیران اور حیرت ان کی بجا - اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلے آن کو آگہی ہوتی - اسرارِ سلطنت کی خبر اور پھر اس میں عام کو تقدم خاص پر ؟ نہ پوچھنے کا یارا ، نہ چپ رہنا گوارا - علمائے نام دار و مشائخِ کبار و فقہاے دیار نے جرأت کر کے عرض داشت لکھی -

مضمون یہ کہ ایسا سنا جاتا ہے اور باور نہیں آتا ہے - امید وار

۱- تفصیلی بحث کے لیے میرا مضمون 'مرزا غالب کی مثنوی 'بے نام کا نام' دیکھیے- ضروری معروضات یہ ہیں کہ بہادر شاہ ۱۸۵۳ع میں بہت سخت بیمار ہوے ، بچنے کی امید نہ تھی - لکھنئو سے سلیمان شکوہ اور حیدر شکوہ دہلی آئے اور بادشاہ سے ملے تو مشورہ دیا کہ حضور منت مانیں کہ اگر صحت مل گئی تو لکھنؤ کی درگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں ''علم'' نذر کریں گے - بادشاہ نے منت مانی اور شفا پائی - چنانچہ ٦ ربیع الاول ۱۲۷۰ھ کو شاہی علم نذر درگاہ ہوا - دہلی میں اس پر ہنگامہ ہو گیا - شہر کے علماء نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ شیعہ ہو گیا لہذا اسے معزول ہو جانا چاہیے - بادشاہ نے مرزا غالب سے ایک مثنوی 'کلمات طیبات' لکھوا کر چھاپی مگر ہنگامہ فرو نہ ہوا تو ایک ''اعلام نامہ'' مشتہر کیا - غالب پر یہ مصیبت آ پڑی کہ ان کے شیعہ دوستوں نے ان سے جواب طلب کیا کہ تم شیعہ ہوتے ہوئے اس ہنگامے میں بادشاہ کے شریک کیوں ہوئے - انھوں نے اپنی صفائی میں حکم شاہی اور اپنی نوکری کا عذر کیا - اس کا اندازہ اس تحریر سے بھی ہوتا ہے -

ہیں کہ خداوندِ تاج و سریر کےما فی الضمیر پر آگہی پاویں ۔ حضور نے تحاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر میں اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا ۔ بعد چند روز کے ایک دن حسب الحکم قضا توأم :

بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ ، مسند جم نشین ، اہلِ دل ہم نشین ، امرائے دستہ دستہ دست بستہ ، صفحہ نگار بھی مانند خار سز دیوار باغ و پروانۂ پائے چراغ ، اس چمن میں نشاط اندوز اور اس انجمن میں ادب آموز ۔ زبان مبارک گہر فشاں ہوئی حقیقتِ مذہبِ اہل سنت و جماعت بیان ہوئی۔ سوء ظنِ علماء اس مجمع عظیم میں بہ پیرایۂ حسنِ ظن جلوہ گر ہوا ۔ خاص و عام کو اعلیٰ حضرت کا ثباتِ قدم مسلکِ تسنن پر باور ہوا ۔ مضامین ارشاد کیے ہوئے اعلیٰ حضرت کے بموجبِ ارشاد ، قالبِ نظم میں ڈھلے ۔ ناگاہ جانب اجانب سے اس نظم کے جواب میں کچھ وار چلے ۔ یہ گنہ گار بے گناہ بھی بہ ذم ممدوح ہوا اور خنجرِ زبان کے زخم سے مجروح ہوا ۔ الغرض جب وہ تحریر یہاں دیکھی دکھائی گئی تو اس میں خلفاء کی توہین پائی گئی ۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مؤلف نے دیباچہ میں لکھا ہے ، لکھا گیا اور مجھ کو تقریظ نگاری کے واسطے، جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے ، کہا گیا ۔

میں اگر اس گذارش میں یہ سب نہ کہہ جاتا تو البتہ وضع تحریر کا موضوع لہ مجہول رہ جاتا ۔ بحث و نزاع کا رسم و آئین اور ہے ، شیوۂ سخن دانانِ معنی آفرین اور ہے ۔ نہ سفیہ ہوں کہ ہجو میں سخن سرائی کروں ، نہ فقیہ ہوں کہ بحث میں زور آزمائی کروں ۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں ، فلک زدۂ خانماں برباد دادہ ہوں ۔ تاب آفتابِ حوادث سے ظل اللہ کے سایۂ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں ۔

گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام کی جگہ دیکھ کر دم لینے کو راہ میں بیٹھا ہوں ۔ احسان ہے مجھ پر خدا کا کہ میں سوائے اپنے خدا کے کہ وہ غیب دان اور اپنے بندوں پر مہربان ہے ، یہ نہیں کہ اور کسی کا گنہ گار ہوں ۔ جو مجھ کو اپنا ہم کیش سمجھیں اُن سے دعائے مغفرت کا متوقع اور جو مجھ کو اپنا مخالفِ مذہب گمان کریں اُن سے دعائے تخفیفِ عذاب کا امیدوار ہوں ۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر[۱] ۔ فقط

۱۔ یہ تحریر ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ع کی ہے ۔

تقریظے کہ بر کتاب' 'گلزار سرور' سن تصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ اند

سبحان اللہ ! خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں۔ تعالیٰ اللہ ! کیا حیرت آور قدرتیں ہیں ! یہ جو 'حدائق العشاق' کا فارسی زبان سے عبارتِ اردو میں نگارش پانا ہے ، ارم کا زمینِ[2] دنیا سے اٹھ کر بہارستانِ قدس کا ایک باغ بن جانا ہے۔ وہاں حضرتِ رضوان ، ارم کے نخل بند و آبیار ہوئے۔ یہاں میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور 'حدائق العشاق' کے صحیفہ نگار ہوئے۔ اس[3] مقام پر یہ ہیچ میرز

۱- 'گلزار سرور' رجب علی بیگ سرور متوفیٰ ۱۸۶۷ع کی تالیف ہے اور مطبع افضل المطابع محمدی ، فرنگی محل لکھنئو سے شائع ہوئی۔ میرے پاس اس کا پہلا ایڈیشن ہے ، جس سے اس تقریظ کا مقابلہ کیا ہے - پہلے سرورق کی پشت پر یہ عبارت اس سرنامہ کے ساتھ چھپی ہے :

''تقریظ مترشح قلم جادو رقم ، فسیح (کذا ، فصیح) اللسان ، اعجاز بیان ، نواب والا مناقب نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خاں غالب'' -

فاروقی صفحہ ۹ ، مجتبائی صفحہ ۱۱ ، مجیدی صفحہ ۳۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۵۰ ، سہر صفحہ ۶۳۴ ، عود ہندی صفحہ ۴۴۵ -

۲- عود ہندی 'بعینہ ارم کا' اردوے معلیٰ مبارک علی ''ارم کا بین دنیا سے اٹھ کر'' -

۳- عود ہندی : 'اس مقام پر یہ ہیچ . . . . اور اس بزرگوار' تین سطریں حذف کر کے عبارت مختصر کردی ہے ، یعنی 'صحیفہ نگار ہوے - کس سے کہوں کہ اس بزرگوار کا اردو کی نثر میں کیا پایہ ہے'.

جو موسوم بہ اسد اللہ خاں اور مخاطب بہ نجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے، خدائے جہان آفرین سے توفیق کا اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔

ہاں، اے صاحبانِ فہم و ادراک! سرور سحر بیان کا اردو کی نثر میں کیا پایہ ہے؟ اور اس بزرگوار کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے:

رزم کی داستان گر سنیے
ہے زباں ایک تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے
ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجھ کو دعویٰ تھا کہ اندازِ بیان اور شوخیٔ تقریر میں "فسانۂ عجائب" بے نظیر ہے، جس نے میرے دعوے کو اور "فسانۂ عجائب" کی یکتائی کو مٹا دیا[1]، یہ وہ تحریر ہے۔ کیا ہوا[2] اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے، یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش بے معنی صورتیں بنا کر پیمبری کا دعویٰ کرے، کیا عقل کی کمی ہے۔ یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچ کر دعوائے خدائی نہ کرے، کس حوصلے کا آدمی ہے۔

سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالی شان ایسری پرشاد نارائن سنگھ بہادر[3]؛ جس باغ کی آرایش کے کار فرما

۱- گلزار و عود ہندی "مٹایا وہ یہ تحریر ہے"۔

۲- عود ہندی: "کیا ہوا کہ ایک طرح اور ایک قماش کے ہیں، دونوں دل فریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں۔ مانا کہ ایک نقش دوسرے کا ثانی"۔

۳- ایشری پرشاد نرائن سنگھ۔ بابو پرسدہ نرائن سنگھ کے بیٹے اور اودت نرائن سنگھ کے بھتیجے اور متبنیٰ جو ۱۸۳۵ع میں بنارس

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۷۱ پر)

ہوں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ مرزا سرور چمن آرا ہوں ، وہ باغ[1] کیسا ہو گا ، بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا ؟

کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول و سبک سر کیوں ہے ، بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں ہے ؟

صاحبو ! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں ، رستم سے کہاں شکست کھائی ہے کہ اس کی شجاعت کا ذکر کرتے ہیں ؟ معہذا ، جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدھ[2] پرشاد نارائن کا موردِ عنایت رہا ہوں - جن دنوں وہ دلی میں تشریف لائے ہیں ، اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہوں - جب ناشناسائی اور بیگانگی درمیان نہ ہو تو ان کا نیاز مند کیوں ان کا ثنا خواں نہ ہو ؟ نہیں ، نہیں ، میرا کیا منہ ہے ثنا خوانی کا ، میں تو عاشق ہوں ان کی شاعر پروری و سخن دانی کا - حضور نے قدردانی کی ، سرور نے گوہر افشانی کی - حضور کا اقبال ، سرور کا کمال ، حضور کی عالی ہمتی ، سرور کی خوش قسمتی -

انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحۂ روزگار پر یاد [گار[3]] رہے گا - مصنف کا شہرہ رنگیں بیانی میں ، مہاراج عالی جاہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رہے گا - فقط[4]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷۰)

راج کے مالک ہوئے اور ۱۳ جون ۱۸۸۹ع کو فوت ہوئے (تاریخ بنارس صفحہ ۳۵ طبع تحفۂ ہند پریس ایضاً ؛ از سید محمد رفیع عالی) -

۱- عود ہندی : ' کہے وہ باغ ' -

۲- مہاراج مہیپ نرائن سنگھ کے تیسرے فرزند اور ایشری پرشاد کے چچا تھے -

۳- گلزار و عود ہندی : 'یادگار' اردوے معلیٰ 'یاد' -

۴- سرور ، راجہ بنارس کی طلب پر ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کو بنارس گئے ، گویا یہ عبارت ۱۸۶۰ع اور ۱۸۶۶ع کے درمیان لکھی گئی -

دیباچه که بر دیوان منشی حبیب الله المتخاص به ذکا[1] نگاشته اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں ، کسی امیر کا نہیں ، کسی شیخ شیاد کا نہیں ۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں بہ نظر[2] دشمن دیکھتا ہے ۔ پس جب تملق نہیں مدارا نہیں تو جو مجھ کو نظر آیا ہے ، بے حیف و میل کہوں گا۔ نثر میں نعمت خان عالی کی طرز کا احیا کیا ہے مگر پیرایہ کچھ اس سے بہتر دیا ہے ۔ قصائد میں انوری کا چربہ اٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے ۔ غزل میں متاخرین کا انداز عاشقانہ ، سوز و گداز ۔ منشی حبیب اللہ ذکا ، سخن‌ور ہمہ دان یکتا ۔ لفظ طراز معنی آفرین ۔ آفرین ، صد آفرین ، صد ہزار آفرین ۔ فقط[3]

۱۔ ذکا : اودگیر ضلع نیلور صوبہ مدراس ، ہندوستان میں ۱۸۳۰ع ۱۲۴۴ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۸۷۵ع/۱۲۹۱ھ کو حیدر آباد میں انتقال کیا ۔ ۱۸۶۲ع میں غالب سے تلمذ کیا ۔ بہت زود گو اور مشہور شاعر تھے۔ نواب مختار الملک کے میر منشی رہے ۔ دیوان کا نام 'خاش و خاش' ہے ، اسی پر یہ تقریظ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ع میں طبع ہوئی ('تلامذۂ غالب' صفحہ ۱۰۵) عنوان تقریظ یہ ہے : ''ھواللہ۔ سواد عبارتی کہ والا جناب مستطاب نواب اسد اللہ خاں غالب دہلوی در سال ہزار و دو صد و ہشتاد و یک بر پشت مجموعہ نظم و نثر کہ بہ غرض اصلاح خدمت والا شان فرستادہ شدہ بود بہ قلم خویش رقم فرمودہ اند و پایان آں مہر خود زدہ اند''۔

۲۔ مبارک علی ''بہ غرض''۔

۳۔ 'خاش و خاش' کے صفحۂ تقریظ پر ''فقط'' موجود نہیں ۔ لیکن اردوے معلی طبع فاروقی و مجتبائی میں موجود ہے ۔ 'خاش خاش' میں آخر تحریر پر مربع مہر ہے ''غالب ۱۲۷۸ھ'' ۔ یہ تحریر ۱۲۸۱ھ/۶۴ - ۱۸۶۵ع کی ہے ۔

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالی جناب مرزا کلب[1] حسین خاں به کلک گہر سلک آوردہ اند

سبحان اللہ ! شاہدِ سخن کمالِ حسن میں لاثانی ہے ؛ سچ تو یوں ہے کہ یہ یوسفِ کنعانِ معانی ہے ۔ کنعان ہو، کنواں ہو، کارواں ہو، کوئی جگہ، کوئی مقام، کوئی مکان ہو ۔ زلف ویسی ہی معنبر، عارض بدستور تاب دار، لب کی جاں بخشی کا وہی عالم، چشم اُسی طرح بیمار ۔ معہذا، جو سلطنتِ مصر کے زمانہ کا جمال تصور میں لائے گا، وہ آفتابِ تاباں کو حضرتِ یوسف کا ادنیٰ ذرہ پائے گا ۔

لو، ہم ابھی قلم روِ سخن سے آئے ہیں ، حسن پرستانِ سخن کے واسطے نویدِ سراسر امید لائے ہیں ۔ سنی سنائی نہیں کہتے، نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے ۔ امید یہ کہ دانش مند آدمی باور کریں، نوید یہ کہ دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسفِ سخن، کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تختِ فرمانروائیِ مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے، زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسفِ حسن کی

۱۔ احترام الدولہ، دبیر الملک نواب میرزا کلب علی خاں بہبت جنگ، رئیس بنارس کے فرزند مرزا کلب حسین خاں نادر ڈپٹی کلکٹر بڑے شعر دوست، شاعر زود گو اور پرگو، ادیب و عالم تھے ۔ ناسخ کے شاگرد اور سینکڑوں شاگردوں کے استاد، متعدد تصانیف کے مصنف تھے ۔ ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا ۔ آپ کا ایک بہت بڑا وقف امرتسر میں رہ گیا ۔ یہ دیباچہ سو قصیدوں کے دیوان پر لکھا گیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی اشاعت بھی ہوئی یا نہیں ۔ فاروقی صفحہ ۱۲ ، مجتبائی صفحہ ۱۳ ، مجیدی صفحہ ۳۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۵۲ ، مہر صفحہ ٦۳٦ ، عود ہندی صفحہ ۳۵۳ ۔

سرکار میں نوروز ہوا ہے -

غالب آشفتہ نوا ! سن[1]، اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نہ جانیں گے ، تیری بات کبھی نہ مانیں گے - کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نوابِ عالی جناب ، والا دودمان ، میرزا کاب حسین خاں[2] کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو اُنھوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے - دیباچہ نگار نے اس مجموعۂ نظم کو مصر فرض کیا ہے اور شاہدِ معنی کو یوسف قرار دیا ہے - جس کتاب میں ائمۂ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینتِ اوراق ہوں ، ان اوراق کے سواد کیوں نہ سرمۂ چشمِ اہل دین اور وہ اوراق کیوں نہ حرزِ بازوے مومنینِ آفاق ہوں - میں اپنے علو رتبت پر ناز کرتا ہوں کہ ائمۂ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب یعنی اپنے سے بہتر ہوں -

اس دعوے[3] کا گواہ ، اسد اللہ - فقط

۱- مبارک علی و مہر : 'غالب 'تو سن' -

۲- عود ہندی : 'ڈپٹی کلکٹر بہادر' -

۳- یہ فقرہ 'عود ہندی' میں موجود نہیں - میرا خیال ہے کہ یہ تقریظ ۱۸۶۵-۶۶ع کے قریب لکھی گئی ہے -

دیباچہ در تذکیر[1] و تانیث حسب فرمایش مولوی سید احمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی [و[2]] سندی نور بصر و لخت جگر ، قرۃ العین اسد ، مولوی سید فرزند احمد کے طولِ عمر و دوامِ دوات و بقائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں جن کو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے -

سبحان اللہ ! تذکیر و تانیث کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے ، کس لطف سے ادا ہوئی ہے - ہرچند اس راہ سے کہ دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں ، قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں - لیکن قوتِ علم و حسنِ فہم و لطفِ طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر ، مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں - دعا یہ ہے اور یقین بھی یہی ہے کہ یہ رسالہ صفحۂ روزگار پر یادگار اور ہمیشہ منظور انظارِ اولوالابصار رہے گا - جو صاحب اس کو مطالعہ

۱- یہ عنوان غالباً سہو قلم ہے - ہونا چاہیے تھا : ''دیباچہ بر رسالہ تذکیر و تانیث حسب فرمائش مولوی سید فرزند احمد بلگرامی نوشتہ اند''— ہو سکتا ہے کہ ''سید احمد حسینی'' ہو جو صفیر کے والد کا نام تھا -
تذکیر و تانیث پر صفیر بلگرامی کے رسالے کا نام ہے ''فیض صفیر'' جس کی پہلی اشاعت میں یہ تقریظ موجود بتائی جاتی ہے ('علی گڑھ میگزین' غالب نمبر ۹۵ ، آج کل دہلی ، اگست ۱۹۵۲ع صفحہ ۱۷
تقریظ دیکھیے : فاروقی صفحہ ۱۱ ، مجتبائی صفحہ ۱۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۵۳ ، مہر صفحہ ۶۳۷ ، عود ہندی صفحہ ۳۵۲ -

۲- 'عود ہندی' سے 'واو' کا اضافہ کیا گیا -

فرمائیں گے ، نفع بھی پائیں گے اور لطف بھی اٹھائیں گے - مولف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہیں ، رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا ، اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہیں - سید واسطی بلگرامی ہیں جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں - ان حضرت کا مداح گویا اپنا ثنا خوان ہے ، جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے :

مادح خورشید مداح خود است
کہ مرا دو چشم مر نامرمد است

داد کا طالب غالب

[۱۸٦٦ع][1]

۱- علی گڑھ میگزین میں غالب کا خط محررہ ۲٦ اگست ۱۸٦٦ع ہے - اس خط کا فقرہ ہے : ''دیباچہ کا عظیم آباد کو روانہ ہونا معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ لخت جگر و نور بصر مولوی سید فرزند احمد کو دیباچہ پسند آیا یا نہیں''— مذکورۂ متن عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطور خط لکھی گئی ہے - 'عود ہندی' میں 'داد کا طالب ، غالب' موجود نہیں -

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار بہ زبان اردو

[۱] بہ نام منشی ہر گوپال تفتہ (۹۰)

واہ[۱] کیا خوبیِ قسمت ہے میری ! بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہے اور ان کی خیر و عافیت معلوم ہوتی ہے - خط آیا اور خیر و عافیت معلوم نہ ہوئی ، یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہیں ہے اور پانو میں چوٹ لگی ہے - سنو صاحب ؛ یہ بھی غنیمت ہے کہ ہڈی کو صدمہ نہیں پہنچا - اتنا پھیلاوا بھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنے والا نہ ملا اور چوٹ کہنہ ہو گئی - البتہ کچھ دیر میں افاقت ہوگی - بعد افاقت ہونے کے تم مجھ کو اطلاع کرنے میں دیر نہ کرنا - میرا دھیان لگا ہوا ہے -

بابو صاحب کا خط آیا تھا - پھر انھوں نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا - تمھاری مفارقت سے بہت ملول ہیں - طرزِ تحریر سے فراوانیِ محبت معلوم ہوتی تھی - میں نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے نہیں ، ضرورت کو کیا کریں ، جلد پھر آئیں گے ، آپ اُن کو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے - بابو ہر گوبند سنگھ تعطیل

۱- حصہ اول میں تفتہ کے نام ۸۹ خط شامل ہوئے ہیں - ہم نے اس مسلسل خط پر نمبر شمار بدل دیا ہے - اس سے پہلی اور دوسری جلد کے خطوط کی تعداد بھی معلوم ہوگی اور تلاش میں بھی آسانی رہے گی - لیکن ہر مکتوب الیہ کے خطوط پر نمبر مسلسل لگائے ہیں کہ مجموعی تعداد اور مکتوب الیہ پر کام کرنے والوں کو امداد حاصل ہو -

فاروقی صفحہ ۱۲ ، مجتبائی صفحہ ۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۵۴ ، مہیش صفحہ ۲۱ ، مہر صفحہ ۱۳۸ -

میں کول گئے ہوں گے جو آپ کے خط میں اُن کی بندگی لکھی آئی ، کیوں اُنھوں نے تکلیف کی ۔ بہ ہمہ جہت دو سو قدم پر میرے گھر سے اُن کا مکان اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت نہ ہوگئے ، اب بندگی سلام کیا ضرور ؟

ہاں صاحب ! یہ تم نے اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ میرے خط کے سرنامے پر 'املی کے محلے' کا پتہ لکھتے ہو ؟ میں 'بلی ماروں' میں رہتا ہوں[1] ۔ 'املی کا محلہ' یہاں سے بے مبالغہ آدھ کوس ہے ۔ وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجھ کو جانتے ہیں ، ورنہ خط ہرزہ پھرا کرے ۔ آگے 'کالے صاحب' کے مکان میں رہتا تھا ، اب 'بلی ماروں ، میں کرائے کی حویلی میں رہتا ہوں ۔ 'املی کا محلہ' کہاں اور میں کہاں ؟۔

منشی جی[2] کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہیں اور پھر لکھتے ہو کہ نہ دورے میں بلکہ اپنے کام کو ۔ بہر صورت اب آ گئے ہوں گے ۔ میرا سلام کہیے گا اور اپنی خیروعافیت کے ساتھ ان کی معاودت کی خبر لکھیے گا ورنہ مجھ کو خط لکھنے میں تامل رہے گا ۔

'نظر شگفتن' و 'گوش شگفتن' ہم نہیں جانتے ، اگرچہ منشی ہرگوپال 'تفتہ' اور مولانا نورالدین 'ظہوری' نے لکھا ہو ۔

نظارہ را زِ خونِ دلم گل در آستین
خونش مگو بگو کہ زچشمم چمن چکید

۱۔ خلیق انجم کا خیال ہے کہ غالب مئی ۱۸۴۷ع سے مارچ ۱۸۵۲ع تک کالے صاحب کے مکان میں رہے ۔ اس کے بعد حکیم محمد حسن کے مکان میں کرایے پر آ گئے ۔ ('اردوے معلیٰ' ، دہلی ، غالب نمبر ، فروری ۱۹۶۰ع) ۔

۲۔ منشی جی سے نبی بخش حقیر مراد ہیں ۔

یہ نہ سمجھنا کہ 'چمن ازچشم چکیدن'، 'شگفتن گوش و نظر'
کے مانند غرابت رکھتا ہے۔ یہ 'خون فشانیِ چشم' کا استعارہ ہے اور
'خون فشانی' صفتِ چشم ہو سکتی ہے۔ اگر نظر کا خوش ہونا اور
کان کا شاد ہونا جائز ہوتا تو ہم اُس کا استعارہ بہ شگفتگی کر لیتے۔
خوش ہونا، جب صفتِ چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کریں؟

یاد رہے یہ نکات سوائے تمھارے اور کو میں نہیں بتاتا ہوں[1]۔
میری بات کو غور کر کے سمجھ لیا کرو۔ میں پوچھنے سے اور تکرار
سے ناخوش نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتا ہوں۔ مگر ہاں، ایسی تکرار
جیسی 'بیش' اور 'بیشتر' کے باب میں کی تھی، ناگوار گذرتی ہے کہ
وہ صریح تہمت تھی مجھ پر۔ جو میں آپ لکھوں گا تم کو اُس کے
لکھنے کو کیوں منع کروں گا؟

اے صد ہزار راز نہاں اندریں سخن
گر کم سخن توئی نگہت کم سخن مباد

ہر چہ با نفس خود کنم زبدی
نیکیش نام مے توانم کرد

یہ دونوں شعر بے سقم ہیں۔ رہنے دو۔

سر ناکامیم سلامت باد
کام را کام مے توانم کرد

میں نہیں سمجھا کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ کام کو کام سب کر سکتے
ہیں، اس میں لطف کیا ہے؟

ز ترکتازی آں نازنیں سوار ہنوز
زسبزہ می دمد انگشتِ زینہار ہنوز

۱۔ نسخۂ مہیش پرشاد میں 'اور کو نہیں بتاتا'— 'ہوں' کا اضافہ
نسخۂ مجتبائی و فاروقی سے کیا گیا۔

حزین کے اس مطلع میں واقعی ایک ہنوز زائد اور بیہودہ ہے۔ متتبع کے واسطے سند نہیں ہو سکتا، یہ غلطِ محض ہے، یہ سقم ہے، یہ عیب ہے۔ اس کی کون پیروی کرے گا؟ حزیں تو آدمی تھا، یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اس کو سند نہ جانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔

بھائی! تمھارا مصرعہ اس قبیل سے نہیں ہے۔ اس میں تو 'مکنید' متممِ معنی ہے 'مکنید' زائد نہیں ہے۔ مگر خرابی یہ کہ اگر فارسی رہنے دو تو، اور اگر ہندی کرو تو مصرعہ مہمل اور بے معنی ہے: ع

چہ گل چہ لالہ چہ نسریں چہ نسترن مکنید

کیا گلاب کا پھول، کیا لالہ، کیا موتیا، کیا چنپا، نہ کرو، زنہار نہ کرو یعنی کیا نہ کرو؟ اب جب تمھیں کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو تب کوئی جانے، ورنہ کبھی جانا نہیں جاتا کہ ذکر نہ کرو۔ اے، تم نے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت! ذکر مضاف کیوں کر ہو سکتا ہے گل و لالہ و نسرین و نسترن کی طرف؟ کہو گے کہ ذکر کا لفظ نہیں، بیان کا لفظ اوپر کے مصرع میں ہے۔ وہ بیان کا لفظ رسوں سے اور زنجیروں سے ان چاروں لفظوں سے ربط نہیں پاتا۔ مطلع لکھو، قطعہ لکھو، ترجیع بند لکھو، یہ مصرع معنی دینے ہی کا نہیں، مہمل محض ہے۔ والسلام

اسد اللہ

اپریل ۱۸۶۲ع[1]

۱- مرزا عموماً سنہ ستاون کے کچھ بعد تک آخر خط میں اسد اللہ ہی لکھتے رہے ہیں، پھر عام طور سے غالب لکھنے لگے تھے۔ اس خط کے سنہ میں تبدیلی مکان کے ذکر سے ۵۲ سے ۵۳ تک کی مدت ہی متعین ہوتی ہے۔ اس خط کے بعد جو مکتوب آ رہا ہے، اس کا حوالہ مہینہ معین کرتا ہے۔

[۲] ایضاً (۹۱)

بندہ پرور[1] !

'بیش از بیش' و 'کم از کم' ، یہ ترکیب بہت فصیح ہے - اس کو کون منع کرتا ہے ؟ اور جلال اسیر کی یہ بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے - اس کے معنی یہی ہیں کہ "در زمانِ من مہر بیش از بیش شد و در زمانِ تو وفا کم از کم شد" - اُستاد کیا کہے گا ؟ اس میں تو تین ٹکڑے کا لف و نشر ہے - 'من' اور 'تو' ، 'مہر' اور 'وفا'، 'بیش از بیش' اور 'کم از کم' - یاد رہے کہ 'بیشتر از بیش' و کم تر از کم' اگرچہ بحسبِ معنی جائز ہے لیکن فصاحت اس میں کم ہے - بیش از بیش و کم از کم افصح ہے - وہ شعر تمھارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے :

قیس ! از تو نہ ایم کم ، ولے صبر
بیش است ترا ، کم است ما را

لیکن ہاں ، پہلے مصرع میں اگر 'کم تر' ہوتا تو اور اچھا تھا - بہرحال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ 'تر' کا لفظ افصح ہے - چنانچہ میرا شعر ہے :

جلوہ[2] کن ، منت منہ ، از ذرہ کم‌تر نیستم
حسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست

۱- خطوط غالب از مہیش پرشاد میں اس خط کا پورا عکس صفحہ ٦ کے متابل میں چھپا ہے - میں نے اس خط کا متن اسی سے درست کیا ہے - فاروقی صفحہ ۱۳ ، مجتبائی صفحہ ۱۷ ، مجیدی صفحہ ۱۰۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۵٦ ، مہیش صفحہ ٦ ، مہر صفحہ ۱۲۵ -

۲- غزل کا مطلع ہے :

منع ما از بادہ ، عرض احتسابی بیش نیست
محتسب ، افشردۂ انگور ، آبی بیش نیست

(دیکھیے کلیات غالب جلد سوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۷۷)-

"ورنہ چشم تو چہ از روزنِ دیوار کم است"

یہاں بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ رہ جاتا ہے - فارسیت نہیں رہتی -

"سہل مشمار زندگانی ہا"

مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس مطلع کو یوں درست کر دیا ہے :

رائیگاں است زندگانی ہا
می تواں کرد جاں فشانی ہا

اور اس صورت میں یہ مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میرے دل میں آئی تھی کہ تم کو نہ دوں اور خود اس زمین میں غزل لکھوں ، مگر پھر میں نے خست نہ کی اور تم کو دے دیا - حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمایا - یہ خط جو آپ نے مجھے لکھا ہے ، شراب کے نشے میں لکھا ہے اور وہ اصلاحی اوراق بھی اسی عالم میں ملاحظہ فرمائے ہیں - اب :

"گہ تا کے ز زندگانی ہا"

اس کو موقوف کیجیے اور وہ مطلع رہنے دیجیے کہ وہ بہت خوب ہے ، بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے - بھائی ! ہمارے اوراقِ اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو ، ہماری محنت تو ضائع نہ جاوے[1] -

'ایامے چند' میں جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہیں ہے ، بلکہ فقیر کے نزدیک 'جمع الجمع' ہی نہیں ہے - مثلاً 'معانی چند' اور 'احکام چند' اور 'اسرار چند' یہ آدمی لکھ سکتا ہے - مگر ہاں ، 'آمال ہا' یہ کھلی سہرٹ[2] ہے -

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

۱- 'جاوے' کے بعد غالب نے علامت 'یای مقلوب' لکھی ہے - عموماً پیراگراف کے موقع پر اسی علامت کو استعمال کرتے تھے -
۲- عکس تحریر غالب میں املا یوں ہے ''سہرت'' یعنی ''سورٹھ'' جیسا کہ اردوے معلیٰ کے مطبوعہ نسخوں میں ہے -

ہم کو اپنی تہذیب سے کام ہے ، اغلاط میں سند کیوں ڈھونڈھتے پھریں - مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے :

صلاحِ کار کجا و منِ خراب کجا
بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

میری جان ! ایسے موقع میں یہ چاہیے کہ بزرگوں کے کلام کو ہم موردِ اعتراض نہ کریں [اور[1] خود اس کی پیروی نہ کریں - فقیر گوارا نہیں رکھنے کا جمع الجمع کو اور برا نہ کہے گا حضرت صائب کو] -

اور 'شہرت فلانے[2] شخص کے انتقال کی' یہ غلط ہے - البتہ میرا بھی موجب ملال ہے - مگر یہ کون سا واقعۂ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبانِ اخبار اس کو چھاپیں - آپ اس طرف اتنا اعتنا نہ فرمائیے :

گر ماہ و آفتاب بمیرد عزا مگیر
ور تیر و زہرہ کشتہ شود نوحہ خواں مخواہ

میں کالے صاحب کے مکان سے اٹھ آیا ہوں - بلی ماروں کے محلے میں ایک حویلی کرائے کو لے کر اس میں رہتا ہوں - وہاں کا میرا رہنا تخفیفِ کرایہ کے واسطے نہ تھا ، صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا - واسطے اطلاع کے تم کو لکھا ہے - اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان

۱- اردوے معلیٰ میں ''اور خود اس کی پیروی نہ کریں - فقیر گوارا نہیں رکھنے کا جمع الجمع کو اور برا نہ کہے گا حضرت صائب کو'' پورا فقرہ موجود نہیں - میں نے عکس تحریر غالب سے نقل کیا ہے -

۲- کہیں اس سے مراد مومن کا کوٹھے سے گرنا اور ان کی زندگی میں ان کا مرنا ، اور افواہ کا اڑنا تو مراد نہیں ؟ کیونکہ وہ چھت سے گرے اور اپریل ۱۸۵۲ع میں انتقال کر گئے- دیکھیے 'حیات مومن' ، کلب علی خاں فائق صفحہ ۱۰۶ -

کے نشان کی نہیں ہے۔ 'در دہلی بہ اسد اللہ برسد' کافی ہے، مگر اب 'لال کنواں' نہ لکھا کرو، محلۂ 'بلی ماراں' لکھا کرو۔ اور ہاں صاحب! ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو۔ مسہل سے فراغت ہوئی اور مزاج کیسا ہے؟ اور اب اجمیر اور وہاں سے آبو پہاڑ کو کب جائیں گے؟ میرا سلام بھی کہہ دیجیے گا۔ والسلام

اسد اللہ

محررہ[1] دوشنبہ بست و دوم مارچ سنہ ۱۸۵۲ع

[۳] ایضاً (۹۲)

مرزا[2] تفتہ! پیر شو و بیاموز۔

تم خوش گو اور زود گو مقرر ہو، لیکن جس کو تم تحقیقات کہتے ہو، وہ محض توہمات اور تخیلات ہیں۔ قیاس دوڑاتے ہو، وہ قیاس کہیں مطابق واقع ہوتا ہے، کہیں خلاف۔ عرفی کہتا ہے:

روح را ناشتا فرستادی

یعنی روح کو تونے بھوکا بھیجا۔ 'ناشتا' اس کو کہتے ہیں جس نے کچھ کھایا نہ ہو، ہندی اُس کی نہار منہ۔ تم لکھتے ہو:

کہ عجب ناشتا فرستادی

یعنی غذائے صبح، جیسا کہ ہندی میں مشہور ہے۔ اُس نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہیں۔

واقف کہتا ہے:

نے محرمِ قفس، نہ بہ دام آشنا شدیم
نفرین کنیم ساعتِ پرواز خویش را

۱- مطابق ۳۰ جمادی الاول ۱۲۶۸ھ۔

۲- فاروقی صفحہ ۱۵؛ مجتبائی صفحہ ۱۹، مجیدی صفحہ ۱۰۱، مبارک علی صفحہ ۳۵۸، مہیش صفحہ ۹۸، مہر صفحہ ۲۰۲۔

یہ بھی ہندی کی فارسی ہے بری گھڑی اور سُبب گھڑی ۔ اہل زبان ایسے موقع پر 'طالع' لکھتے ہیں :

نفریں کنیم طالع پرواز خویش را

قتیل کہتا ہے :

یک وجب جائے بکوئی تو ز خون پاک نبود
کشتہ بر کشتہ تپان بود دگر خاک نبود

یہاں 'ہیچ نہ بود' کا محل ہے ۔ ہندی میں 'کچھ نہیں' کی جگہ 'خاک نہیں' بولتے ہیں اور پھر صاحبِ 'برہان قاطع' کا کیا ذکر کرتے ہو ؟ وہ تو ہر لغت کو تین حرکتوں سے لکھتا ہے ۔ زیر زبر پیش کا تفرقہ منظور نہیں رکھتا ہے ۔ لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہے اور یوں بھی دیکھا ہے ۔ جس لغت کو کاف عربی سے لکھے گا ، کاف فارسی سے بھی بیان کرے گا ۔ جس لفظ کو طاے حطی سے لائے گا ، تاے قرشت سے بھی ضرور لکھے گا ۔ فضلائے کلکتہ کے حاشیے دیکھو کہ وہ اُس کی کیا تحمیق کرتے ہیں ۔ 'نبیا' نبوت کے مشتقات میں سے ہرگز نہیں ۔ 'اسامن' اسام کے مشتقات میں سے زنہار نہیں ۔ نبی بخش کا مخفف نبیا ۔ اور 'اسام' کا متعلق اگر مذکر ہے تو 'اسامی' اور اگر مونث ہے تو 'اسامن' ۔ طغرا[1] نے ہندی لغت کے لانے کا التزام کیا ہے :

وقت آں آمد کہ مینا راگ ہندی سر کند

اور اساتذہ کو اس کا التزام منظور نہیں مگر کیا کریں ؟ گڑگانواں نام ہے ایک گانوں کا ، اُس کو کیوں کر بدلیں ؟ ہاں 'گر' بہ راے قرشت کہیں گے ۔ 'لکھنئو' نام ہے ایک شہر کا ، وہ لکھنئو بغیر ہائے مخلوط کے کہیں گے ۔ فی زماننا 'چھاپے' کو چاپ بولتے ہیں

۱۔ طغرا مشہدی عہد شاہ جہاں کا نامور نثر نگار ادیب ہے جس کے رسائل مدتوں برصغیر کے نصاب درس میں شامل رہے ۔
(سرو آزاد ، غلام علی بلگرامی، صفحہ ۱۲۴)

عرفی 'جھکڑ' کو 'جکر' بولتا ہے :

آں باد کہ در ہند گر آید جکر آید

راے ثقیلہ ہائے مخلوطہ ، تشدید ، یہ تینوں ثقالتیں مٹا دیں ۔ صاحب 'برہان قاطع' اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے اور زبانِ علمی اہل ہند میں بھی اس کو مشترک جانتا ہے ، اپنے کو رسوا اور خلق کو گم راہ کرتا ہے :

ہرزہ مشتاب و پۓ جادہ شناساں بردار
اے کہ در راہ سخن‌چوں تو ہزار آمد و رفت

اہلِ ہند میں سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں ۔ میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے ۔ فرہنگ لکھنے والوں کا مدار قیاس پر ہے ، جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھ دیا ۔ نظامی و سعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اس کو مانیں ، ہندیوں کو کیوں کر مسلم الثبوت جانیں ۔ گائے کا بچہ بہ زور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا ، بنی اسرائیل اس کو خدا سمجھے ، یہ جھگڑے قصے جانے دو ۔ دو باتیں سنو :

ایک تو یہ کہ ارغنون کو بغین مضموم میں نے سہو سے لکھا ۔ در اصل 'ارغنون' بغین مفتوح اور مخفف اس کا 'ارغن' اور مبدل منہ 'ارگن' ہے ۔ دوسرے یہ کہ جب موسوی[1] خاں نے 'ایواے' کو 'ایوا'

۱- میر معز الدین محمد موسوی خاں فطرت : عہد عالم گیری میں ہندوستان آیا اور بڑی شہرت و عزت پائی ۔ سرخوش کا معاصر تھا ۔ اس نے کلمات الشعرا میں بعض پر لطف واقعات لکھے ہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ میر موسوی نے اپنی تاریخ ولادت ''افضل اہل زمانہ'' بتائی تو میں نے کہا یہی میرا سنہ ولادت ہے - ۱۱۰۱ھ میں انتقال کیا ۔ کلمات الشعرا صفحہ ۸ ، طبع لاہور ۔ نگارستان فارس

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۸۷ پر)

لکھا تو اس لفظ کی صحت میں کچھ تامل نہ رہا۔

رام پور سے اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آ گیا، آیندہ جو خدا چاہے۔ نجات کا طالب غالب

یک شنبہ ۱۴ مئی سنہ ۱۸۶۵ع[1]

[۴] ایضاً (۹۳)

بھائی[2]!

یہ مصرع جو تم کو بہم پہنچا ہے، فنِ تاریخ گوئی میں اس کو 'کرامت' اور 'اعجاز' کہتے ہیں۔ یہ مصرع سلمان[3] ساوجی و ظہیر[4] کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۶)

صفحہ ۲۰۳ طبع سوم، لاہور۔ سرو آزاد از غلام علی بلگرامی صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷) شمع سخن میں ایک اور فطرت کا نام میرابوتراب مشہدی متوفی ۱۰۶۰ھ لکھا ہے (کتاب مذکور صفحہ ۳۷۵)۔

۱- دیکھیے خط نمبر ۲۴ — ۱۴ مئی ۱۸۶۵ع مطابق ۱۸ ذی حجہ ۱۲۸۱ھ۔

۲- فاروقی صفحہ ۱۶، مجتبائی صفحہ ۱۲، مجیدی صفحہ ۱۰۳، مبارک علی صفحہ ۳۵، مہیش صفحہ ۲، مہر صفحہ ۱۲۰۔

۳- سلمان ساوجی کا نام خواجہ جمال الدین سلمان بن خواجہ علاء الدین محمد۔ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوا۔ ساوہ میں ولادت ہوئی اس لیے ساوجی کہلاتا ہے۔ جلائر خاندان کا مداح رہا اور بڑے بڑے انعامات پائے۔ وہ اول درجہ کا قصیدہ گو شاعر ہے۔ اکثر اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا کلیات کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ آخری عمر گوشہ نشینی میں بسر کرکے ۷۷۸ھ میں ساوہ میں رحلت کی (تاریخ ادبیات ایران، شفق، طبع ۱۳۴۲ھ شمسی تہران صفحہ ۳۲۴) جناب مہر نے سنہ وفات ۷۶۳ھ لکھا ہے۔

۴- ابوالفضل طاہر بن محمد ظہیر الدین: بلخ کے قصبۂ فاریاب میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۸۸ پر)

سا ہے - چار لفظ اور چاروں واقعے کے مناسب یہ مصرع کہہ کر اور مصرع کی فکر کرنی کس واسطے ؟ واہ واہ ! سبحان اللہ !

اور یہ جو تم کو 'فر' کے لفظ میں تردد ہوا اور ایک سوکھا سہا شعر ظہوری کا لکھا ، بڑا تعجب ہے - یہ لفظ میرے ہاں 'پنج آہنگ' میں دس[1] ہزار جگہ آیا ہوگا - 'فر' اور 'فرہ' لفظ فارسی ہے ، مرادف 'جاہ' کے - پس 'جاہ' کو اور اس کو کس نے کہا ہے کہ بغیر ترکیب دیے نہ لکھیے ؟ 'عالی جاہ' اور 'سکندر جاہ' اور 'مظفر فر' اور 'فریدوں فر' یوں بھی درست اور صرف 'جاہ' اور 'فر' یوں بھی درست -

اور ایک بات تم کو معلوم رہے کہ اس پورے خطاب کو 'خطاب بہادری' کہنا بہت بے جا ہے - سنو ! خطاب کے مراتب میں پہلے تو 'خانی' کا خطاب ہے اور یہ بہت ضعیف ہے اور بہت کم ہے - مثلاً ایک شخص کا نام ہے 'میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ'

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸۷)

پیدا ہوا - نیشا پور ، مازندران ، آذربائیجان وغیرہ کی سیاحت کی - امراء اور سلاطین کی مدح کی - قصائد میں اعلیٰ درجہ کا استاد مانا جاتا ہے - ۹۵۸ھ میں تبریز میں رحلت کی (تاریخ ادبیات ایران ، شفق ، صفحہ ۱۸۹) -

۱- نہ معلوم حالی یا مجروح نے حاشیہ میں لکھا ہے : ''دس ہزار کا لفظ محض ظرافتاً لکھا ہے ، یعنی تم ہمارے قدیم شاگرد اور ہمارے کلام کے درد رکھنے والے اور پھر تم کو یہ خبر نہیں کہ ہماری فارسی نثر میں یہ لفظ متعدد طور پر اور متعدد جگہ استعمال ہوا ہے - پس تمھاری غفلت کی مثال ایسی ہے کہ جو چیز دس ہزار بار دیکھی جائے وہ یاد نہ رہے -'' ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے نہ معلوم کس بنا پر غالب کی تحریر فرض کر لیا - مالک رام نے اسے حالی کی عبارت مانا ہے -

اور اس کو خاندانی بھی 'خانی' نہیں حاصل۔ پس جب اس کو بادشاہ وقت 'محمد علی خاں' کہہ دے تو گویا اس کو 'خانی' کا خطاب ملا ۔ اور جو شخص کہ اس کا نام اصلی 'محمد علی خاں' ہے، یا تو وہ قوم افغان [سے] ہے یا خانی اس کی خاندانی ہے۔ بادشاہ نے اس کو 'محمد علی خاں بہادر' کہا۔ پس یہ خطاب 'بہادری' کا ہے، اس کو بہادری کا خطاب کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر خطاب 'دولگی' کا ہے یعنی مثلاً 'محمد علی خاں بہادر' اس کو 'منیر الدولہ محمد علی خاں بہادر' کہا اب یہ خطاب دولگی کا ہوا، اس کو 'بہادری' کا خطاب نہیں کہتے۔ اب اس خطاب پر افزائش 'جنگ' کی ہوتی ہے 'منیر الدولہ محمد علی خاں بہادر شوکت جنگ' ابھی خطاب پورا نہیں، پورا جب ہوگا کہ جب 'ملک' بھی ہو۔ پس پورے خطاب کو خطاب بہادری لکھنا غلط ہے۔ یہ واسطے تمھارے معلوم رہنے کے لکھا گیا ہے۔

اب آپ اس سات بیت کے قطعے کو اپنے دیوان میں داخل اور شامل کر دیجیے، یعنی قطعوں میں لکھ دیجیے۔ جب تمھارا دیوان چھاپا جاوے گا، یہ قطعہ بھی چھپ جاوے گا۔ مگر ہاں، منشی[1] صاحب کے سامنے اس کو پڑھیے اور ان سے استدعا کیجیے کہ اس کو آگرے بھیجیے تاکہ چھاپا ہو جاوے 'اسعد الاخبار'[2] میں اور 'زبدۃ الاخبار' میں۔ یقین ہے کہ وہ تمھارے کہنے سے عمل میں لاویں گے۔ مجھ کو کیا ضرور

۱- ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ منشی نبی بخش حقیر، غالب کی نظر میں کیا مرتبہ رکھتے تھے اور غالب انھیں استاد مانتے تھے - فاضل عفی عنہ۔

۲- قمر الدین نے ۱۸۴۷ع میں آگرے سے 'اسعد الاخبار' جاری کیا جو کئی سال تک نکلتا رہا۔
'زبدۃ الاخبار' منشی واجد علی خاں کی ادارت میں نکلتا تھا۔

ہے کہ لکھوں ؟ میں نے یہاں 'صادق الاخبار'[1] میں چھپوا دیا ہے -
[اگست[2] ۱۸۵۰ع]

[۵] ایضاً (۹۴)

صاحب[3] !

دو زبانوں سے مرکب ہے یہ فارسیِ متعارف ؛ ایک فارسی ، ایک عربی - ہرچند اس منطق[4] میں لغاتِ ترکی بھی آ جاتے ہیں مگر کم تر- میں عربی کا عالم نہیں ، مگر نرا جاہل بھی نہیں - بس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہیں ہوں - علماء سے پوچھنے کا محتاج اور سند کا طلب گار رہتا ہوں - فارسی میں مبداء فیاض سے مجھے وہ دست گاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر میں اس طرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں جوہر - اہلِ پارس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں ؛ ایک تو یہ کہ ان کا مولد ایران اور

۱- ''صادق الاخبار'' ایک فارسی اخبار تھا جو ۱۸۴۴ع سے ۱۸۴۷ع تک چلا ، پھر اسے اردو میں منتقل کر دیا گیا اور ۱۸۵۰ع میں بند ہو گیا - دوسرا اخبار ۱۸۵۳ع میں مصطفیٰ خاں کے اہتمام سے چلا - پھر ۱۸۵۴ع میں اس اخبار کے ایڈیٹر سید جمیل الدین خاں ہوئے - چوتھا صادق الاخبار شیخ خدا بخش نے ۱۸۵۶ع جاری میں کیا - (''صحافت پاکستان و ہند میں'' - طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، نیز دیکھیے صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و رسائل طبع ہند صفحہ ۱۱۳) ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی اخبار ہو جو چار مرتبہ نکلا اور بند ہوا -

۲- یہ تاریخ مہیش پرشاد نے لکھی ہے مگر خط نمبر ۶ کے مقابلے سے یہ تاریخ مشتبہ ہو جاتی ہے -

۳- فاروق صفحہ ۱۷ ، مجتبائی صفحہ ۲۲ ، مجیدی صفحہ ۱۰۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۰ ، مہیش صفحہ ۸۳ ، مہر صفحہ ۱۹۰ -

۴- منطق سے مراد یہاں زبان یا بولی ہے - ۱۲ (حالی ؟)

میرا مولد ہندوستان ۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے پیچھے سو دو سو، چار سو، آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہیں ۔

'جود' لغت عربی ہے یعنی بخشش ۔'جواد' صیغہ ہے صفتِ مشبّہ کا بے تشدید ۔ اس وزن پر صیغہ فاعل میری سماعت میں جو نہیں آیا تو میں اس کو خود نہ لکھوں گا، مگر جب کہ نظیری شعر میں لایا اور وہ فارسی کا مالک اور عربی کا عالم تھا تو میں نے مانا ۔

کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعروں کے مجھ کو بھی یہ سمجھے ہو کہ استاد کی غزل یا قصیدہ سامنے رکھ لیا یا اس کے قوافی لکھ لیے اور ان قافیوں پر لفظ جوڑنے لگے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ ۔ بچپن میں جب میں ریختہ لکھنے لگا ہوں، لعنت ہے مجھ پر اگر میں نے کوئی ریختہ یا اس کے قوافی پیش نظر رکھ لیے ہوں ۔ صرف بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا اور اس زمین میں غزل قصیدہ لکھنے لگا ۔ تم کہتے ہو نظیری کا دیوان وقتِ تحریرِ قصیدہ پیشِ نظر ہوگا اور جو اس کے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا اس پر لکھا ہوگا ۔ واللہ، اگر تمھارے اس[1] خط کے دیکھنے سے پہلے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہے، چہ جائے آنکہ وہ شعر ۔ بھائی ! شاعری معنی آفرینی ہے، قافیہ پیمائی نہیں ہے ۔

'زمان' لفظ عربی 'ازمنہ' جمع ۔ دونوں طرح فارسی میں مستعمل ۔ 'زمانے' 'یک زماں'، 'ہر زمان' 'زمان زمان' 'دریں زماں'، 'دراں زماں' سب صحیح اور فصیح ۔ جو اس کو غلط کہے وہ گدھا ۔ بلکہ اہلِ فارس نے مثل 'موج' و 'موجہ' یہاں بھی 'ہے' بڑھا کر 'زمانہ' استعمال کیا ہے ۔ 'یک زمان' کو میں نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا ۔ سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت ۔

۱۔ یہ فقرہ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی میں رہ گیا ہے ۔

سنو میاں ! میرے ہم وطن یعنی ہندی لوگ جو وادیِ فارسی دانی میں دم مارتے ہیں ؛ وہ اپنے قیاس کو دخل دے کر ضوابط ایجاد کرتے ہیں ، جیسا وہ گھاِ گھس آلو ، عبدالواسع ہانسوی لفظ 'نامراد' کو غلط کہتا[1] ہے - اور یہ آلو کا پٹھا قتیل 'صفوتکدہ' و 'شفقکدہ' و 'نشتر کدہ' کو ، اور 'ہمہ عالم' و 'ہمہ جا' کو غلط کہتا[2] ہے -

---

۱- رسالۂ عبدالواسع کی عبارت یہ ہے :

''قاعدہ : فرق درمیان نفی بہ کلمۂ 'نا' و 'بے' آن ست کہ در اول 'نا' موصوف واقع می شود کہ آں صفت بہ طریق مواطات محمول تواند شد - 'حاصل آن' ایں چیز آں چیز نیست، می شود و ایں در جائے راست آیدکہ ایں چیز آں چیز می تواند شد، تا نفی بہ جا باشد - چنانچہ 'نا عاقل' و 'ناخرد مند' بہ ایں معنی کہ آن شخص عاقل و خرد مند نیست و ثانی 'نا' در جائے کہ صفت محمول بہ مواطات نہ تواند شد و حاصل آن ، ایں چیز ندارد ، می شود- چنانچہ بے عقل و بے خرد ، یعنی آن شخص عقل و خرد ندارد - پس بہ حسب تحقیق لفظ 'نامراد' و بے نوکر' کہ در عرف عوام شہرت دارد غلط محض است -'' گویا ملا صاحب نے 'نا' اور'بے' کو عربی کے'ما' اور'لا' کا مرادف مان کر منطقی اصطلاح میں اس کے حمل بالمواطات وغیرہ کی بحث میں الجھ کر لغت و محاورہ سے دور ہو گئے - (دیکھیے ضمیمہ عود ہندی ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۳۸۰)

۲- محمد حسن قتیل متوفیٰ ۱۲۳۳ھ 'نہر الفصاحت' طبع لکھنؤ صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں : ''دیگر کدہ بہ معنی خانہ باشد ، باپنج لفظ ملحق شدہ ، سوائے آں مسموع نیست - بت کدہ و غم کدہ و آتش کدہ و مے کدہ و گلشن کدہ و غیر آں — چوں ، آب کدہ نمی دانم کہ درست است یا نا درست - ف : یعنی ایں ہا اصول اند و

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۹۳ پر)

کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو 'یک زمان' کو غلط کہوں گا ؟ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ میں ہے ۔ للہ الحمد و للہ الشکر ۔

مرقومہ

چہار شنبہ ۲۷ ماہ اگست[1] سنہ ۱۸۶۲ع

[۶] ایضاً (۹۵)

میاں[2] !

تمھارے انتقالاتِ ذہن نے مارا ۔ میں نے کب کہا تھا کہ تمھارا کلام اچھا نہیں ؟ میں نے کب کہا تھا کہ دنیا میں کوئی سخن فہم و قدر دان نہ ہو گا ؟ مگر بات یہ ہے کہ تم مشقِ سخن کر رہے ہو اور میں مشقِ فنا میں مستغرق ہوں ۔ بو علی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضایع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہوں ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۲)

سوائے ایں پنج انچہ در کلام اساتذہ یافتہ باشد فروع ایں ہا باشد ، حصرمقصود نیست ، و فروع دراصل داخل ست چوں 'حیرت کدہ' 'سنبل کدہ' ، 'ویراں کدہ' ، و 'حسرت کدہ' ، و 'ماتم کدہ' و 'راحت کدہ' و 'تغافل کدہ' و 'جہنم کدہ' و 'بہشت کدہ' ۔ و ہر دو در 'گلشن کدہ' داخل است چرا کہ 'گلشن' جائے گل سعنی بود ۔ و'ماتم کدہ' و 'عشرت کدہ' در تحت 'غم کدہ' داخل اند ۔ اول مرادف بہ معنی دویم بہ سبب ضد بودن نظر بر نظیر است''— قتیل کا اصل مقصد 'آب کدہ' کو غلط بتانا ہے ۔ وہ اس لاحقہ کے تمام مستعملات کو قلم بند نہیں کرتے ۔ غالب نے مخالفت کے جوش میں عبارت پر غور نہیں کیا ۔(دیکھیے عود ہندی ، ضمیمہ صفحہ ۳۸۰) ۔

۱- مطابق ۳۰ محرم ۱۲۷۹ع ۔

۲- فاروق صفحہ ۱۸ ، مجتبائی صفحہ ۳۴ ، مجیدی صفحہ ۱۰۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۱ ، مہیش صفحہ ۶۸ ، سہر صفحہ ۱۷۶ ۔

زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری سب خرافات ہے۔ ہندوؤں میں اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا اور مسلمانوں میں نبی بنا تو کیا؟ دنیا میں نام آور ہوئے تو کیا اور گم نام جیے تو کیا؟ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحتِ جسمانی، باقی سب وہم ہے اے یارِ جانی! ہر چند وہ بھی وہم ہے، مگر میں ابھی اسی پایہ پر ہوں۔ شاید آگے بڑھ کر یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور وجہِ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گذر جاؤں، عالمِ بے رنگی میں گذر پاؤں۔ جس سناٹے میں ہوں، وہاں تمام عالم بلکہ دونوں عالم کا پتہ نہیں۔ ہر کسی کا جواب مطابق سوال کے دیے جاتا ہوں اور جس سے جو معاملہ ہے اس کو ویسا ہی برت رہا ہوں۔ لیکن سب کو وہم جانتا ہوں۔ یہ دریا نہیں ہے، سراب ہے، ہستی نہیں ہے، پندار ہے۔ ہم تم دونوں اچھے خاصے شاعر ہیں، مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور رہیں گے، ان کو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہم کو تم کو ہوگا؟

قطعاتِ تاریخ آگرہ کیونکر بھیجوں، پھر تمھارے پاس بھیجتا ہوں۔ 'خالق معنی بے معنی' صحیح اور مسلّم اور جائز۔ لیکن جس طرح 'اللہ' میں مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے، 'الہ اور' 'الٰہی' میں الف ممدودہ کو دوسرا الف کیوں کر سمجھیں؟ قیاس کام نہیں آتا، اتفاقِ سلف شرط ہے۔ جب اور کسی نے الٰہی میں دو الف نہیں مانے تو ہم کیوں کر نہ مانیں؟

'دویم' بر وزن 'جویم' غلط، 'دوم' ہے بغیر تحتانی۔ بالفرض تحتانی بھی لکھیں، تو 'دیم' پڑھیں گے، اگرچہ لکھیں گے دویم۔ واؤ کا اعلان ٹکسال باہر ہے۔ ہاں، 'دومی' درست ہے، مگر نہ

۱- مہیش 'اور' ندارد

بہ حذف تحتانی[1] ، مثل 'زمی' بہ حذف نون ، بلکہ بہ طریق قلب بعض 'دویم' کا 'دومی' ہو گیا ۔

کنویں کی تاریخ کو بے تامل بھیج دو اور تاریخِ وفات کا اور مادہ سوچو ، کس واسطے کہ جب 'الٰہی' میں سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائے گا ۔ والدعا

از غالب

روز وردوِ نامہ بلکہ وقتِ وردوِ نامہ ، بعد خواندن نوشتہ شد ۔

[یک شنبہ ۱۸۵۹ع[2]]

[۷] ایضاً (۹۶)

بھائی[3] !

تمھارے ذہن نے خوب انتقال کیا ۔ میں نے جس وقت یہ شعر پڑھا :

بہ ہند آمدندے ز ایران دیار

'آمدند' کی جگہ 'آمدندی' بصیغۂ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا ۔

رسیدند در ہند ز ایرانِ دیار

۱۔ اردوے معلیٰ : ''نہ بہ حذف تحتانی مثل زمیں نہ بہ حذف نون ۔'' متن مطابق مہیش ۔

۲۔ خط نمبر ۵ کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اس سے پہلے لکھا گیا ہے یعنی اگست ۱۸۵۰ع سے پہلے ۔ مگر خط کے داخلی مطالب سے سنہ ۱۸۵۷ع تا ۱۸۶۰ع کا اندازہ ہوتا ہے ۔ مہیش پرشاد کے خیال میں جون ۱۸۵۹ع اور اکتوبر ۱۸۵۹ع کے درمیانی زمانے کا خط ہے ۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت ملے تو ان کے خیال کو رد کیا جائے ۔

۳۔ فاروق صفحہ ۱۹ ، مجتبائی صفحہ ۲۵ ، مجیدی صفحہ ۱۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۲ ، مہیش صفحہ ۶۹ ، مہر صفحہ ۱۷۷ ۔

اس کی جگہ لکھ دیا - واقعی پوستین کا بیچنا راہ میں واقع ہوا - پھر 'رسیدند در ہند' بیجا تمھارا تصرف مستحسن ، جس طرح تم نے لکھا ہے اسی طرح رہنے دو -

صاحب ! سنبلستان[1] سے کیوں گھبراتے ہو ؟ میں تمھارے گھبرانے سے گھبراتا ہوں - 'رخ' کو گل 'زلف' کو 'سنبل' فرض کرتے ہیں - 'سنبلستان' میں کیا عیب ہے ؟ اور اگر نہیں پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو -

اس وقت کہ اکتوبر کی آٹھویں ، ہفتے کا دن ، تیسرے پہر کا وقت ہے ، میر قاسم علی صاحب تشریف نہیں لائے - ہاترس کے منصف اور دلی کے نامنصف ہیں - ۱۲ -

از غالب

روز شنبہ[2] ، ہشتم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع ، آخر روز

[۸] ایضاً (۹۷)

میاں[3] سنو ! اس قصیدے کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے ، جیسے ہم تم اپنے اپنے مسائلِ دینی سے ، بلکہ ہم تم باوجود عدم واقفیت امورِ دینی[4] سے نفور نہیں اور وہ شخص اس فن سے بیزار ہے - علاوہ اس کے وہ اتالیق کہاں ؟ وہاں سے نکالے گئے - دلی میں اپنے

۱- 'سبنلستان' شاید جواب 'بوستان' ہو ، نول کشور سے چھپ چکی ہے-

۲- مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ -

۳- فاروقی صفحہ ۲۰ ، مجتبائی صفحہ ۲۶ ، مجیدی صفحہ ۱۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۳ ، مہیش صفحہ ۱۰۲ ، مہر صفحہ ۱۱۷ - میرا خیال ہے کہ اس ممدوح سے مراد امین الدین خاں یا ضیاء الدین خاں ہیں - دیکھیے خط نمبر ۲۱ -

۴- بعض نسخوں میں 'امور دین' ہے ، لیکن طبع اول اور مہیش میں 'دینی' ہی درج ہے -

گھر بیٹھے ہوئے ہیں - جب سے آئے ہیں ایک بار میرے پاس نہیں آئے، نہ میں ان کے پاس گیا - یہ لوگ اس لائق بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے ، چہ جائے آں کہ مدح کیجیے - ہائے انوری :

اے دریغا ! نیست ممدوحے سزاوار مدیح
اے دریغا ! نیست معشوقے سزاوار غزل

غالب

[۱۸۶۱ء[1]]

[۹] ایضاً (۹۸)

'انگشتری'[2] اور 'خاتم' دونوں ایک ہیں - تم نے 'خاتم' بہ معنی 'نگین' باندھا ، یہ غلط -

'جنس وفائے کس مخر' کیا ترکیب ہے ؟ 'جنس کس مخر وفا' البتہ[3] درست ہے - نظر اول میں بہ سبب تکدر حواس اور کثرتِ درد و ورمِ پا کے میں نے خیال نہ کیا ہوگا - ۱۲

یہ خط لکھ کر بند [کر[4]] رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کروں گا - چشم بد دور آج اسی وقت کہ دو گھڑی دن ہے ، آپ کا نوازش نامہ

۱- مہیش نے یہ خط ۲۸ نومبر ۱۸۶۵ء سے پہلے اور مئی ۱۸۶۵ء کے بعد رکھا ہے - لیکن خط نمبر ۲۱ سے میں اسے ۱۸۶۱ء کا فرض کرتا ہوں - نیز دیکھیے خط بنام تفتہ مورخہ نہم ستمبر ۱۸۶۱ء ، خطوط غالب از مہیش پرشاد طبع الہ آباد صفحہ ۸۰ -

۲- فاروقی صفحہ ۲۰ ، مجتبائی صفحہ ۲۶ ، مجیدی صفحہ ۱۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۳ ، مہیش صفحہ ۹۰ ، مہر صفحہ ۱۹۵ — یہ عبارت مرسلہ اشعار کے صفحہ سے نقل کی گئی ہے اور اصلاحی ہدایات پر مشتمل ہے -

۳- یعنی کسی کی جنس وفا نہ خریدو—''جنس وفائے کس مخر'' غلط و بے لطف ہے ''جنس کس مخر ، وفا'' - وہ وفا جسے کوئی نہ خریدے اور نہ پوچھے ، بہتر ہے -

۴- اردوے معلیٰ ندارد ، اضافہ از مہیش -

پہنچا ۔ وہ سرا جو میں نے خالی چھوڑ دیا ہے اس کو کتر کر یہ سطریں
لکھ کر پھر بند کرتا ہوں ۔

سبحان اللہ : ع

دیگر نتواں گفت اخص را کہ اعم ست ایں

اس کا وزن کب درست ہے ؟ کیا فرماتے ہو ؟ غور کرو ، بعد
غور کے اس کی ناموزونی کا خود اقرار کروگے ۔

شرف[1] قزوینی کے مطلع میں 'ساغر غم در کشیدہ ایم' 'ودم
در کشیدہ ایم' دوسرے شعر میں 'پیمانہائے زہر ستم در کشیدہ ایم'
در کشیدن' کو ربط پیمانہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ ؟ اگر 'زہر در
کشیدن' جائز ہوتا تو وہ 'سم' کے قافیہ کو کیوں چھوڑتا ؟

تیسرے شعر میں 'قلم در کشیدن' ہے ۔ چوتھے شعر میں
'آب در کشیدن' ہے ۔ پانچویں شعر میں 'سر در کشیدن' ہے ۔ کیا زہر
پانی ہے ؟ اگر بمثل زہرآب ہوتا تو روا تھا ۔

سبحان اللہ ! یہ عبارت 'جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ و زہر
در کشید' ۔ اے برادر ! 'شرف زہر کجا در کشید ؟ بلکہ پیمانۂ زہر
درکشید ۔ شما ہم ساغر سم در کشید ۔ سم درکشیدن کجا و پیمانۂ غم
در کشیدن کجا ؟ ہم نے تو تم کو اجازت دی ہے ، خیر رہنے دو ۔
ہند میں اس کو کون سمجھے گا ؟ چاہو یوں کر دو :

دانی من و دل انچہ بہم در کشیدہ ایم
در یک نفس دو ساغر سم در کشیدہ ایم   غالب ۱۲ ۔

۱۔ شرف جہاں قزوینی خاندانی اعتبار سے امرا و سلاطین سے عزت یافتہ تھے ۔ شاہ طہماسپ کے دربار میں بڑا عروج پایا ۔ کربلا میں ایک نہر بنوائی تھی جو ان کے نام سے مدتوں مشہور رہی ۔ ان کی غزل صفوی عہد میں سعدی کی یاد دلاتی ہے ۔
(آتش کدہ چاپ بمبئی صفحہ ۳۱۴ ۔ صنادید عجم ، مہدی حسن ناصری ، طبع ۱۹۴۱ع الہ آباد صفحہ ۲۵۷) ۔

سبحان اللہ ! تم جانتے ہو کہ میں اب دو مصرع موزوں کرنے پر قادر ہوں جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو ؟

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی
بدست مرگ ولے بد تر از گمان تو نیست

خیر شرف قزوینی کی سند پر وہ مطلع رہنے دو - ۱۲ غالب ۱۲

میں ایسا جانتا ہوں کہ 'دراعہ' بہ تشدید ہے اور وہ درع بوزن زرع اور لغت ہے - ۱۲

صاحب ! یہ قصیدہ تم نے ایسا لکھا ہے کہ میرا دل جانتا ہے ، کیا کہنا ہے ۔ ایک خیال رکھا کرو کہ شعر اخیر میں کوئی بات ایسی آ جائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کریں ۔

ایک قصیدہ اصلاح دے کر بھیج چکا ہوں اور اسی ورق پر فلانے صاحب کے باب میں تم کو ایک نصیحت کر چکا ہوں ۔ ادھر کے جواب کا ہرگز خیال نہ رکھو اور ادھر سے اگر قصیدے کے ارسال میں دیر ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو ۔ اب میرے پاس دو قصیدے ہیں ، ایک 'لشکر برآورم' اور ایک کل آیا ہے 'بر جا ماند' و 'دریا ماند' ۔ خوب کہی کہ مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈنا پڑتا ہے ۔ اگر میں تم کو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اس کے نام کا تم سے منگوا چکا ہوتا اور اس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا ۔ بھائی ! ایک دقیقہ ہے کہ لکھنے کے قابل نہیں ۔ ہاں ، ملاقات ہونے پر کہہ سکتا ہوں ۔ اللہ اللہ[1] !

[۱۸۶۳ع[2]]

۱- تمام مطبوعہ نسخوں میں ''اللہ اللہ'' ہے ۔ گمان کرتا ہوں کہ کاتب کی غلطی ہے کہ ''اسد اللہ'' کو اللہ اللہ لکھ دیا ۔

۲- دیکھیے خط نمبر ۲۱ - ۲۵ - اگرچہ ایک خفیف سا شبہ ان سب خطوں کے بارے میں ۱۸۶۱ع کا بھی ہے ۔

[۱۰] ایضاً (۹۹)

صاحب[1] ! 'گوہر را' 'خاور را' یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا ، ہم نے اصلاح دے کر تمھارے پاس بھیج دیا ہے۔ جب تم صاف کر کے بھیجو گے ، ہم تمھارے ممدوح کو دے دیں گے۔ کل تمھارا یہ قصیدہ پہنچا ، ہم نے دو پہر کو دیکھ کر درست کیا ، آج پنجشنبہ ۱۲[2] ستمبر کو ڈاک میں بھجوا دیا۔

صاحب ! آج میر بادشاہ آئے ، تمھاری خیر و عافیت اُن کی زبانی معلوم ہوئی۔ اللہ تمھیں خوش رکھے اور مجھ کو تمھارے خوش رکھنے کی توفیق دے۔ ممدوح کا نام کیا لکھوں ؟ بات اسی قدر ہے کہ رام پور میں کوئی صورت کوئی کسی طرح بنتی نظر نہیں آتی ، ورنہ کیا تمھارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ؟ ۱۲

'دراعہ' کو یہ نہ کہو کہ تشدید نہیں ہے۔ اصل لغت مشدد ہے ، شعرا اس کو مخفف بھی باندھتے ہیں۔ سعدی کے مصرعہ سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ 'دراعہ' بے تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے 'جادہ' اور 'دراعہ' دونوں عربی لغت ہیں۔ وہ دال کی تشدید سے اور یہ رے کی تشدید سے مگر خیر 'جادہ' اور 'دراعہ' بھی لکھتے ہیں۔ یہ نہ کہو کہ 'دراعہ' ہرگز نہیں ہے۔ یہ کہو کہ 'دراعہ' بے تشدید بھی جائز ہے۔

غالب ۱۲
[۱۸۶۳ع[3]]

۱- فاروقی صفحہ ۲۱ ، مجتبائی صفحہ ۲۷ ، مجیدی صفحہ ۱۰۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۴ ، مہیش صفحہ ۹۱ ، مہر ۱۹۶ -
۲- مہیش پرشاد نے ۱۰ ستمبر ۱۸۶۳ع لکھا ہے جو تقویم کے مطابق ہے - لیکن اردوے معلیٰ کے نسخوں میں '۱۲ ستمبر' ہی ہے -
۳- دیکھیے خط نمبر ۲۱ ، نیز خط نمبر ۲۵ -

[۱۱] ایضاً (۱۰۰)

صاحب[1] ! دیباچہ و تقریظ کا لکھنا اتنا آسان نہیں ہے کہ جیسا تم کو دیوان کا لکھ لینا ۔ کیوں روپیہ خراب کرتے ہو اور کیوں چھپواتے ہو ؟ اور اگر یوں ہی جی چاہتا ہے تو ابھی کہے جاؤ ، آگے چل کر دیکھ لینا ۔ اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر میں پڑو گے ۔ تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے، میں کہاں تک دیباچہ لکھا کروں گا ۔ مدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اُس دیوان کے برابر ہو لینے دو۔ اب کچھ قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو ۔ دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جائے ، دوسرے دیوان میں اُس کو بھی درج کرو ۔

صاحب ! جہاں تقطیع میں الف نہ سمائے ، وہاں کیوں لکھو ۔

اسد

[۱۸۵۴ء[2]]

[۱۲] ایضاً (۱۰۱)

'دید[3] مست' یہ لفظ نیا بنایا ہے ۔ مقصود تمھارا میں نے تو سمجھ لیا مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھے گا ۔ 'المعنی فی بطن القائل' کے

۱- فاروقی صفحہ ۲۱ ، مجتبائی صفحہ ۲۸ ، مجیدی صفحہ ۱۰۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۵ ، مہیش صفحہ ۲۷ ، مہر صفحہ ۱۴۳ -

۲- مہیش صاحب نے یہ خط جولائی ۱۸۵۴ع اور ۱۸۵۷ع سے پہلے لکھا ہے ، تاریخ کا تعین نہیں کیا ۔ آفاق صاحب مئی ۱۸۵۵ع اور مہر صاحب ۱۸۵۵ع تجویز کرتے ہیں ۔ میں قرائن سے ۱۸۵۴ع فرض کرتا ہوں ۔

۳- فاروقی صفحہ ۲۲ ، مجتبائی صفحہ ۲۸ ، مجیدی صفحہ ۱۰۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۵ ، مہیش صفحہ ۲۴ ، مہر صفحہ ۱۴۱ -

یہی معنی ہیں -
'چشمان پر خمار' و 'چشمان بے حیا' ان دونوں ترکیبوں میں سے ایک لکھ لو - ان سب اشعار میں نہ عیب ، نہ لطف -
دیکھو صاحب[1] ! خط میں تم پھر وہی 'بیش' و 'بیشتر' کا قصہ لائے ہو - 'چہ جرم' و 'چہ سبب' و 'چہ گناہ' پر جو سند لاتے ہو : مصرع[2]

عشق است و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم

اس کی حاجت کیا ہے ؟
'جاناں مددے' 'یاراں مددے' یہ تمام غزل اسی طرح کی ہے - اگر یہ ترکیب درست نہ ہوتی تو میں ساری غزل کیوں نہ کاٹ ڈالتا ؟ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے :

نہ ضرر کفر کو ، نہ دین کو نقصان مجھ سے
باعثِ دشمنی ، اے گبر و مسلماں مجھ سے؟

غالب کہتا ہے :

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام ؟
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں !

یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ڈرتا ہوں - یہ جملہ سارا مقدر ہے - میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا ، وہ جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں مگر :

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہیں :

۱- بیش و بیشتر کے لیے دیکھیے حصہ دوم کا خط نمبر ۲ -
۲- غالب مصرع کی جگہ بھی ساٹھ روپے کا رقمی ہندسہ لکھتے ہیں - لیکن نسخۂ مبارک علی میں ''مصرع'' ہے -

اگـر دریافتی ، بـر دانشت بوس
وگر غافل شدی، افسوس افسوس

از اسد اللہ

روز جمعہ ، ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۵۴ع

[۱۳] ایضاً (۱۰۲)

صاحب[1] !

یہ قصیدہ تم نے بہت خوب لکھا ہے ۔ حق تعالیٰ شانہ اس کا تمھیں صلہ دے ۔ نواب مصطفیٰ خان صاحب کے ہاں سے قصیدے کی رسید آ گئی ، یقین ہے کہ تم کو بھی وہ خط لکھیں ۔ درینولا یہاں آیا چاہتے ہیں اور مجھ کو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا ، کیا کہنا ہے ، ایسا ہے اور ایسا ہے ۔ میں چند روز میں وہاں آتا ہوں ۔ عندالملاقات اس قصیدے کے باب میں باتیں ہوں گی ۔ ضیاء الدین خاں صاحب کا بھی مقدمہ[2] آج کل فیصل ہوا چاہتا ہے ۔ وہ قصیدہ جو

۱۔ فاروقی صفحہ ۳۲ ، مجتبائی صفحہ ۲۹ ، مجیدی صفحہ ۱۰۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۶ ، مہیش صفحہ ۸۲ ، مہر صفحہ ۱۸۸ ۔

۲۔ مہر صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۸۴۸ع میں امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں میں انتظام ریاست پر اختلاف ہوا تھا ، اس کے آخری فیصلے کا ذکر ہوگا ۔ لیکن میرے خیال میں جاگیر کی ضبطی بہ سلسلہ غدر اور بحالی ۱۸۵۸ع مراد ہے ۔ اگر یہ مقدمہ مراد لیا جائے تو خط ۱۸۵۸ع کا قرار پاتا ہے ۔ مشکل یہ ہے کہ ان دنوں مصطفیٰ خاں ماخوذ تھے ۔ وہ جنوری ۱۸۵۹ع میں چھوٹے تھے ۔ خط کا اسلوب اسے ۱۸۶۳ع کا بتاتا ہے ۔ ۱۸۶۲ع اور ۱۸۶۳ع میں قصیدوں کا ذکر مسلسل ہے ۔

میرے پاس امانت ہے ، اُن کو دیا جائے گا ۔ انشاء اللہ العلی العظیم :
[مصرع]

از من فراغ برد بریدم من از فراغ

'بریدم من از فراغ' یعنی قطع نظر کردم از فراغ ، نومید شدم از فراغ - ۱۲

[۱۸۶۱ع[1]]

[۱۴] ایضاً (۱۰۳)

بھائی[2] !

'ریمیا' و 'ہیمیا' خرافات ہے ۔ اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بو علی یہ بھی کچھ اس باب میں لکھتے۔ 'کیمیا' اور سیمیا' دو علم شریف ہیں ۔ جو اشیاء کی تالیف سے تعلق رکھے وہ 'کیمیا' اور جو اسماء سے متعلق ہو ، وہ 'سیمیا' [شعر[3]]

جاں غمِ 'سیمیا' نہ خورد گہے

دل سوے 'کیمیا' نیاوردم

شعر با معنی ہو گیا ۔ یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہیں وہ حق ہے ۔ کیا آگے احمق آدمی نہیں پیدا ہوتے تھے؟

'زمان و زمانہ' کو میں پاگل ہوں جو غلط کہوں گا ؟ ہزار جگہ میں نے نظم و نثر میں 'زمان و زمانہ' لکھا ہوگا ۔

وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا ؟ سمجھو پہلا مصرع لغو ، دوسرے مصرع میں 'نبرد' کا فاعل معدوم ۔

۱- دیکھیے خط نمبر ۲۱ -

۲- فاروقی صفحہ ۲۳ ، مجتبائی صفحہ ۲۹ ، مجیدی صفحہ ۱۰۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۶ ، مہیش صفحہ ۸۳ ، مہر صفحہ ۱۸۹ -

۳- اضافہ۔ گویا یہ بحث شعر ذیل ہی کے بارے میں ہے -

حلقہ 'زا' کی زے ، پر نقطہ نہ تھا ، میں نے غصہ میں لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست ، مگر یہ فارسی 'بیدلانہ' ہے ۔ خیر رہنے دو ، مرتا ہوں مجھے سمجھاتے ہو کہ 'صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت' مگر میں بانی کلام اہل زبان نہیں : [مصرع]

گردشِ چرخ استخوان سائید

اس سے یہ بہتر ہے :

سودہ شد استخوان ز گردش چرخ

باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہیں ۔

غالب ۱۲

[۱۸۶۳ع]

[۱۵] ایضاً (۱۰۳)

حضرت[1] ! پرسوں صبح تمھارے سب کواغذ ایک[2] لفافہ میں بند کر کے ڈاک گھر بھجوا دیے ۔ سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی ، اسی دن شام کو ایک خط آپ کا اور پہنچا ، اس کو بھی روانہ کرتا ہوں ۔ اپنا حال پرسوں کے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں ۔ ادنیٰ بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھتا ہوں ، وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہوا میرا حال باور نہیں اور کسی نے جو کہہ دیا کہ 'غالب' کے پانوں کا ورم اچھا ہوگیا اور اب وہ شراب دن کو بھی پیتا ہے تو حضور نے ان باتوں کو یقین جانا ۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ ابر و باراں میں یا پیش از طعامِ چاشت یا قریبِ شام تین گلاس پی لیتا تھا اور شراب شبانۂ معمولی میں مجرانہ لیتا تھا ۔ اس بیس برس میں بیس برساتیں ہوئیں، بڑے بڑے مینہ برسے، پینا ایک طرف، دل میں بھی خیال

۱- فاروقی صفحہ ۲۳ ، مجتبائی صفحہ ۳۰ ، مجیدی صفحہ ۱۱۰ ، مبارک علی صفحہ ۳٦۷ ، مہیش صفحہ ۸۷ ، مہر صفحہ ۱۹۳ ۔

۲- دیکھیے خط نمبر ۱۸ حصہ دوم ۔

نہ گزرا، بلکہ رات کی شراب کی مقدار کم ہوگئی ہے۔ پانوں کا ورم حد سے زیادہ گذر گیا، مادہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھولن شروع ہوگئی۔ حکماء جو دو تین یہاں ہیں اُن کی رائے کے مطابق کل سے سنیب کا بھرتا بندھے گا۔ وہ پکا لائے گا، تب اُس کے پھوڑنے کی تدبیر کی جائے گی۔ تلوا زخمی، پنڈلی زخمی، اگر وہ نامرد، بےدرد، جھوٹا ہے تو اُس پر ہزار لعنت اور اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر سو ہزار لعنت۔ ۱۲
[۵ جولائی ۱۸۶۳ع][1]

[۱۶] ایضاً (۱۰۵)

مرزا[2] تفتہ!

یہ غلطی تمھارے کلام میں کبھی نہیں دیکھی تھی کہ شعر نا موزوں ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ 'اعم' بہ تشدیدِ لفظ عربی ہے:
[مصرع]

ذیگر نتواں گفت اخص را کہ اعم است

مگر بحر اور ہو جاتی ہے۔ مانا کہ فارسی نویسانِ عجم نے یوں بھی لکھا ہو۔ کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کرو گے؟ اور پھر اس صورت میں بھی تو بحر بدل جاتی ہے؟ ناچار اس شعر کو نکال ڈالو۔ ہمیں نے تمھیں قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہیں کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مدح بہ شرط ضرورت لکھو، مگر بہ فکر و غور۔ ۱۲

غالب

۱۶ جولائی[3] ۱۸۶۳ع

۱۔ دیکھیے خط نمبر ۱۸ جس کی روشنی میں تاریخ، مہینہ اور سنہ میں نے متعین کیا ہے۔
۲۔ فاروقی صفحہ ۲۴، مجتبائی صفحہ ۳۱، مجیدی صفحہ ۱۱۰، مہیش صفحہ ۸۸، مہر صفحہ ۱۹۴۔
۳۔ یہ تاریخ اردوے معلیٰ اور مہیش میں موجود ہے مگر مہر میں ندارد۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۲۵، ۲۲، ۲۰، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵۔

[۱۷] ایضاً (۱۰۶)

صاحب[۱] ! 'کشیدن' کی طرح 'در کشیدن' و 'برکشیدن' بلکہ 'برکشیدن' کی جگہ 'درکشیدن' نہ چاہیے - 'برآمدن' و 'در آمدن' کا استعمال بعض متاخرین نے عام کر دیا ہے یعنی 'درآید' سے 'برآید' کے معنی لیے ہیں - لیکن 'در کشیدن' اور ہے اور 'کشیدن' اور -

میں قریب بہ مرگ ہوں - پاؤں کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے - باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہیں ، وہ بھی گواہ ہیں کہ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں - خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے - اشعار اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے، سب کو منع کر دیا - ایک رئیس رام پور اور ایک تم ، ان کی اصلاح رہ گئی -

[۱۸۶۳ع[۲]]

[۱۸] ایضاً (۱۰۷)

حضرت[۳] ! آپ کے سب خط پہنچے ، سب قصیدے پہنچے ، بعد اصلاح بھیج دیے گئے- ستر برس کی عمر ، آرامِ روحانی نہ میں کہوں

۱- فاروقی صفحہ ۴۲ ، مجتبائی صفحہ ۳۱ ، مجیدی صفحہ ۱۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۸ ، مہیش صفحہ ۹۲ ، مہر صفحہ ۱۹۷ : "بھائی صاحب" بجائے "صاحب" -

۲- خط نمبر ۱۵ اور ۱۸ میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے - اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھی جون یا جولائی کا ہونا چاہیے- مہیش صاحب نے اسے نومبر سے پہلے جگہ دی ہے جو میرے نزدیک غلط ہے - دیکھیے خط نمبر ۲۳ -

۳- فاروقی صفحہ ۴۲ ، مجتبائی صفحہ ۳۱ ، مجیدی صفحہ ۱۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۸ ، مہیش صفحہ ۸۸ ، مہر صفحہ ۱۹۴ -

نہ کوئی باور کرے - امراض جسمانی میں کیا کلام ہے؟ بائیں پاؤں میں مہینہ بھر سے ورم ہے، کھڑے ہونے میں رگیں پھٹنے لگتی ہیں - افعالِ دماغ ناقص ہوگئے، حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں - قصہ مختصر ایک قصیدہ سابق کا اور ایک کل کا آیا ہوا، یہ دونوں ایک لفافہ میں آج روانہ کرتا ہوں -

جمعہ ۳ جولائی[1] [۱۸۶۳ع]

[۱۹] ایضاً (۱۰۸)

حضرت[2]! اس قصیدے کی جتنی تعریف کروں کم ہے - کیا کیا شعر نکالے ہیں - لیکن افسوس کہ بے محل اور بے جا ہے - اس مدح اور ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر سیب یا بہی کا درخت اُگ جائے -

خدا تم کو سلامت رکھے، دوکان بے رونق کے خریدار ہو - ۱۲

[۱۸۶۸ع[3]]

۱- دیکھیے خط نمبر ۱۵ اور ۱۷ --- مہر صاحب فرماتے ہیں: ''جس خط کا حوالہ ان فقروں میں دیا گیا ہے نظر بہ ظاہر وہ ضائع ہو گیا -
جنتری میں جمعہ ۳ جولائی ۱۸۶۳ع مطابق ۱۵ محرم ۱۲۸۰ھ -

۲- فاروقی صفحہ ۲۵ ، مجتبائی صفحہ ۳۲ ، مجیدی صفحہ ۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۸ ، مہیش صفحہ ۱۰۴ ، مہر صفحہ ۲۰۷ - غالباً مولانا حالی نے اس خط پر نوٹ لکھا ہے کہ ''یہ قصیدہ غالباً مرزا تفتہ نے خود مرزا صاحب مرحوم کی مدح میں لکھ کر بھیجا تھا --- ۱۲'' نیز دیکھیے خط نمبر ۲۳ -

۳- شاید آخری زمانے کا خط ہو ، لیکن ۱۸۶۳ع کا ماننا بھی بعید از قیاس نہیں - مہیش پرشاد صاحب نے اسے آخری خط سے پہلے لکھا ہے -

[۲۰] ایضاً (۱۰۹)

لو[1] صاحب! ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالہ کا جانا موقوف کیا اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت وقت پر موقوف رکھا۔ بیمار ہوں، ہاتھ پر ایک زخم، زخم کیا ایک غار ہو گیا ہے۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔

غالب - ۱۲

[اپریل[2] ۱۸۶۳ع]

[۲۱] ایضاً (۱۱۰)

تم[3] کو معلوم رہے کہ ایک ممدوح تمھارے یہاں آئے ہیں۔ ان کو میں نے تمھاری فکر اور تلاش کا مداح پایا ہے۔ جنوری ۱۸۶۲ع میں کچھ تمھاری خدمت میں بھیجیں گے، تم کو قبول کرنا ہوگا۔ سمجھے، یہ کون؟ یعنی نواب مصطفیٰ خاں صاحب اور دوسرے ممدوح، یعنی نواب ضیاء الدین خاں۔ وہ آخر دسمبر سنہ ۱۸۶۱ع میں یا اوائل جنوری سنہ ۱۸۶۲ع میں حاضر ہوں گے۔

[دسمبر[4] ۱۸۶۱ع]

۱- فاروقی صفحہ ۲۵، مجتبائی صفحہ ۳۲، مجیدی صفحہ ۱۱۱، مبارک علی صفحہ ۳۶۸، مہیش صفحہ ۸۷، مہر صفحہ ۱۹۳-

۲- غالب نے ۳۱ مارچ ۱۸۶۳ع کو خلعت پایا، اس واسطے یہ خط اپریل کا قرار پاتا ہے۔ کسی نے تاریخ معین نہیں کی، صرف مہیش پرشاد نے سنہ لکھا ہے۔

۳- فاروقی صفحہ ۲۵، مجتبائی صفحہ ۳۲، مجیدی صفحہ ۱۱۲، مبارک علی صفحہ ۳۶۸، مہیش صفحہ ۸۲، مہر صفحہ ۱۸۹-

۴- مہیش و مہر میں تاریخ نہیں ہے۔ مہر میں لفظ ''غالب'' کا اضافہ ہے۔ (نیز دیکھیے خط نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۲۵)

[۲۲] ایضاً (۱۱۱)

لا حول[1] و لا قوۃ—کس ملعون نے بہ سبب ذوقِ شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی۔ اگر میں شعر سے بیزار نہ ہوں، تو میرا خدا مجھ سے بیزار۔ میں نے تو بہ طریق "قہر درویش بہ جان درویش" لکھا تھا۔ جیسی اچھی جورو برے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے، میرا تمھارے ساتھ وہ معاملہ ہے۔ ۱۲

[۱۸۶۳ع[2]]

[۲۳] ایضاً (۱۱۲)

میرزا[3] تفتہ! کیا کہنا ہے! نہ ظہیر کا پتہ، نہ غالب کا۔ مداحِ شایستۂ صد ہزار آفریں، ممدوح سزاوار صد نفرین۔ ۱۲

[۱۸۶۸ع]

۱۔ فاروقی صفحہ ۲۵، مجتبائی صفحہ ۳۲، مجیدی صفحہ ۱۱۲، مبارک علی صفحہ ۳۶۹، مہیش صفحہ ۹۲، مہر صفحہ ۱۹۷۔ لفظ 'غالب' کا اضافہ ہے۔

۲۔ یہ تاریخ بھی کسی نے نہیں لکھی۔ مہیش نے ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ع سے پہلے اسے درج کیا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۱۷۔

۳۔ فاروقی صفحہ ۲۵، مجتبائی صفحہ ۳۲، مجیدی صفحہ ۱۱۲، مبارک علی صفحہ ۳۶۹، مہیش صفحہ ۱۰۴، تفتہ کے نام آخری خط، مہر صفحہ ۲۰۷، فاروقی و مجیدی وغیرہ میں حاشیہ ہے: "یہ رقعہ بھی غالباً کسی مدحیہ قصیدے کے جواب میں لکھا ہے جو خود مرزا غالب مرحوم کی مدح میں لکھا گیا تھا۔" ۱۲ نیز دیکھیے خط نمبر ۱۹۔

[۲۴] ایضاً (۱۱۳)

صاحب[1]!

تم نے 'تن تن' کا ذکر کیوں کیا ؟ میں نے اس باب میں کچھ لکھا نہ تھا ۔ 'تن تن' اور 'تننا' اصوات ہیں تار کے ۔ ہندی و فارسی میں مشترک ۔ 'نبیا' اور 'امامن' کے لکھنے کو میں نے منع ہرگز نہیں کیا ، شوق سے لکھو ۔ یہ تم کو سمجھایا تھا کہ 'نبیا' مخفف نبی بخش اور 'امامن' متعلق بہ امام ہے ۔ مشتقات میں سے اس کو تصور نہ کرو ۔ قاعدہ دانانِ اشتقاق تم پر ہنسیں گے ۔ ۱۲

'ایوائے' کے جتنے شعر تم نے لکھے ہیں، سب مانع ہیں 'ایوا' کے اور سند 'ایوا ے' کی موسوی خان نے بہ حسبِ ضرورت شعر 'ایوا' لکھا ہے ۔ 'تہمتن' بر وزن 'قلمزن' ہے ۔ فردوسی نے سو جگہ شاہ نامہ میں 'تہمتن' بہ سکون ہائے ہوز لکھا ہے ۔ پس کیا اس لغت کی دو صورتیں قرار پا گئیں ؟ لا حول و لا قوۃ ! لغت وہی بہ حرکت ہائے ہوز ہے ۔ ۱۲

میں نے کس قدر کلام کو طول دیا ۔ صائب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سے لکھی، تم نے ہرگز اعتنا نہ کیا ۔ 'ایوا' کو الگ سمجھے، ذرا 'مصیبتاہ' کو جدا سمجھے ۔ بھلا میرے قول کو گوزِ شتر سمجھتے ہو؟ ذرا 'مصیبتاہ' یا 'حسرتاہ' "برہان قاطع" میں یا "بہار عجم" میں ہم کو دکھا دو ۔ وہی 'وائے' ہے کہ جب اس کے بعد 'مصیبتا' یا 'حسرتا' یا 'ویلا' آتا ہے تو تحتانی کو حذف کر کے 'واویلا' وغیرہ لکھتے ہیں ۔ چاہو ، 'اے واویلا' لکھو ، چاہو 'واویلا' لکھو ، چاہو آخر میں ہائے ہوز لکھو ، جیسا کہ 'وا مصیبتاہ' ، چاہو نے ہائے ہوز 'وامصیبتا'

۱۔ فاروقی صفحہ ۲۵ ، مجتبائی صفحہ ۳۳ ، مجیدی صفحہ ۱۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۹ ، مہیش صفحہ ۱۰۱ ، سہر صفحہ ۲۰۳ ۔

اور یہی حال ہے 'حسرت' و 'درد' و 'اسف' و 'دریغ' کا - جہاں
'اے' کے ساتھ 'وامصیبتا' پاؤ ، وہاں 'اے' کو حرفِ ندا اور منادی
یعنی ہم نشین اور ہم دم کو مقدر سمجھو - فرہنگ لکھنے والوں نے
اشعارِ قدما میں ترکیبیں دیکھیں ، اپنا قیاس دوڑا کر اُس کی حقیقت
ٹھہرا لی - کہیں اُن کا قیاس غلط ، کہیں صحیح - سو اُن میں یہ دکنی
ایسا کج فہم ہے کہ اُس کا قیاس سو لغت میں شاید دس جگہ صحیح
ہو - میں نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ موسوی خان کے شعر کی سند
پر 'ایوا' کو رہنے دو مگر صائب کے شعر میں 'ایوا' کو الگ اور
'مصیبتاہ' کو جدا نہ سمجھو - تمھارے قیاس نے پھر تمھیں کہیں کا
کہیں پھینکا اور تم نے بھی کہا کہ صائب نے 'ایوا' لکھا ہے -

نجات کا طالب غالب ۱۲
[مئی'] ۱۸۶۵ء]

[۲۵] ایضاً (۱۱۴)

سچ[۲] ہے ، اگر آپ اُستاد کا مصرع نہ لکھتے تو میں 'بہ روے
استادنِ رنگ' کو کہاں سے سمجھتا ؟

بہ از من نصیحت گری بایدت
ندانم پس از من چہ پیش آیدت

میں نے جو لکھا کہ میں اچھا ہوں ، اس کو آپ [سچ] سمجھ کر
خدا کا شکر بجا لائے - وہ جو میں نے لکھا تھا کہ 'شدتِ مرض کا
بیان مبالغۂ شاعرانہ ہے' اس کو بھی آپ نے سچ جانا ہوگا ؟ حال آنکہ

۱- دیکھیے خط نمبر ۳ ، مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۶۵ء -
۲- فاروقی صفحہ ۲۶ ، مجتبائی صفحہ ۳۴ ، مجیدی صفحہ ۱۱۳ ،
مبارک علی صفحہ ۳۷۰ ، مہیش صفحہ ۸۹ ، مہر صفحہ ۱۹۴ -

یہ دونوں کلمے از راہِ طنز تھے۔ میں جھوٹ سے بیزار ہوں اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہوں، کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ جب تم نے کسی طرح بیانِ واقعی کو باور نہ کیا، تو میں نے تمھیں لکھ بھیجا کہ اچھا ہوں۔ اور یہ کلمہ تمھیں میں نے جب لکھا ہے کہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک دم میں دم اور ہاتھ میں جنبش قلم ہے، جب تک موقع اصلاح خیال میں آ سکتا ہے، آج جو تمھارا دفتر پہنچے گا، اس کو کل روانہ کر دیا کروں گا۔

مجملاً حال میرا یہ ہے کہ قریب بہ مرگ ہوں۔ دونوں ہاتھوں میں پھوڑے، پاؤں میں ورم، نہ وہ اچھے ہوتے ہیں، نہ یہ رفع ہوتا ہے۔ بیٹھ نہیں سکتا، لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ کل تمھارا دو ورقہ آیا، آج صبح کو لیٹے لیٹے اس کو دیکھ کر تمھیں بھجوایا۔ زنہار تم مجھے تندرست سمجھے جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایک دن سے زیادہ توقف نہ کروں گا، قریب مرگ ہوں تو بلا سے۔

غالب

صبح پنج شنبہ[1] ۲۳ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع

[۲۶] ایضاً (۱۱۵)

صاحب[2]! قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا۔ آفرین ہے! پھ اُستاد کے شعر تضمین کیوں کرتے ہو؟ نہ اس کی کچھ حاجت، نہ اس میں کوئی افزائش حسن۔ تمھارے ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھ دیا ہے تاکہ مقطعِ کلام ہو جائے۔

۱- دیکھیے خط نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۲ — پنجشنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۶۳ع مطابق ۶ صفر ۱۲۷۹ھ۔

۲- فاروقی صفحہ ۲۷، مجتبائی صفحہ ۳۰۴، مجیدی صفحہ ۱۱۴، مبارک علی، صفحہ ۳۷۰، مہیش صفحہ ۸۱، مہر صفحہ ۱۸۷۔

پہلا قصیدہ تمھارا 'برآورم ، برآورم' کی ردیف کا سست ہے ، اس کو ہم نے نامنظور کیا ۔ مگر نظرِ ثانی میں جو شعر قابل رکھنے کے ہوں گے ، وہ لکھ کر تم کو بھیج دیں گے ۔ بالفعل ایک شعر کی قباحت تم پر ظاہر کرتے ہیں تاکہ آیندہ اس پا لغز سے احتراز کرو: [مصرع]

نور سعادت از جبہۂ قاصدم چکد

یہ کیا ترکیب ہے ؟ 'جبہہ' بروزن چشمہ ہے یعنی دو ہائے ہوز ہیں 'جبۂ قاصد' ایک ہائے ہوز کہاں گئی ؟ [مصرع]

ہر کجا چشمۂ بود شیریں

'چشمہ' جگہ کی 'چشہ' لکھتے ہو؟ یہ بات ہمیشہ کو یاد رہے ۔ اتنے بڑے مشاق سے ایسی غلطی ؟ بہت تعجب کی بات ہے ۔ ۱۲

میاں ! [مصرع] برگ دنیا[1] نہ ساز دینش بود

یہ کوئی لغت نہیں ، ایک لفظ نہیں کہ کسی فرہنگ میں سے نکل آئے ۔ یہ طرزِ تحریر ہی کس کو یاد ہے کہ 'اس کا نظیر کہاں موجود ہے' ۔ اس امر سے قطع نظر ، وہ شخص ایسا کہاں کا فارسی دان اور عالم ہے کہ میں لڑکوں کی طرح بیت بحثی کروں ۔ دو جوتیاں آپ لگا دیں ، ایک جوتی تم سے لگوا دی ۔ اب قطع نظر کرو اور سکوت اختیار فرماؤ ۔

میں 'برہان' کا خاکہ اڑا رہا ہوں ۔ 'چار شربت'[2] اور 'غیاث اللغات' کو حیض کا لتہ سمجھتا ہوں ۔ ایسے گم نام چھوکروں سے کیا مقابلہ

۱- یہ مصرع مثنوی 'باد مخالف' میں ہے ، پورا شعر ہے :

برگ دنیا نہ ساز دینش بود
ننگ دہلی و سر زمینش بود

(کلیات، جلد ۱ ، صفحہ ۲۸۹)غالباً ''ساز دین''پر کسی نے کوئی اعتراض کیا ہے ۔

۲- ''چار شربت'' محمد حسن قتیل کی بہت عمدہ تالیف ہے ، جس میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۱۵ پر)

کروں گا ۔ 'برہان قاطع' کے اغلاط بہت نکالے ہیں ، دس جزو کا ایک رسالہ لکھا ہے ۔ اُس کا نام 'قاطع برہان' رکھا ہے ۔ اب اس کے چھاپے کی فکر ہے ۔ اگر یہ مدعا حاصل ہو گیا تو ایک جلد چھاپے کی تم کو بھیج دوں گا ۔ ورنہ کاتب سے نقل کروا کر قلمی ایک جلد بھیج' دوں گا ۔ بہت سودمند نسخہ ہے ۔ ۱۲

اس قصیدۂ متبرکہ کو موافق اصلاح کے اس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کرکے اور جو مطالب کہ اس کاغذ پر مرقوم ہیں ، ان کو حافظہ کے سپرد کرکے اس ورق کو پھاڑ ڈالو اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو ، یہ قصیدہ تمھارا ہم کو بہت پسند آیا ہے ۔

غالب

جمعہ ۴[2] اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع

[۲۷] ایضاً (۱۱۶)

صاحب[3] ! تمھارے یہ اوراق سکندر آباد سے دلی اور دلی سے رام پور پہنچے ۔ یقین ہے کہ رام پور سے میرے بھیجے ہوئے سکندر آباد پہنچے ہوں گے ۔ سوائے ایک مصرعہ کے مجھے اور جگہ کی اصلاح یاد نہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱۴)

عروض و قافیہ ، اصطلاحات اہل زبان ، اداب و اصول نثر نگاری ، رقعات و مکاتیب ہیں ۔ میرے پاس اس کا بہت عمدہ نسخہ چاپ لکھنؤ ۱۲۶۱ھ موجود ہے ۔

غیاث اللغات : ملا غیاث الدین رام پوری کا مشہور لغت نامہ جس میں درسیات قدیم پر بہت اچھا مواد موجود ہے ۔

۱- قاطع برہان : مئی ۱۸۶۲ع میں چھپی ہے ۔ اس خط سے تاریخ تکمیل کتاب معلوم ہوتی ہے ۔

۲- مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ۔

۳- فاروقی صفحہ ۲۸ ، مجتبائی صفحہ ۳۵ ، مجیدی صفحہ ۱۱۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۱ ، مہیش صفحہ ۷۲ ، مہر صفحہ ۱۸۰ ۔

تم جو اپنے فرزند کو ناشناسائے مزاج روزگار کہتے ہو، خود آس میں اس سے کیا کم ہو۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ رام پور میں مجھے کون نہیں جانتا۔ کہاں مولوی وجیہہ الزمان صاحب، کہاں میں؟ آن کا مسکن میرے مسکن سے دور۔ پھر درِ دولتِ رئیس کہاں اور میں کہاں؟ چار دن والیِ شہر نے اپنی کوٹھی میں اتارا۔ میں نے مکان جدا گانہ مانگا، دو تین حویلیاں برابر مجھ کو عطا ہوئیں۔ اب اس میں رہتا ہوں۔ بہ حسبِ اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس[1] ہے۔ ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے۔ برابر دلی سے خط چلے آتے ہیں۔ صرف رام پور کا نام اور میرا نام، محلہ کی اور عرف کی حاجت نہیں، بلکہ درِ دولت اور مولوی صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے۔

دوسری بات جو تم نے لکھی ہے وہ بھی مطابق واقع و مناسبِ حال نہیں۔ اگر اقامت قرار پائی تو تم کو بلا لوں گا۔

غالب - ۱۲

[فروری[2] ۱۸۶۰ع]

[۲۸] ایضاً (۱۱۷)

صاحب[3]! واقعی 'سداب[4]' کا ذکر کتبِ طبی میں بھی ہے اور

۱- ۲۱ فروری ۱۹۴۴ع کو کرنل بشیر حسین صاحب زیدی نے اس مکان کو یادگار میں منتقل کیا اور نواب رضا علی خاں مرحوم آف رام پور نے اس کے یادگاری پتھر کی نقاب کشائی فرمائی۔ (دیکھیے 'مکاتیب غالب' طبع ۱۹۴۹ع صفحہ ۹۷)۔

۲- مہیش پرشاد نے صرف سنہ لکھا ہے جو مہر صاحب نے نقل کر دیا ہے۔

۳- فاروقی صفحہ ۲۸، مجتبائی صفحہ ۳۶، مجیدی صفحہ 115، مبارک علی صفحہ ۳۷۲، مہیش صفحہ ۹۸، مہر صفحہ ۲۰۱۔

۴- سداب: جالول، ساتری۔ 'الفاظ الادویہ' اور 'میزان الادویہ'

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۱۷ پر)

عرفی کے ہاں بھی ہے۔ تمھارے ہاں اچھا نہیں بندھا تھا، اس واسطے کاٹ دیا۔

'قِراب' کون سا لفظ غریب ہے جس کو اس طرح پوچھتے ہو؟ خاقانی کے کلام میں اور اساتذہ کے کلام میں ہزار جگہ آیا ہے۔
'قراب' اور 'سداب' دونوں لغت عربی الاصل صحیح ہیں۔

غالب - ۱۲
[۱۸۶۵ع'؟]

[۲۹] ایضاً (۱۱۸)

دل[2] بسے داغ دار بود و نماند
در نظر ہا بہار بود و نماند

اگر 'بود' کے آگے کے واؤ کو موقوف اور محذوف کردو گے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر بلیغ ہو جائے گا۔
میری جان! جو خجالت کہ مجھ کو تم سے ہے، شاید بہ سبب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱۶)
میں ہے: "بہ ہندی ساتول و ساتھی و تتری گویند"۔ مرحوم ڈاکٹر محمد معین اپنے وقیع مقالہ "بلنیاس حکیم" مجلہ دانش، (تہران۔ بہمن ۱۳۲۸ شمسی) صفحہ ۵۳۳ پر لکھتے ہیں:
"سداب: تخم گیاہی ست کہ برائے دفع جادو بہ عقیدۂ پیشینیان سودمند بودہ ـ نظامی:

بہ فرسود کارند لختی سداب
برآں اژدہا زد چو بر آتش آب

۱- تاریخ کے لیے کوئی قرینہ نہیں ہے، اس لیے مہیش پرشاد صاحب کے تخمینے پر بنا کی گئی ہے۔
۲- فاروقی صفحہ ۲۸، مجتبائی صفحہ ۳۶، مجیدی صفحہ ۱۱۵، مبارک علی صفحہ ۳۷۲، مہیش صفحہ ۱۰۲، مہر صفحہ ۳۰۲۔

عبادت نہ کرنے کے قیامت میں خدا سے بھی نہ ہوگی اور بہ سبب خلافِ شرع کرنے کے پیمبر سے بھی نہ ہوگی ، مگر خدا ہی جانتا ہے جو میرا حال ہے۔

مرگِ ناگاہ کا طالب غالب

[۱۸۶۳ع ؟][1]

[۳۰] ایضاً (۱۱۹)

مرزا[2] تفتہ صاحب !

اس قصیدے کے باب میں بہت باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنی ہیں -

پہلے تو یہ کہ 'خنجر را' و 'گوہر را' کو تم نے از قسم تنافر سمجھا اور اس پر اشعارِ اساتذہ سند لائے۔ یہ خدشہ نہیں پیدا ہوتا مگر لڑکوں کے اور مبتدیوں کے دل میں -

سلیم :

شراب نُقل نخواہد بگیر ساغر را
کہ احتیاجِ شکر نیست شیرِ مادر را

یہ غزل شاہ جہاں کے عہد کی طرحی ہے۔ صائب و قدسی و شعرائے ہند نے اس پر غزلیں لکھی ہیں -

---

۱- اگر یہ شعر جانی بانکی لال رند پر مرثیہ کا شعر ہے تو چونکہ رند کا انتقال ۱۸۵۵/۵٦ع میں ہوا ہے اس لیے خط دس سال پہلے کا قرار پائے گا۔ یہ بھی قوی امکان ہے، غالب کا حال ۱۸۶۳ع میں بیماری اور زخموں کی وجہ سے بہت خراب تھا ، مرگ ناگاہ کی طلب شاید اسی وجہ سے ہو۔ مہیش پرشاد صاحب نے کوئی سنہ تجویز نہیں کیا ہے۔

۲- فاروقی صفحہ ۲۸ ، مجتبائی صفحہ ۳٦ ، مجیدی صفحہ ۱۱۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۲ ، مہیش صفحہ ۸۰ ، مہر صفحہ ۱۸٦ -

دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بےتکلف آتے ہوئے خالی کیوں اڑا دو ؟ ضیاء الدین احمد خاں نام ہے ، ہندی میں 'رخشاں' تخلص ، فارسی میں 'نـیّر' تخلص :

بہانا نیرِ رخشاں ضیاء الدین احمد خاں

دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرع ہے - یہ نہ کہنا کہ شعراء ممدوح کا نام ننگا لکھ جاتے ہیں ، وہ بہ حسبِ ضرورتِ شعر ہے - جس بحر میں پورا نام نہ آئے اس میں شوق سے لکھو - جائز ، روا ، مستحسن - جس بحر میں نام ممدوح کا درست آئے اس میں فروگزاشت کیوں کرو ؟

دو شنبہ ، نہم ستمبر[1] ۱۸۶۱ع

[۳۱] ایضاً (۱۲۰)

میں[2] تم کو خط بھیج چکا ہوں ، پہنچا ہوگا - کل ایک رقعہ میرے پاس آیا - کوئی صاحب ہیں عطاء اللہ خاں اور نامی تخلص کرتے ہیں - خدا جانے کہاں ہیں اور کون ہیں - ایک دوست نے وہ رقعہ میرے پاس بھیجا ، میں نے اس کا جواب لکھ کر اسی دوست کے پاس بھیج دیا - رقعہ تم کو بھیجتا ہوں ، پڑھ کر حال معلوم کرو گے - تمھارے شعر میں جو تردد تھا اس کا جواب میں نے یہ لکھا ہے - تم کو بھی معلوم رہے :

رفت آنچہ بہ منصور ، شنیدی تو و من ہم
اے دل ! سخنے ہست ، نگہ دار زباں را

تردد یہ کہ : 'آنچہ بہ منصور رفت' نہیں دیکھا - 'آنچہ بر منصور رفت' درست ہے ؟ جواب : بائے موحدہ 'علیٰ' کے معنی بھی دیتی ہے -

---

۱- اس تاریخ سے خط نمبر ۱۰ کی تاریخ معین ہوتی ہے - دیکھیے خط نمبر ۲۱—۹ ستمبر ۱۸۶۱ع مطابق ۳ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ -

۲- فاروقی صفحہ ۲۹ ، مجتبائی صفحہ ۳۷ ، مجیدی صفحہ ۱۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۳ ، مہیش صفحہ ۴ ، مہر صفحہ ۱۲۲ -

پس جو کچھ 'بر' سے مراد تھی وہ بائے موحدہ سے حاصل ہو گئی - اور اگر بائے موحدہ کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہے - نظیری کہتا ہے :

شادی کہ غبن مے کشی و دم نمے زنی
در شہر ایں معاملہ با ہر گدا رود

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں 'معاملہ' ہے اور اس شعر میں 'مغاملہ' کا لفظ نہیں ، جواب اس کا یہ ہے کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہے - نظیری کے ہاں 'معاملہ' مذکور ہے اور تفتہ کے ہاں مقدر ہے - 'رفت' کا صلہ اور تعدیہ بائے موحدہ کے ساتھ دونوں جگہ ہے - والسلام

اسد اللہ

[سنہ ۱۸۵۱ع[1]]

[۳۲] ایضاً (۱۲۱)

صاحب[2] ! دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو - وہی 'بیش' و 'بیشتر' کا قصہ نکالا - غلطی میں جمہور کی پیروی کیا فرض ہے ؟ یاد رکھو یائے تحتانی تین طرح پر ہے - جزو کلمہ :

[مصرع] ہمائے بر سر مرغان ازاں شرف دارد
[مصرع] اے سر نامۂ نام تو عقل گرہ کشائی را

یہ ساری غزل اور مثل اس کے جہاں یائے تحتانی ہے ، جزوِ کلمہ ہے - اس پر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی دینا ہے -

---

۱- آفاق حسین صاحب تمہید 'نادرات غالب' صفحہ ۸ پر اس کی تاریخ اکتوبر ۱۸۵۲ع تجویز کرتے ہیں -

۲- فاروقی صفحہ ۲۹ ، مجتبائی صفحہ ۳۸ ، مجیدی صفحہ ۱۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۷ ، مہیش صفحہ ۲۳ ، مہر صفحہ ۱۴۰ -

دوسرے تحتانی مضاف ہے - صرف اضافت کا کسرہ ہے ، ہمزہ وہاں بھی مخل ہے - جیسے 'آسیائے چرخ' یا 'آشنائے قدیم' توصیفی ، اضافی ، بیانی کسی طرح کا کسرہ ہو ، ہمزہ نہیں چاہتا - 'فدائے تو شوم' 'رہنمائے تو شوم' یہ بھی اسی قبیل سے ہے -

تیسری دو طرح پر ہے : یائے مصدری اور وہ معروف ہوگی - دوسری طرح ، توحید و تنکیر ، وہ مجہول ہو گی - مثلاً مصدری 'آشنائی' یہاں ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور - توحیدی 'آشنائی' یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا - یہاں جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا نہ کہلاؤ گے ۱۲ -

'نیم گناہ' و 'نیم نگاہ' و 'نیم ناز' ، یہ روزمرہ اہلِ زبان ہے - نیم بہ معنے اندک ، ورنہ 'گناہ کا آدھا' اور 'نگاہ کی ادھواڑ' اور 'ناز آدھا' یہ مہملات میں ہے - ان چیزوں کا مناصفہ کیا ؟ اگر تم کو 'نیم گناہ' پسند نہیں 'تازہ گناہ' رہنے دو - ۱۲

خستہ ، بستہ ، تازہ ، غازہ ، خانہ ، دانہ ، آوارہ ، بیچارہ ، روزہ بوزہ ، ہزار لفظ ہیں کہ ان کے آگے جب یائے توحید آتی ہے تو اس کی علامت کے واسطے ہمزہ لکھ دیتے ہیں - زرہ ، گرہ ، کلاہ ، شاہ ، آگاہ ، آگہہ ، صبح گاہ ، صبح گہ ، ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زرہی ، گرہی ، کلاہی ، شاہی ، آگاہی ، آگہی ، گاہے ، گہے لکھ دیتے ہیں - ۱۲

غالب

[۱۸۵۲ع'[1]]

۱- مہیش صاحب نے اسے ۱۸۵۲ع یا ۱۸۵۳ع کے خطوں میں شمار کیا ہے - حالانکہ خط نمبر۲ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۲ع کا مطالعہ اسے اپریل مئی ۱۸۵۲ع کا قرار دیتا ہے -

[۳۳] ایضاً (۱۲۲)

صاحب !

دوسرا پارسل ، جس کو تم نے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے ، پہنچا ۔ نہ اصلاح کو جگہ ، نہ تحریرِ سطور کا پیچ و تاب سمجھ میں آتا ہے ۔ تم نے الگ الگ دو ورقے پر کیوں نہ لکھا اور چھدرا چھدرا کیوں نہ لکھا ؟ ایک آدھ دو ورقہ زیادہ ہو جاتا ، تو ہو جاتا ۔ بہر حال اب مجھے چننے پڑے ہیں سوالات ۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ چڑھے اور رہ جائے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا ۔

'بلا ربائے' اس میں تامل کیا ہے ؟ لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے ۔ 'ربا' اس کا مخفف ہے ۔ ۱۲

"خارہا در راہش افشانم کہ چوں خواہد شدن"

بہت خوب اور معقول ۱۲ ۔ میں اس وقت جانے کس خیال میں تھا ۔ 'چوں خواہد شدن' و 'کنوں خواہد شدن' ردیف و قافیہ سمجھا تھا ۔ لفظ 'بے پیر' تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے ۔ جب میں اشعارِ اردو میں اپنے شاگردوں کو نہیں باندھنے دیتا ، تو تم کو شعرِ فارسی میں کیوں کر اجازت دوں گا ؟ میرزا جلال اسیر علیہ الرحمہ مختار ہیں اور ان کا کلام سند ہے ۔ میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط کہوں ؟ لیکن تعجب ہے کہ امیر زادۂ ایران ایسا لفظ لکھے ۔ ۱۲

'شست بستن' جب ظہوری کے ہاں ہے ، تو باندھیے ۔ یہ روزمرہ ہے اور ہم روزمرہ میں آن کے پیرو ہیں ۔ 'بے پیر' ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحبِ زبان ہونے میں اسیر بھی ظہوری سے کم نہیں ۔ ۱۲

[شعر]: زاہدا ایں سخنت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی
حق غفور ست گناہے شدہ ام تا چہ شود

پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ 'چہ شدی'۔ 'ترا چہ شد' سوال ہو سکتا ہے۔ پھر 'گناہے شدہ ام' یہ جواب مہمل۔ 'گناہے کردہ ام' جواب ہو سکتا ہے۔ یہاں تم کہو گے کہ 'ہمہ تن گناہ' یا 'سراپا گناہ' یا 'سراسر گناہ شدہ ام' یہ جواب اُس جواب سے سراسر بے ربط ہے۔ جب تک 'ہمہ تن گناہ' نہ ہو معنی نہیں بنتے ہرگز ہرگز۔ اصلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمھارا ہی رہا اور ٹکسال کے موافق ہو گیا۔ عجب ہے تم سے کہ صرف شدہ ام اور تا چہ شود کے پیوند میں اُلجھ کر حقیقتِ معنی سے غافل رہے: [شعر]

باز آر دلِ خود از چنیں کار
آزار چہ میکنی دلم را

اہلی نے زبردستی کی ہے۔ مگر ہاں اُس نے ایک وجہ ٹھہرا لی ہے۔ یعنی آزردن مصدر اور آزارد مضارع اور آزار امر۔ امر بہ معنی اسم جامد آتا ہے اور اسم جامد 'کردن' کے ساتھ پیوند پاتا ہے۔ خیر رہنے دو: [مصرع]

کنداں آہوئے وحشی ز برم فردا رم

یہ شعر مؤید میرے کلام کا ہے۔ 'بر دارم' و 'زر دارم' و 'سر دارم' و 'فردارم'، یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہیں۔ الف ممدودہ کہیں نہیں۔ ہاں 'بو دارد' و 'رو دارد' و 'فرود آرد' تمھارے عقیدہ کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر اُستاد کا نہیں۔ مشائخ میں سے ایک بزرگ تھے مولانا علاؤ الدین: [مصرع]

ما مقیمان کوئے دلداریم

یہ ترجیع بند اُنھیں کا ہے۔ ان کو فقر و فنا و سیر و سلوک میں سمجھنا چاہیے، نہ انداز کلام میں: [مصرع]

پرِ موروست شمشیرے کہ بر موئے میاں دارد

بھائی ! خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہیں ہو سکتا ۔ یہ تو ، ایک مضمون ہے کمر ، مور و تلوار ۔ پرِ مور وجہِ تشبیہ علاقۂ پرِ مور با مور ، مانندِ علاقۂ شمشیر با میان ۔ نزاکت وجہ تشبیہ کبھی نہیں ۔ انصاف شرط ہے ۔ تلوار کی خوبی 'تیزی' ہے یا 'نازکی' ؟ یہ دھوکا نہ کھاؤ اور تلوار کو نازک نہ باندھو ۔ 'خو' میں اور 'تلوار' میں مناسبت نہیں پائی جاتی ۔ جانے دو ، شعر سے ہاتھ اُٹھاؤ ۔ ۱۲

میاں ! 'خمیدن' بھی صحیح اور 'چمیدن' بھی صحیح ۔ اس میں کس کو تردد ہے ؟ مگر لغت اور محاورے اور اصطلاح میں قیاس پیش نہیں جاتا ۔ ہندوستان کے باتونی لوگوں کو 'خم و چم' بولتے سنا ہے ۔ آج تک کسی نظم و نثرِ فارسی میں یہ لفظ نہیں دیکھا ۔ لفظ پیارا ، مجھ کو بھی پسند ، مگر کیا کروں ؟ جو اپنے پیشواؤں سے نہ سنا ہو ، اُس کو کیوں کر صحیح جانوں ؟ 'چمید' صیغہ ماضی کا ہے 'چمیدن' سے اور 'چمیدن' ایک مصدر ہے صحیح اور مسلّم ، 'چمد' مضارع ، 'چم' امر ۔ اس میں کیا گفتگو ہے ؟ کلام 'خم و چم' میں ہے ۔

سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُن کا جواب لکھ دیا ۔ اب اشعار کو دیکھتا ہوں ۔ خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی نہ رہ گیا ہو اور تم بھی جب ان اوراقِ طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہ جائے ۔ غرض یہ ہے کہ اب پھر اس طرح کبھی نہ لکھنا ، میں بہت گھبراتا ہوں ۔

'خمیدست' و 'ترسیدست' میں 'نزنی دست' یہ قافیہ درست ہے مگر 'است' کا الف سب جگہ اُڑا دو ۔ اور یاد رہے کہ صرف

'سین'، 'تے' کافی ہے، الف ضرور نہیں - ۱۲

غالب

[۱۸۶۱ع[1]]

[۳۴] ایضاً (۱۲۳)

حضرت[2]! اس غزل میں 'پروانہ' و 'پیمانہ' و 'بت خانہ' تین قافیے اصلی ہیں - 'دیوانہ' چونکہ علم قرار پا کر ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے، اس کو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجیے - باقی 'غلامانہ' و 'مستانہ' و 'مردانہ' و 'ترکانہ' و 'دلیرانہ' و 'شکرانہ' سب ناجائز و نامستحسن: ایطا اور ایطا بھی قبیح - مجھے بہت تعجب ہے کہ انھیں قافیوں میں ایطا کا حال تم کو لکھ چکا ہوں اور پھر تم نے غزل مبنی انھیں قوافی پر رکھی - 'کاشانہ' و 'شانہ' و 'افسانہ' و 'جانانہ' و 'فرزانہ'، یہ قافیے کیوں ترک کیے؟ یاد رہے، ساری غزل میں 'مردانہ' یا 'مستانہ' یا ان کے نظائر میں سے ایک جگہ آوے، دوسری بیت میں زنہار نہ آوے - یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل لکھ کر بھیجو تا اصلاح دی جائے - ۱۲

عفو کا طالب غالب

[۱۸۶۵ع[3]]

۱- مہیش صاحب نے اس خط کو ۱۸۵۳ع کے بعد اور ۱۸۵۴ع سے پہلے جگہ دی لیکن اسداللہ—اسداللہ کے درمیان غالب بتاتا ہے کہ خط اس عہد کا نہیں معلوم ہوتا، اس لیے ۱۸۶۱ع کا خط فرض کرتا ہوں -

۲- فاروقی صفحہ ۳۲، مجتبائی صفحہ ۱۴، مجیدی صفحہ ۱۱۹، مبارک علی صفحہ ۳۷۶، مہیش صفحہ ۹۸، مہر صفحہ ۲۰۱ -

۳- مہیش پرشاد کا اندازہ ہے - خط کا خاتمہ جس فقرے پر ہوا ہے اس سے بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ۱۸۶۱ع کے بعد کا خط ہے - اردوے معلیٰ میں ۱۲۲ خط مرزا تفتہ کے نام ہیں -

[۳۵] بہ نام[1] ماسٹر پیارے لال (۴)

یک الف[2] بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ 'آئینہ' عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ، ورنہ حلبی آئینوں میں جوہر کہاں اور ان کو صیقل کون کرتا ہے ؟ فولاد کی جس چیز کو صیقل کرو گے ، بے شبہہ پہلے ایک لکیر پڑے گی۔ اُس کو الف صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم ، تو اب اس مفہوم کو سمجھیے : [مصرع]

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

یعنی ابتدائے سنِ تمیز سے مشقِ جنوں ہے ، اب تک کمالِ فن نہیں حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہیں ہوگیا ، بس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہے ، سو ہے۔

چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاکِ جیب ، آثارِ جنوں میں سے ہے۔ ۱۲

غالب

[۱۸۶۶ع[3] ؟]

۱۔ حصہ اول میں تین خط موجود ہیں ، دیکھیے خط نمبر ۴۷۳ ، ۴۷۴ ، ۴۷۵۔ ان میں پہلا خط ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ع دوسرا بلا تاریخ ، تیسرا ۳۰ جنوری ۱۸۶۸ع کا ہے۔
۲۔ غالب نے خود اپنے شعر کی شرح لکھی ہے اور بڑی خوبصورت عبارت میں ہے۔
۳۔ غالباً ۱۸۶۶ع ہی کا خط ہے۔

[۳۶] بہ نام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا (۱۱)

بندہ پرور[1]!

آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمھاری اور صاحب زادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا۔ جو آپ کی عبارت سے سمجھ لیا ہوں، اس کا جواب لیجیے اور جو نہیں سمجھا وہ مطابق میری التماس کے مجھے سمجھا دیجیے۔ 'عماد[2]' 'عمائد' شعرائے قدیم میں سے ہے۔ اسی کی پان سات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے:

پائے سر تا نشود راہِ تو رفتن نتواں
جز بہ جاروبِ مژہ کوے تو رفتن نتواں

پہلے مصرع میں رے مفتوح اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں 'گفتن' و 'سفتن' وغیرہ قافیے ہیں۔ اُستاد دو مصرعوں میں حرکت ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر میں نے پچاس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا؟ آیا معترض صاحب استناد بہ مثل و نظیر کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے؟ یہ دستور میرا نکالا ہوا نہیں، قدیم سے ہے۔

بندہ نواز! میں نے لکھا[3] کہ 'مؤید برہان' میرے پاس آ گئی ہے

۱- فاروقی صفحہ ۳۳، مجتبائی صفحہ ۴۲، مجیدی صفحہ ۳۷، مبارک علی صفحہ ۳۷۷، مہیش ندارد، مہر صفحہ ۴۶۵ — اس سے پہلے جلد اول خط نمبر ۱۴ کے حاشیہ میں سوانح ذکا لکھے جا چکے ہیں۔

۲- عماد فقیہ کا انتقال سنہ ۷۷۳ھ میں ہوا۔ (دیکھیے تاریخ ادبیات ایران، شفق، صفحہ ۳۳۵)۔

۳- دیکھیے جلد اول، خط نمبر ۴۶، مورخہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۷ء۔

اور میں آس کے اعتراضات کے جواب بہ نشان صفحہ و سطر ایک تختۂ کاغذ پر لکھ رہا ہوں ۔ بعد اتمام نگارش تمھارے پاس اس مراد سے بھیجوں گا کہ تم از راہ عنایت 'مؤید' کا جواب لکھو ۔ میری نگارش جو پسند آئے اس کو بھی جا بجا درج کر دو ۔ تم نے اس درخواست کا جواب ہاں ، نا کچھ نہ لکھا ۔ اب عنایت فرما کر ان تینوں باتوں کا جواب لکھیے اور ضرور لکھیے ۔ میاں محمد میراں کو دعا ۔

۱۸[1] مارچ ۱۸٦٧ع

[۳۷] ایضاً (۱۲)

اے[2] عتابت بہ عنایت ہم شکل !

آپ کا خط حاوی حلِ شبہات جس دن پہنچا آس کے دوسرے دن جواب لکھ کر بھیج دیا ۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے ۔ دو شعروں کے باب میں کچھ تقریر درج ہوئی ، دو تین شعروں میں تمھاری رائے مسلّم رہی ۔ باوجود فقدانِ حافظہ و استیلائے نسیان ، ایک مصرع کا بدلا ہوا لفظ یاد ہے :

[مصرع] چہ غرہ ، غرۂ پیشانی سمند عمر

[بدل ، مصرع] چہ غرہ ، غرۂ پیشانی تگاور عمر

دوسرا تبدل اسی قدر یاد رہ گیا ہے کہ 'شبگرد گراں رکاب' کچھ اسی طرح کے دو لفظ تھے ، بے واو عاطفہ ، کچھ تقدم و تاخر ہوگیا ہے - ۱۲

صبح شنبہ ، ۳ ذی الحجہ [۱۲۸۲ھ] مطابق یکم مئی سال حال [۱۸٦٦ع] - ۱۲

غالب

۱- مطابق دو شنبہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ -

۲- فاروقی صفحہ ۳۳ ، مجتبائی صفحہ ۳۴ ، مجیدی صفحہ ۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۷ ، مہر صفحہ ۳٦۰ -

[۳۸] ایضاً (۱۳)

حضرت[1] مولوی صاحب !

میں برس دن سے بیمار اور تین مہینے سے صاحب فراش ہوں ۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت مفقود ، پھوڑوں سے بدن لالہ زار ، پوست سے ہڈیاں نمودار ۔ پھوڑے ایسے جیسے انگارے سلگتے ہیں ۔ اعضاء پر دس جگہ پھائے لگتے ہیں ۔ ضعف و ناتوانی علاوہ ، سوز غم ہائے نہانی علاوہ ۔ صنعت سہل ممتنع میں ، میں نے نواب مختار الملک[2] کو قصیدہ بھیجا ، کچھ قدردانی نہ فرمائی ۔

ردِ فرقۂ وہابیہ میں ایک مثنوی[3] جو سابق میں لکھی تھی ،

۱۔ فاروقی صفحہ ۴۳ ، مجتبائی صفحہ ۳۴ ، مجیدی صفحہ ۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۹ ، مہر صفحہ ۴۵۴ ۔

۲۔ مختار الملک سر سالار جنگ اول میر تراب علی خان وزیر اعظم حیدر آباد دکن کے عظیم مدبر و منتظم بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۲۴۴ھ اور وفات ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ مطابق ۸ فروری ۱۸۸۳ع میں ہوئی ۔ سید مظہر علی سندیلوی نے لکھا ہے کہ وبائی عارضہ میں رحلت کی (روزنامچہ یادگار مظہری طبع لکھنئو ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۹۷ ۔ قاموس المشاہیر) ۔
غالب نے ان کی مدح میں جو قصیدہ لکھا تھا ، اس کا مطلع ہے :

در مدح سخن چساں نہ گویم
شرطست کہ داستاں نہ گویم

(دیکھیے کلیات ، جلد دوم ، قصیدہ نمبر۶۳ ، صفحہ ۳۶۱ ، طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور) ۔

۳۔ اس مثنوی کا نام ہے ”بیان نموداری شان نبوت و ولایت کہ در حقیقت پرتو نور الانوار حضرت الوہیت ست“ (کلیات جلد اول صفحہ ۲۹۳ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور)۔

وہ محی الدولہ کو بھیجی ، رسید بھی نہ آئی - اب سنتا ہوں کہ مولوی غلام[1] امام شہید شاگرد قتیل وہاں کوس 'انا و لا غیری' بجا رہے ہیں اور سخن ناشناسوں کو اپنا زورِ طبع دکھا رہے ہیں - ایک کم ستر برس کی میری عمر ہوئی ، سوائے شہرتِ خشک کے فنِ شعر کا کچھ پھل نہ پایا - فرماندہانِ عصر معتقد ہو گئے مگر کچھ ہات نہ آیا - 'احسنت' و 'مرحبا' کا شور سامعہ فرسا ہوا - خیر ، ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا ، مختار الملک نے یہ بھی نہ کیا - نہ مدح کی داد دی ، نہ مدح کا صلہ دیا - حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے - محی الدولہ سے اور کچھ نہیں کہتا ، مگر یہ کہ خدا سمجھے - ۱۲

کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھتا ہوں :

دیدیم گل و لالہ چہا رنگ بر آورد

فقیر کے نزدیک 'دیدیم' زائد ، اگر یوں ہو تو بہتر ہے [مصرع]

ہر یک ز گل و لالہ[2] الخ

۱- مظہر علی سندیلوی اپنے روزنامچے (طبع ۱۹۵۴ع) میں لکھتے ہیں : "غلام علی امام شہید متوطن الہ آباد نے ۲ اکتوبر ۱۸۷۹ع میں الہ آباد میں وفات پائی - آپ کی عمر ۷۵ سال تھی ، مولود بہت اچھا پڑھتے تھے ، گراں گوشی کی وجہ سے قرنا لگا کر سنا کرتے تھے - آواز اچھی نہ تھی - حیدر آباد اور رام پور سے کچھ وظیفہ ان کے واسطے مقرر تھا - (کتاب مذکور ، صفحہ ۲۸ و ۳۱)
غلام غوث خاں بے خبر نے تاریخ لکھی :

"وائے امام شعرا شد شہید"

۱۲۹۳ھ

۲- پورا شعر یہ ہے :

ہر یک ز گل و لالہ چہا رنگ بر آورد
رخسار تو زیں ہر دو جدا رنگ بر آورد

باشد شفقے کاں بلبِ لعل تو ماند
گر چرخ بکامِ دلِ ما رنگ بر آورد

'باشد' مخل معنی ہے۔ اگر اس کی جگہ 'آرد' ہو تو بہتر مگر 'آرد' صیغہ مستقبل کا اور 'آورد' ماضی کا اور فاعل دونوں فعلوں کا چرخ۔ ہر چند استاتذہ نے یوں بھی لکھا ہے، مگر فارسی گویانِ ہند نہ مانیں گے۔ پس اس شعر کو یوں لکھنا چاہیے : [شعر]

حاشا کہ شفق مثلِ لبِ لعل تو باشد
کے چرخ بکامِ دلِ ما رنگ برآورد

[مصرع] : خون[1] شد دلِ غم دیدۂ الخ

یہ شعر ہموار ہے، نہ صاد کے قابل، نہ اصلاح کا محتاج۔ ۴[2] اور ۵ یہ دو شعر، واہ کیا کہنا ہے۔

[مصرع] : اے[3] اہل ورع الخ

یہ بھی ہموار ہے، نہ صاد چاہتا ہے نہ اصلاح : [شعر]

گوئی کہ زباں در دہنم برگِ حنا بود
تا بوسہ زدم آں کفِ پا، رنگ برآورد

۱- پورا شعر یہ ہے :

خون شد دل غم دیدہ و از دیدہ فرو ریخت
دیدی کہ جفایت چہ بلا رنگ برآورد

۲- 'خاش خاش' میں یہ دونوں شعر اس طرح ہیں :

تا بند کشائیم ہر انگشت حنائی ست
از عکس تنت بسکہ حنا رنگ برآورد
خون کرد جگر حسرت اظہار تمنا
لب بستن من ہم چو حنا رنگ برآورد

۳- پورا شعر یوں ہے :

اے اہل ورع چوں نہ تواں داشت عزیزش
مے مرخ تر از خون شما رنگ برآورد

مولوی صاحب ! یہ بات تو کچھ نہیں ، زبان چاٹنے کا آلہ ہے ، نہ چوسنے کا ۔ زبان برگِ حنا بن گئی تو بوسہ سے کفِ پا کیوں حنائی ہو جائے [شعر]

گوئی دہنم لب ز رگِ برگ حنا داشت
تا بوسہ زدم آن کفِ پا رنگ برآورد

مقطع اور اس کے اوپر کا شعر ، دونوں اچھے ۔

اب آپ اس خط کی رسید لکھیے اور اس میں غلام امام شہید کا حال مفصل لکھیے کہ ان کی وہاں کیا صورت ہے ۔ ایک شخص مجھ سے یوں کہتا تھا کہ مختار الملک نے منہ نہ لگایا ، مگر محی الدولہ نے چار سو روپیہ مہینہ سرکار جناب عالی سے مقرر کروا دیا ہے ۔

روز چہار شنبہ ، ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۹ھ[1]
مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۸۶۳ع

[۳۹] ایضاً (۱۴)

صبح[2] سہ شنبہ ، ۱۳ صفر سال غفر [۱۲۸۰ھ]

صاحب ! میں تم کو اخوان الصفا میں گنتا ہوں ۔ اپنا نور نظر و لخت جگر جانتا ہوں ۔ دیکھو ! تم پر مجھ کو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبطِ راز نہیں کر سکتا اور تم سے راز داری اور امانت میں استواری چاہتا ہوں ۔ ۱۲

قصیدہ و غزل میں حیلہ و تحسین بہ اقتضا بخت و قسمت ہے ، نہ باندازۂ ارزشِ کلام ۔ ۱۲

۱۔ اردوے معلیٰ طبع مجتبائی و فاروقی '۱۲۶۹ھ' جو غلط ہے ، ۱۲۷۹ھ ہونا چاہیے ۔

۲۔ فاروقی صفحہ ۳۵ ، مجتبائی صفحہ ۴۴ ، مجیدی صفحہ ۳۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۹ ، مہر صفحہ ۴۵۳ ۔ ۱۳ صفر مطابق ۳۰ جولائی ۱۸۶۳ع ۔

ممدوح سخن فہم ہوتا تو مجھ کو متوسط کے تساہل کا وہم ہوتا۔ اغنیا کو نہ مذاقِ شعر سے نسبت، نہ مطالعۂ اشعار کی فرصت۔ متوسط نے بقدرِ وسع[1] سلسلہ جنبانی کی، لیکن مرجع نے نہ قدردانی کی - ۱۲

مولوی غلام غوث خاں بے خبر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خالص الاخلاص ہیں، ہرگز[2] ان کو مدعی سے تلمذ نہیں۔ البتہ اس کو خوش گو جانتے ہیں اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کریں اور 'قاطع برہان' کا جواب لکھیں:

باطل ست آنچہ مدعی گوید

مدعی اپنے زعم میں مجھ کو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے۔ میں امیر علی شیر[3] جیسا محتسب اور مولوی جامی جیسا مفتی کہاں سے لاؤں جو نیاؤ[4] کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ

۱- اردوے معلیٰ طبع فاروقی و مجتبائی میں 'بہ قدرِ وسع' صاف لکھا ہے، لیکن 'خطوط غالب' طبع اول و دوم و سوم میں بریکٹ لگا کر 'ہمت' اور سوالیہ نشان لکھا گیا ہے (ہمت ؟)۔

۲- اس سلسلے میں بے خبر کو غالب سے شکایت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ مرزا نے ان کو خط لکھے اور مسئلہ صاف کیا۔ (عود ہندی، طبع مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۳۲۳ بہ بعد)۔

۳- میر علی شیر نوائی: سلطان حسین بایقرا کا مشہور وزیر جس نے ۱۲ جمادی الثانیہ ۹۰۶ھ کو ہرات میں وفات پائی ('جامی'، از حکمت) ترکی: چغتائی کا شاعر ہے۔ عروض میں 'میزان الاوزان' اور شعر میں ضخیم کلیات ترکی یادگار ہے۔ 'مجالس النفائس' بھی ترکی چغتائی میں ہے جس کا فارسی ترجمہ مشہور ہے۔ سلطان حسین کا بچپنے سے دوست تھا اور مولانا جامی (متوفیٰ ۸۹۸ھ ہرات) کا مرید تھا۔

۴- نیاؤ: انصاف۔

تم سخن ور اور سخن دان ہو اور یقین ہے کہ قلمروِ ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہوں گے کہ میرے اور مدعی کے رتبہ کو ممیز ہو سکیں گے۔

[مصرع] عیدست بادہ شد فلک و ساغر آفتاب

خالصاً للہ ، فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے۔ یہ شخص ظرف کو مظروف اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے۔ اس کو کون مسلّم رکھے گا۔ اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ ہے ، یعنی مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہِ شبہ شرط ہے۔ آفتاب و ساغر میں تدویر وجہِ شبہ ہے۔ شراب اور فلک میں وجہِ تشبیہ کہاں - ۱۲

میں اپنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمھارے کلام کو اصلاح دوں۔ قدر دانی کیوں کر کہوں ، قدر افزائی کرتے ہو۔ دوستانہ ، نہ استادانہ جو خیال میں آئے گا ، کہا جائے گا۔ اگر آپ نے اس روش کا یعنی استصلاح کا التزام کیا ہے تو جب تک کاغذ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے ، ما کتب فیہ شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعۂ کلام سابق اگر بھیج دو گے ، میں بہ کمال طیبِ خاطر اس کو دیکھ کر بھیج دوں گا[1] ، استجازت[2] کیا ضرور ؟ - ۱۲

نجات کا طالب غالب

[۴۰] ایضاً (۱۵)

صاحب[3] پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے ، وہ فرد میں خوب آ گیا ہے۔ مطلع بہ سبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔

۱- چنانچہ ذکا نے اپنا دیوان بھیجا اور غالب نے اسے دیکھ کر ایک سند بھی لکھی تھی۔ دیکھیے دیباچۂ دیوان ذکا ، مورخۂ ۱۲۸۱ھ۔

۲- دیکھیے خط بنام بے خبر ، عود ہندی ، طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور ، صفحہ ۳۲۷ -

۳- فاروقی صفحہ ۳۶ ، مجتبائی صفحہ ۴۶ ، مجیدی صفحہ ۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۰ ، مہر صفحہ ۳۵۷ -

'ورنہ' کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندھ گیا ۔

تیسرا شعر الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہوگیا ۔ جو شعر بے تصرف بہ دستور رہا اس کا ذکر کچھ ضرور نہیں ۔

[مصرع] ساقی ابھی چھنّی الخ

'چھنّی' لفظ غریب ہے ، نہ اہلِ دہلی کے زباں زد ، نہ گوش زد ۔

'غربال' کو چھانی کہتے ہیں جس کی فارسی 'پرویزن' ہے ، اور جس کپڑے میں 'سائلات' کو چھانیں ، فارسی اس کی 'لائے پالا' اور اردو 'صافی' ہے بہ یائے معروف ۔

'برابر نہ ہوا تھا' یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے ، جس طرح چاہو رہنے دو ۔

"مرنے کا مرے وقت مقرر نہ ہوا تھا"

تقررِ وقتِ مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے ۔ مگر ہاں ، تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جائے ۔

مقطع میری پسند نہیں ۔ میرے سر کی قسم اس کو نہ رکھو ، اور مقطع لکھ لو ۔ ۱۲

غالب

شنبہ[۱] ، ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۶۳ع

۱۔ مطابق ۲ جمادی الثانی ۱۲۸۰ھ ۔

[۴۱] به نام' منشی میاں داد خان المخاطب به سیف الحق المتخلص به سیاح (۳۱)

منشی[۲] صاحب ! سعادت و اقبال نشان ، سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو دعا ۔

صاحب ! وہم اور چیز ہے اور احتیاط اور چیز ہے ۔ کارپردازانِ ڈاک میرے خطوط کے ٹکٹ کبھی نہ دبائیں گے اور میرے خطوط کبھی نہ تلف ہوں گے ۔ آدھ آنے کی جگہ دوست کا ایک آنہ کیوں کھوؤں ؟

'گلشن' بعض کے نزدیک مؤنث اور بعض کے نزدیک مذکر ہے ۔ 'قلم' ، 'دہی' ، 'خلعت' ان کا بھی یہی حال ہے ۔ کوئی مؤنث ، کوئی مذکر بولتا ہے ۔ میرے نزدیک 'دہی' اور 'خلعت' مذکر ہے اور 'قلم' مشترک چاہو مذکر کہو ، چاہو مؤنث ۔ 'گلشن' البتہ مذکر مناسب ہے ۔

'رکھتہ[۳] ہے'——

بھائی جہاں الف دبتا ہے ، میرے کلیجے میں ایک تیر لگتا ہے ۔ 'رکھتا ہے گلشن بھی' یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر میں نے 'رکھتی ہے' بنا دیا ، مگر 'گلشن' مذکر مناسب ہے ۔ 'پھلکی' یا 'پھلکا' تنہا

۱۔ حصہ' اول کے آغاز میں سیاح پر ایک نوٹ اور ان کے نام تیس خط گزر چکے ہیں ۔ دیکھیے خط نمبر مسلسل ۴۴ بہ بعد ۔

۲۔ فاروقی صفحہ ۲۶ ، مجتبائی صفحہ ۴۶ ، مجیدی صفحہ ۲۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۰ ، مہر صفحہ ۴۳۳ ۔

۳۔ سیاح کے اصلاح طلب اشعار کے ایک مصرع میں ایک فقرہ تھا "رکھتا ہے گلشن بھی" غالب نے "رکھتہ ہے" لکھ کر کہا : "بھائی جہاں الف دبتا ہے الخ" اردوے معلیٰ حصہ دوم طبع اول مجتبائی میں "رکھتہ ہے" درج ہے ۔ طبع فاروقی اور خطوط غالب مہر و نمبرہ میں اسے "رکھتا ہے" لکھا گیا ہے ۔

بے معنی[1] محض ہے - 'ہلکی پھلکی' یا 'ہلکا پھلکا' یوں آئے تو درست ، ورنہ لغو - اور یہ جو 'پھلکا' پتلی چپاتی کو کہتے ہیں ، یہ دوسرا لغت ہے - 'پھلکے' کبھی کوئی نہ بولے گا - 'پانی وانی' 'حقہ وقہ' یوں کہیں گے - نرا 'وانی' اور نرا 'وقہ' نہ کہیں گے - 'ہلکا پھلکا' 'ہلکی پھلکی' کہیں گے سبک چیز کو ، نرا 'پھلکا' یا نری 'پھلکی' نہ کہیں گے -

تذکیر و تانیث کے باب میں مرزا رجب علی بیگ سے مشورہ کر لیا کرو اور دبتے ہوئے حروف بھی اُن سے پوچھ لیا کرو[2] - ۱۲

غالب

[فروری ۱۸۶۱ء]

[۴۲] ایضاً (۳۲)

بھائی[3] ! ہم نے تم کو یہ نہیں کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ[4] کے شاگرد ہو جاؤ اور اپنا کلام ان کو دکھاؤ - ہم نے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو اُن سے پوچھ لیا کرو - دکھن ، بنگالے کے رہنے والوں کو اس امرِ خاص میں دلی ، لکھنئو کے رہنے والوں کا تتبع ضرور ہے - ۱۲

ایک قاعدہ تم کو معلوم رہے : 'عین' کا حرف فارسی میں نہیں آتا -

---

۱- اردوے معلیٰ حصہ دوم طبع مجتبائی و فاروقی میں ''بمعنی'' ہے جس سے مطلب واضح نہیں ہوتا -

۲- سیاح ، دسمبر ۱۸۶۰ع میں بنارس پہنچے ہیں اور رجب علی بیگ راجہ بنارس کے یہاں ملازم ہیں - (دیکھیے خط نمبر ۱۱ حصۂ اول اور اس کے بعد کا خط) -

۳- فاروقی صفحہ ۳۷ ، مجتبائی صفحہ ۴۷ ، نجیدی صفحہ ۲۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۱ ، مہر صفحہ ۴۳۴ -

۴- دیکھیے خط نمبر ۴۰ حصہ دوم -

جس لغت میں عین ہو اس کو سمجھنا کہ عربی ہے ۔ بعد معلوم ہونے اس قاعدے کے یہ سمجھو کہ 'غربال' عین نقطہ دار مکسور اور رائے قرشت اور بائے موحدہ اور [الف] اور لام یہ لغت فارسی[1] ہے ۔ ہندی اس کی 'چھلنی' اور مرادف اس کی 'پرویزن' یعنی فارسی میں چھلنی کو 'غربال' اور 'پرویزن' کہتے ہیں اور چھلنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو کوئی نہ جانے ۔ رہا 'عریال'، عریال عین سعفص اور یائے تحتانی سے فصیح و غیر فصیح کیا، بلکہ غلط محض و محض غلط ہے ۔ ہاں، اگر عربی میں چھلنی کو عریال کہتے ہوں تو فارسی غربال اور عربی عریال ۔ مگر میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ 'غربال' کا عربی میں کچھ اور اسم ہوگا، 'عریال' نہ کہتے ہوں گے ۔

اب تم سنو، فن لغت میں ایک امر ہے کہ اس کو 'تصحیف' کہتے ہیں، یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطوں[2] میں فرق، جیسا کہ سعدی 'بوستان'[3] میں کہتا ہے :

مرا بوسہ گفتا بہ تصحیف دہ
کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ

'توشہ' و 'بوسہ' و 'نوشہ'، یہ تین لفظ مصحّف ہم دگر ہیں ۔ حال آں کہ معانی میں وہ فرق کہ جیسا زمین و آسمان میں ۔ 'توشہ' ترجمہ زاد کا، 'بوسہ' ترجمہ قُبلہ کا، 'نوشہ'[4]، اسم 'دولہ' کا ۔

۱- عربی میں 'غربل یغربل غربلۃ' کا استعمال عام ہے ۔'غربال' لغات عرب موجود ہے، 'عریال' موجود نہیں ۔
۲- مجتبائی 'لفظوں' فاروقی 'نقطوں' ۔
۳- یہ شعر 'بوستان سعدی' میں مجھے نہیں ملا ۔
۴- نوشہ : بہ فتح، بادشاہ نو ۔ شاہ جوان، نو داماد ۔ مختصر 'انوشہ' یعنی شاد و خرم (فرہنگ آموزگار) ۔

صاحبانِ فرہنگ میں 'برہان قاطع' والا تصحیف میں بہت مبتلا ہے۔ 'گزر' اور 'کزر' 'خرپزہ' اور 'خربزہ' کہتا ہے کہ 'سدا' بہ سین سعفص لفظ فارسی ہے اور صدا بہ صاد تعریب ہے۔ جو لغات تے میں لکھے ہیں، انھیں لغات کو طوئے میں لکھتا ہے، حال آں کہ جس طرح عین فارسی میں نہیں ہے، طوئے بھی نہیں ہے، مثلاً 'تشت' لغت فارسی الاصل ہے، املا اس کی طوئے سے غلط ہے۔ 'برہان قاطع' والا اس کو تے سے بھی لایا ہے اور طوئے سے بھی۔ محققین جانتے ہیں کہ 'صدا' بہ معنے آواز لغت عربی الاصل ہے نہ معرب اور سدا سین سے ہرگز فارسی میں آواز کو نہیں کہتے، ہاں اردو کے محاورہ میں بہ معنی ہمیشہ کے مستعمل ہے۔ قصہ کوتاہ 'غربال' بہ معنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے اور 'عربال' اگر کسی اور فرہنگِ عربی میں مثل 'قاموس' اور 'صراح' وغیرہ کے بہ معنی چھلنی کے نکلے تو اس کو مانو، ورنہ یہ 'برہان قاطع' والے کی خرافات میں سے ہے۔

نجات کا طالب غالب - ۱۲

۲۷ فروری [۱۸۶۱ع[1]]

[۳۴] ایضاً (۳۳)

منشی[2] صاحب !

تمھارے خط پہنچنے کی تم کو اطلاع دیتا ہوں اور مطالبِ مستفسرہ کا جواب لکھتا ہوں اور اپنے دوست روحانی مرزا رجب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہوں۔ کہہ دیجیے گا، بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجیے گا - ۱۲

بعض لوگ 'آن بان' بولتے ہیں مگر فقیر کے نزدیک 'آن تان'

۱- اردوے معلیٰ میں سنہ موجود نہیں ہے۔

۲- فاروقی صفحہ ۳۸، مجتبائی صفحہ ۴۵، مجیدی صفحہ ۲۷، مبارک علی صفحہ ۳۸۲، مہر صفحہ ۲۳۲۔

صحیح ہے اور یہی فصیح ہے - ۱۲

'پر' بہ معنی لیکن لفظ مشہور ہے اور 'پہ' اس کا مخفف ہے ، اس میں شاید کسی کو کلام نہ ہو - کوئی اور لکھے یا نہ لکھے ، میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ آیا ہو گا - ۱۲

مجھ کو بنگالہ سے آئے ۳۲[1] - ۳۳ برس ہوئے - بہت احباب مر گئے ، بہت متفرق ہو گئے - اب ایسا وہاں کوئی نہیں جس سے ارسالِ رسائل کی رسم و راہ ہو - ۱۲

صاحب ! وہ شعر جس کو تم نے پوچھا ہے ، یہ ہے :

واعظ ! نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شرابِ طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آ گئے ہیں ، وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہوں :

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
گو واں نہیں ، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبہ سے اُن بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

دیکھو یہ 'پر' کا مخفف 'پہ' ہے بہ معنی لیکن - ۱۲

بنارس کا کیا کہنا ہے ، ایسا شہر کہاں پیدا ہوتا ہے - انتہائے جوانی میں میرا وہاں جانا ہوا - اگر اس موسم میں جوان ہوتا تو وہیں رہ جاتا اور ادھر کو نہ آتا :

عبادت[2] خانۂ ناقوسیان است
ہمانا کعبۂ ہندوستان ست

۱- غالب ۲۸ نومبر ۱۸۲۹ع کو کلکتے سے دہلی واپس پہنچے تھے -
۲- یہ شعر بنارس کی تعریف میں ہے - (دیکھیے مثنوی چراغ دیر ، 'کلیات غالب' جلد اول صفحہ ۲۶۱) -

جس بحر میں کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آ سکے ، اس کی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہوگی ، میں کیا کروں گا ؛ نام تمھارا آ سکتا ہے ، لیکن الف دبتا رہتا ہے ۔ خدا کے واسطے اس کی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا ۔

نجات کا طالب غالب - ۱۲

سہ شنبہ[1] ۱۲ فروری سنہ ۱۸۶۱ع

[۳۴] ایضاً (۳۴)

بھائی[2] ! تمھارا خط کل پہنچا ، آج جواب لکھتا ہوں ۔ پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ میری طرف سے جو اعتذار چھپا ہے ، وہ تمھاری نظر سے گزرا ہے یا نہیں ؟ نہ گزرا ہو تو 'اکمل الاخبار' ماہ شوال کے چاروں ہفتے کے دو ورقے دیکھ لو ، ایک ہفتے میں نکل آئے گا - ۱۲

واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی نے لکھے ہیں ، اس ہفتے کے 'اکمل الاخبار' میں دیکھ لو ۔ جو تم سے کلام کرے ، اسی انداز سے تم بھی کلام کرو - ۱۲

نجات کا طالب غالب

۲۹ اپریل سنہ ۱۸٦۷ع[3]

[۳۵] یضاً (۳۵)

بھائی[4] ! تمھاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ میں فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانۂ محض ہوں ۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ میری نہ سنی

۱- مطابق یکم شعبان ۱۲۷۷ھ ۔

۲- فاروقی صفحہ ۳۹ ، مجتبائی صفحہ ۹۴ ، مجیدی صفحہ ۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۳ ، مہر صفحہ ۴۴۸ ۔

۳- مطابق دو شنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ ۔

۴- فاروقی صفحہ ۳۹ ، مجتبائی صفحہ ۹۴ ، مجیدی صفحہ ۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۳ ، مہر صفحہ ۴۳۰ ۔

ہوگی - فارسی دیوان میں دو چار تاریخیں ہیں - ان کا حال یہ ہے کہ مادہ اوروں کا ہے اور اشعار میرے ہیں - تم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں ؟ حساب سے میرا جی گھبراتا ہے اور مجھ کو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے - جب کوئی مادہ بناؤں گا ، حساب درست نہ پاؤں گا - دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادۂ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈھ لا دیتے ، موزوں میں کرتا - اور اگر آپ میں نے مادہ کی فکر کی ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے ، تو ایسے ایسے تعمیے و تخرجے آ گئے ہیں کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہے -

کلکتہ میں قاضی القضات سراج الدین علی خاں مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے - ان کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خاں نے استدعاے تاریخ کی ، میں نے لکھی - چنانچہ وہ فارسی دیوان میں موجود ہے :

مفتیِ[1] عقل از پئے تاریخِ ایں بنا
ایما بسوے من ز رہِ احترام کرد
گفتم بہ وے بدیہہ "خوشا خانۂ خدا"
شد خشمگیں دمے کہ نظر در کلام کرد
خاشاک رفت و پاے ادب در شکنجہ ریخت
ایہام را بہ تخرجہ معنی تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو : 'خوشا خانۂ خدا' مادہ ، پھر اس میں سے 'خاشاک' کے عدد دور کرو ، نو سو اکیس کا تخرجہ ، پھر بھی دو اور زیادہ رہے - 'پاے ادب' توڑا ، بھلا یہ کوئی تاریخ ہے ، مگر ہاں حساب کے قاعدے سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے اور وہ لطف رکھتا ہے - ایک شخص سنہ ۱۲۴۸ھ میں مرا ، اس کی

۱- کلیات جلد اول ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۴۲۲ ·

تاریخ میں نے لکھی :

ز[1] سال واقعۂ میرزا مسیتا بیگ
سات راست شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہائے سماوی مبیّن از عشرات
حدیقہ ہائے بہشتی مشخّص از آحاد

ائمہ بارہ یعنی 'بارہ سو'، پھر کتبِ سماوی 'چار' دہا کے چار یعنی چالیس، بہشت آٹھ، چالیس اور آٹھ اڑتالیس۔ بارہ سو اڑتالیس۔

دوسری تاریخ بارہ سو ستر کی :

از[2] بروج سپہر جوئی مات
عشرات از کواکبِ سیار

برج بارہ، سات دہا کے ستر۔

یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر میں نہیں آتا، کیوں نہیں آتا ؟

جب کہ سید غلام بابا نے
مسندِ عیش پر جگہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات
کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو :

ہزار شکر کہ 'سید غلام بابا' نے
فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات
کہ آسماں پہ کواکب بنے تماشائی

۱۔ کلیات جلد اول، طبع مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۲۲۵۔
۲۔ قطعۂ تاریخ وفات تفضل حسین خاں کا شعر ہے (کلیات جلد اول، صفحہ ۲۲۸)۔

اس بحر میں سماتا ہوا کوئی مادہ بہم پہنچاؤ، تاریخ کہہ لو۔ وہ دوست جو مادہ ڈھونڈھ دیتے تھے، وہ جنت کو سدھارے۔ میں جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں، معذور اور مجبور ہوں۔

غالب

سہ شنبہ، ۱۱ محرم [۱۲۷۶ھ] ۳۱ جولائی سال حال [۱۸۶۰ع]

[۳۶] به نام شہزادہ بشیرالدین (۴)

پیر[1] و مرشد سلامت !

اعضا فرسودہ اور بودے ہو گئے ، روح ان میں دوڑتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہیں کر گئی - خدا جانے کس مکمن میں ہے - اعضا نکمے ہو گئے ، اب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہو گئے - آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجا لانی دل سے تعلق رکھتی ہے - وہ لطیفۂ غیبی یعنی روح کے کام ہیں - جب تک وہ باقی ہے ، سرانجام پاتے جائیں گے -

'خاکم بدہن' واسطے اقوال کے ہے - جب کوئی کلمہ مکروہِ طبع کہتے ہیں تو 'خاکم بدہن' کہہ لیتے ہیں - عمر خیام[2] :

بسر خاک بہ ریختی مے ناب مرا
'خاکم بدہن' مگر تو مستی ربی

اور 'خاکم بسر' اور 'خاکم بہ فرق' عام ہے ، جیسا کہ میں ایک شہزادہ[3] کے مرثیہ میں کہتا ہوں :

۱- فاروقی صفحہ ۴۱ ، مجتبائی صفحہ ۵۱ ، مجیدی صفحہ ۱۴۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۵ ، مہر صفحہ ۵۶۴ - شہزادہ صاحب کے بارے میں ایک مختصر سا تعارف حصۂ اول کے خط نمبر ۱۴۱ کے ذیل میں ہے -

۲- دیکھیے 'احوال و شرح رباعیات خیام' از فاضل ، طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۵ع ، صفحہ ۳۱۴ -

۳- دیکھیے مرثیہ فرخندہ شاہ ابن بہادر شاہ (کلیات غالب ، جلد اول صفحہ ۴۵۹) -

اے اہل شہر مدفنِ ایں دودماں کجاست ؟
خاکم بہ فرق خواب گہِ خسرواں کجاست ؟

استاد[1] :

خاکم بہ سر کہ عاشق کار آزمودہ ام
دانم کہ با رقیب بہ خلوت چہا رود

آپ کے ہاں اور مولوی روم کے ہاں 'خاکم بدہن' کا موقع نہیں ، جیسا کہ مولوی معنوی نے [نہ] لکھا ، حضرت بھی اپنے ہاں نہ لکھیں ۔

فرق است درمیانہ کہ بسیار نازک ست

نجات کا طالب غالب
[۱۸۶۷ع[2]]

۱۔ مولانا حالی نے حاشیہ' اردوے معلیٰ طبع اول مطبع فاروقی میں لکھا ہے :
"یہ شعر نواب غفران مآب محمد مصطفیٰ خاں حسرتی تخلص کا ہے ۔ ان کے نام کی جگہ استاد کا لفظ یا تو اس لیے لکھا ہے کہ اس وقت یاد نہیں رہا کہ کس کا شعر ہے یا اس خوف سے لکھا ہے کہ ہندی شاعر کا نام لکھنے سے مخاطب کے دل میں کچھ سند کی وقعت نہ ہو ۱۲ ۔ چنانچہ 'کلیات شیفتہ' طبع نظامی بدایوں صفحہ ۶۳ پر موجود ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ میں تاریخ موجود نہیں ہے ۔

[۴۷] بہ نام عبدالغفور[1] سرور (۱۷)

بندہ[2] پرور!

مہربانی نامہ آیا، سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے، پھر تتبع کلام اہل زبان۔ لیکن نہ اشعار قتیل[3] و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ ان کو موزونیِ طبع کا نتیجہ کہیے، اور کسی

۱- یہ خط اردوے معلیٰ میں شہزادہ بشیر الدین میسوری کے نام غلطی سے درج ہو گیا ہے۔ چنانچہ جناب مہر نے بھی اسے محسوس کیا، پھر بھی اصلاح رہ گئی۔ (دیکھیے 'خطوط غالب' طبع دوم، صفحہ ۵۶۵، طبع سوم، صفحہ ۵۷۳۔ نیز دیکھیے حواشی 'عود ہندی' طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۱۸)۔

۲- فاروقی صفحہ ۴۲، مجتبائی صفحہ ۵۲، مجیدی صفحہ ۱۳۵، مبارک علی صفحہ ۳۸۶، مہر صفحہ ۵۶۵، عود ہندی صفحہ ۱۸۔

۳- قتیل: محمد حسن بٹالوی ثم لکھنوی۔ مولود ۱۱۷۲ھ، متوفیٰ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ لکھنؤ۔ واقف: نورالعین بن قاضی امانت اللہ، بٹالہ ضلع گورداس پور مشرقی پنجاب وطن تھا۔ ادب و شعر کے ذوق نے دہلی، لکھنؤ، فیض آباد، بنارس، کابل تک دوڑایا۔ معصوم بھکری، مرزا فاخر مکین، شیخ علی حزیں اور آرزو سے ملاقاتیں کیں۔ بھاول پور کے دربار میں ملازم ہو گئے تھے اور وہیں ۱۱۹۰ھ میں رحلت کی۔ مولانا آزاد کے پاس ان کا خطی دیوان تھا ('نگارستان سخن' طبع لاہور ۱۹۵۷ع، صفحہ ۲۷۵۔ 'سفینۂ خوش گو' طبع پٹنہ ۱۹۵۹ع صفحہ ۲۷۵۔ بھگوان داس: 'سفینۂ ہندی' طبع پٹنہ ۱۹۵۸ع، صفحہ ۲۳۱۔

تعریف کے شایاں نہیں ہیں ۔ نہ ترکیب فارسی ، نہ معنی نازک ۔ ہاں الفاظِ فرسودہ ، عامیانہ جو اطفالِ دبستان جانتے ہیں اور جو متصدی نثر میں درج کرتے ہیں ، وہ الفاظِ فارسی یہ لوگ نظم میں صرف کرتے ہیں ۔ جب رودکی[1] و عنصری و خاقانی و رشید وطواط اور ان کے

۱۔ رودکی : ابو عبداللہ جعفر بن محمد ، متوفٰی ۳۲۹ھ کے بارے میں فروری ۱۹۵۷ع کے خبر نامہ اردو ''سویت یونین'' میں یہ خبر چھپی تھی جو ابھی تک رودکی کے بارے میں لکھی ہوئی پرانی کتابوں کے مسائل پر نئی روشنی ڈالتی ہے :

''وسط ایشیا کے بہت سے شہروں اور گاؤں کے باشندے اپنے علاقے کو عظیم شاعر اور موسیقار عبداللہ ابو جعفر رودکی کا وطن بتانے کے لیے مدتوں سے بحث کرتے آئے ہیں ۔ رودکی کا ایک صد سالہ یوم پیدائش تھوڑے ہی دنوں میں منایا جانے والا ہے ۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک اس شاعر کی جائے ولادت و وفات کا تعین نہیں کیا جا سکا تھا اور نہ کوئی ٹھیک طور سے اس کا حلیہ اور اس کی شباہت بیان کر سکتا تھا ۔ اسلام کسی انسان کی شبیہہ بنانے کو ممنوع قرار دیتا ہے اور اس لیے ہمیں رودکی کی شکل و شباہت کا اندازہ کسی قدر ان اشعار سے ہو سکتا تھا جن میں شاعر نے خود اپنا ذکر کیا ہے ۔

صدر الدین عینی نے بعض عربی کتابوں کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ رودکی کی ولادت اور وفات پنج رود کے علاقے میں ہوئی تھی جو پنج قند (علاقہ لینن آباد ، تاجکستان) سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے ۔ انھوں نے پنج رود کے گاؤں میں رودکی کی قبر کا بھی تعین کر دیا تھا ۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے تاریخی علوم اور سوویت علم الاقوام کے ماہر پروفیسر گراسیموف نے وہ قبر دیکھی جس میں روایت کے مطابق رودکی مدفون تھا ۔ قبر میں ایک ڈھانچا ملا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴۹ پر)

امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لے جائے، تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی یہ ہے۔

'منکہ باشم' الخ - اس کی جو شرح چھاپہ میں لکھی ہے اس کو ملاحظہ کیجیے اور معانی میرے خاطر نشان کیجیے تو میں سلام کروں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳۸)

پروفیسر گراسمیوف کا کہنا ہے - ''ہمارے سامنے صرف یہی کام تھا کہ ہم رودکی کی شبیہ بنالیں، بلکہ اس بات کو بھی پایۂ یقین تک پہنچانا تھا کہ ہمیں جو ڈھانچہ ملا ہے وہ رودکی ہی کا ہے؟ ہمیں روایتوں اور خود شاعر کے کلام سے یہ معلوم تھا کہ رودکی نابینا تھا اور اس کے دانت نہیں تھے۔ قبر میں جو کھوپڑی ملی ہے، اس میں بھی دانت نہیں تھے - پشت سر کی ہڈی کی مخصوص امتیازی ساخت یہ بتاتی ہے کہ یہ کھوپڑی ایک نابینا انسان کی ہے - اب ہمیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے رودکی کی قبر پا لی۔

جدید ترین مواد کے مطالعے سے اس بیان کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ رودکی نے ۸۵-۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی''۔

نیز دیکھیے 'رودکی' تالیف سعید نفیسی - حواشی چہار مقالہ، تصحیح محمد بن عبدالوہاب قزوینی و ڈاکٹر محمد معین، طبع ایران۔

عنصری : ابوالقاسم حسن بن احمد بلخی متوفیٰ ۴۳۱ھ۔

خاقانی : افضل الدین بدیل بن علی شروانی متوفیٰ تقریباً ۵۹۵ھ (دیکھیے شرح مرثیۂ مدائن، مشمولہ 'احوال و شرح رباعیات خیام' تالیف مرتضیٰ حسین فاضل، طبع غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ 'تاریخ ادبیات ایران' از شفق، صفحہ ۲۰۵ ببعد)

رشید الدین وطواط : سنہ ۴۸۰ھ کے قریب بلخ میں پیدا ہوا اور ۵۷۸ھ میں فوت ہوا (شفق : تاریخ ادبیات ایران، صناديد عجم صفحہ ۱۳۶ ببعد)۔

پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیے کہ 'از اوج بیان انداختہ' کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے ؟ اگر 'عقل کل' کو 'انداختہ' کا مفعول اور 'منکہ' کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤ گے تو بے شبہ 'انداختہ' کے فاعل دو ٹھہریں گے - ایک 'ناوک انداز ادب' اور ایک 'مرغ اوصاف تو' ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے ؟

اب فقیر سے اس کے معنی سنیے :

'من' 'انداختہ' کا مفعول 'را' مقدر 'منکہ' کا کاف توصیفی 'ناوکِ انداز ادب' ادب آموز یعنی استاد ، مرغ توصیف تو فاعل -

مجھ کو کہ عقل کا استاد ہوں ، تیرے مرغ توصیف نے اوج بیان سے گرا دیا ، عقل کل تک کہ وہ علویوں میں اعلیٰ ہے ، اس کا ناوک پہنچ سکتا تھا مگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہاں اس ناوک انداز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجایش نہیں - اوجِ بیان سے گرنا عاجز آجانا ہے - قدرت وہ کہ عقلِ کل سے بھی زیادہ اور عجز یہ کہ اوجِ بیان سے گر گیا - کیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا اور خوب مضمون ہے اظہارِ عجز باوجود دعوائ قدرت ۱۲ : مصرع

ایثار تو بردوختہ چشم و دہن آموز

اس کے تو معنی وہی ہیں جو چھاپے میں لکھے[1] ہیں - مصرع ثانی کی شرح میں گم راہ ہوگیا -

'احسان تو ہر قطرہ دریا بشگافت تاہم بقید حساب نیامد' - یہ ہیچمدان اس معنی کے معنی نہیں سمجھا - سیدھی بات ہے ، مگر خیال

۱- متداول قصائد عرفی طبع قدیم و نول کشور میں ہے ''دہن حرص و آز اپناشتن کہالی دارد و معنی مصرع دوم آنکہ احسان تو ہر قطرۂ دریا شگافتہ تاہم بہ قید حساب نیامدہ'' -

میں جب آئے گی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں۔ کمالِ ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کم بختی آتی ہے۔ لعل و دُر کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا، نئی نئی طرح سے باندھا ہے۔ چنانچہ میں نے کسی زمانے میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیرالدولہ[1] والی ٹونک کو بھیجا تھا، اس میں کے دو شعر آپ کو لکھتا ہوں [شعر] :

ناموس نگہ داشتی از جود بگیتی
جز پردگیان حرم معدن و یم را
وقت است کہ ایں قوم بہ ہر کوچہ و بازار
پرسند ز ہم منشاء رسوائی ہم را

'پردگیان حرم معدن و یم' لعل و گوہر جو کثرتِ ایثار سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں، وہ باہم دگر دردمندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں۔ ہم کو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیونکر رکھا ہے؟ ۱۲

'قطرۂ دریا' کا حساب کے واسطے چیرنا بے حساب ہے۔

مقولہ عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ آئے، وہ بخش دیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا۔ چونکہ قطرہ میں بالقوہ استعداد موتی ہو جانے کی[2] ہے، تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ آئیں تو وہ سائلوں کو دیے جاویں۔ پہلے مصرع

۱- وزیر محمد خاں، نواب ٹونک متوفی ۱۸۶۵ء۔ (قصیدے کے لیے دیکھیے کلیات جلد دوم صفحہ ۱۴۳ نیز حاشیہ قصیدۂ مذکور)۔

۲- اردوے معلی طبع مجتبائی و فاروقی میں "ہو جانے کا ہے" صحیح "کی" ہے۔

میں حرص کا سیر کر دینا موافق مسلمات شعراء کے ممتنع اور اس کا وقوع میں آنا اغراق ، دوسرے مصرع میں بہ احتمال استعداد بالقوہ قطرے کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرے کو ، یہ اغراق سے گزر کر تبلغ و غلو ہے - ۱۲

داد کا طالب[1]

غالب

[۱۸۵۸ع]

۱- عود ہندی میں یہ خط بہت طویل ہے ، یعنی 'تبلیغ و غلو ہے' کے بعد ہے :"یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کی طرف ہے. ." شروع ہوتا ہے - اردوے معلیٰ میں 'داد کا طالب غالب' زائد ہے۔ 'عود ہندی' میں یہ فقرہ نہیں ہے - سنہ کا اضافہ بھی میں نے کیا ہے - (دیکھیے حواشی عود ہندی صفحہ ۳۰) -

[۴۸] به نام منشی کیول رام[1] قوم کایتھ، المتخلص به هشیار (۱)

غالب[2] خاکسار کہتا ہے کہ شعراء ایران کلہم اجمعین مسلّم الثبوت ہیں اور ان کا کلام سند ہے - سخن ورانِ ہند میں امیر خسرو[3] دہلوی بھی ایسے ہی ہیں - اہلِ ایران میں رودکی و فردوسی سے لے کر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو، کوئی فرہنگ جمع کی ہو، تو ہمیں دکھاؤ - اس کو اگر میں نہ مانوں اور سند نہ جانوں تو میں گنہگار - ۱۲

جتنی فرہنگیں اب موجود ہیں، نام ان کے کہاں تک لوں - مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہوں گے - ان سب رسالوں کے جامع ہندی[4] ہیں، کوئی اہلِ زبان نہیں ہے ۱۲ - اشعارِ اساتذۂ

۱- کیول رام بن بخشی سلطان سنگھ دہلوی - بیگم سمرو فوج میں بخشی تھے- ہوشیار نے یہاں سے استعفیٰ دے کر تعلیم و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور یو پی کی ڈپٹی انسپکٹری سے ریٹائرڈ ہو کر چاند پور میں سکونت اختیار کر لی - اردو، فارسی، عربی، میں چھوٹی بڑی اسّی کتابیں لکھیں - دیوان، نول کشور پریس سے سنہ ۱۸۷۷ع میں چھپا - ('تلامذۂ غالب' صفحہ ۳۰) -

۲- فاروقی صفحہ ۴۴، مجتبائی صفحہ ۵۰، مجیدی صفحہ ۱۴۱، مبارک علی صفحہ ۳۸۷، مہر صفحہ ۵۷۳ -

۳- امیر خسرو ابن امیر سیف الدین محمود دہلوی - برصغیر کا وہ شاعر جس کا مرتبہ ایران میں بھی بہت بلند ہے - متوفی ۷۲۵ھ (ڈاکٹر وحید مرزا، دی لائف اینڈ ورک آف امیر خسرو) -

۴- فرہنگ قطران، تالیف ابو منصور علی بن احمد - فرہنگ سغدی تالیف ابو حفص - صحاح الفرس وغیرہ غالب کے زمانے میں ناپید تھیں -

ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لغات ان کی نظم میں دیکھے، بہ مناسبت مقام ان لغات کے معنی لکھ دیے۔ استنباط معنی کا مدار قیاس پر۔ یہ میں نہیں کہتا کہ قیاس ان کا سراسر غلط، میرا قول یہ ہے کہ کم تر صحیح اور بیشتر غلط ہے۔ ۱۲

ان سب فرہنگ لکھنے والوں میں یہ دکن کا آدمی یعنی جامع 'برہان قاطع' احمق اور غلط فہم اور معوج الذہن ہے، مگر قسمت کا اچھا ہے۔ مسلمان اس کے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہیں اور ہندو اس کے بیان کو مطالب مندرجۂ بید کے برابر مانتے ہیں۔ ۱۲

'گیا' اور 'گیاہ' بہ کاف فارسی مکسور، سبز گھانس کو کہتے ہیں۔ 'گیا' بہ کاف فارسی مکسور یا مفتوح کوئی لغت فارسی نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے۔ مولوی روم اور حکیم سنائی کے ہات کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہیں کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور فتحہ بنایا ہو۔ فرہنگ نویسوں کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہیں۔ نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مقدم وہ ہے نہ 'گیا' بہ معنی پہلوان ہے، نہ 'کار گیا' کوئی لفظ ہے، نہ کوئی لغت ہے۔ ۱۲

'کے' بہ کاف عربی مفتوح بر وزن مے، ایک لغتِ فارسی ہے، ذو معنیین، یعنی دو معنی دیتا ہے۔ ایک تو 'کب' یعنی 'کس وقت'. اور دوسرے معنی اس کے ہیں حاکم اور مالک کے۔ الف جو اس کے آگے آتا ہے، وہ کثرت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے 'خوشا' بہت خوش، 'بدا' بہت بد۔ 'کیا' بڑا حاکم: [شعر]

عشق آں بگزیں کہ جملہ اولیا
یافتند از عشقِ او، کارِ کیا

یعنی بہ سببِ عشق کار بزرگ یافتند۔ [شعر]

سر فرو بردیم تا بر سروراں سرور شدیم
چاکری کردیم تا کار کیائی یافتیم

یہاں بھی وہ کارِ بزرگ یعنی بڑا کام - پس یائے تحتانی اگر 'مجہول' ہے تو 'تعظیمی' ہے، اگر 'معروف' ہے تو 'مصدری' ہے، یعنی بزرگی کا کام، حکومت کا کام - وہ 'کیا' مضاف اور مضاف الیہ مقلوب ہے - یعنی کیائے دہ اوز 'حاکم دہ' - 'کار کیا' مثلہ یعنی 'کیائے کار' و 'مالک کار' - جہاں ما قبل اس کے وائے مکسور لائیں گے، وہاں 'کار' موصوف اور 'کیا' صفت ہے - نہایت تحقیق و اصلِ حقیقت یہ ہے - فقیر نے جہاں 'کیا' کے لفظ پر خط مستطیل کھینچا ہے، وہ علامتِ فتحہ ہے - دوسرا مرکز نہیں جو کافِ فارسی سمجھا جائے - ۱۲

داد کا طالب، داد خواہ[1]، غالب

[۱۸۶۰ء[2]]

۱- نسخۂ مجتبائی میں ہے: ''داد کا طالب، داد خواہ غالب''۔ نسخۂ فاروقی میں ''داد خواہ'' ندارد -
۲- صرف ایک تخمینہ ہے ۔

[۴۹] به نام مولوی کراست علیٰ صاحب (۱)

فقیر[2] اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ یہاں آئے ہیں اور آپ کی ملاقات سے حظ اٹھایا ہے۔ حل معنیِ اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں، شعرائے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں، بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعارِ فارسی البتہ میرے ہیں [شعر]

[3]خواست کز ما رنجد و تقریب رنجیدن نداشت
جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

'داشتن' بہ معنی 'رکھنے' کے ہے لیکن اہلِ زبان بہ معنی 'بایستن' بھی استعمال کرتے ہیں۔ ظہوری : [شعر]

گر اسیرِ زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را
گفتہ باشم ایں قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرعے کا 'داشت' بہ معنی 'رکھنے' کے اور دوسرے مصرعے کا داشت بہ معنی 'بایست' ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزردہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قضا را کچھ دنوں کے بعد رقیب سے معشوق کو ملال ہوا میری جو شامت آئی، میں نے دوست سے

۱- مہر صاحب فرماتے ہیں کہ کرامت علی بٹالہ میں ملازم تھے۔
۲- فاروقی صفحہ ۴۶، مجتبائی صفحہ ۵۵، مجیدی صفحہ ۳۴۲، مبارک علی صفحہ ۳۸۹، مہر صفحہ ۵۷۵۔
۳- غزل ۸۳، کلیات غالب، جلد سوم، طبع مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۹۳۔

پوچھا کہ ''رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا ؟'' مشوق اسی گستاخی کو بہانۂ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہو گیا ۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہائے ''پرسیدن نداشت'' ، یعنی ''پوچھنا نہ چاہیے تھا'' ۔ [شعر]

دیر خواندی سوے خویش و زود فہمیدم دریغ
پیش ازیں پایم ز گرد راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجھ کو بلاوے ، مگر اس عیار نے نہ بلایا ۔ رفتہ رفتہ میں اپنے غم سے ایسا زار و ناتواں ہو گیا کہ طاقتِ رفتار نہ رہی اور گردِ راہ سے میرے پاؤں اُلجھنے لگے ۔ جب اُس نے یہ جانا کہ اب نہ آ سکے گا ، تب بلایا ۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بلانے میں دیر کی اور میں اس کی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بلانے میں اس واسطے دیر کی کہ اس سے پہلے میں ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں ۔ 'دریغ' کو یہ نہ سمجھا جائے کہ 'زود فہمیدن' پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے ۔ دریغ ہے دوست کی بے وفائی اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر [شعر]

[1]من بوفا مردم و رقیب بدر زد
نیمہ لبش انگبیں و نیمہ تبرزد

'انگبیں' شہد کو کہتے ہیں اور 'تبرزد' مصری کو کہتے ہیں ۔ ان معنوں میں کہ یہ مانند قند اور بتاشوں کے جلد ٹوٹنے والی نہیں ۔ جب تک اس کو تبر سے نہ توڑو ، مدعا حاصل نہیں ہوتا ۔ 'بدر زدن' : اگرچہ لغوی معنی اس کے ہیں 'باہر مارنا' یعنی 'بدر' باہر اور 'زدن' مارنا ، لیکن روزمرہ میں اس کا ترجمہ ہے نکل جانا ۔ اب

۱۔ کلیات غالب ، جلد سوم ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۱۹۳ غزل نمبر ۱۷۴ ۔

جب یہ معلوم ہوگیا تو یوں سمجھیے کہ معشوق کے ہونٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہیں، اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے۔ پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی وہ جب چاہے، بے تکلف اڑ جائے، اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی، جب وہ اڑنے کا قصد کرے گی، پر و بال اس کے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مر کر رہ جائے گی۔ پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہو گئے اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چاٹ کر، لطف اٹھا کر، صحیح و سالم چلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مر کر رہ گیا [شعر]

در نمکش بین و اعتماد نفوذش
گر بہ مے افگند، ہم بہ زخم جگر زد

'زدن' لازمی بھی ہے اور متعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں 'لگ جانا' اور متعدی کے معنی 'مارنا'۔ یہاں 'زد' لازمی ہے۔ اب یہ سمجھا چاہیے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے، یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو اس میں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے، اور زخم پر اگر ڈالیں تو وہ کٹاؤ کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے۔ مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اس کو[1] اس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسا ہے۔ اگر وہ اس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور[2] زخم جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے، تو بھی وہ اپنا کام کرتا رہتا ہے [شعر]

۱۔ خطوط غالب نسخۂ مہر: ''کہ اسے نمک''۔
۲۔ خطوط غالب نسخۂ مہر: ''اور'' ندارد۔

کیست دریں خانہ، کز خطوطِ شعاعی
مہر نفس ریزہا بہ روزنِ در زد

یہ خیال ہے، یعنی ایک گھر میں اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے، مگر بطریق تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازے کے روزن پر پھینک دیے ہیں؟ آفتاب کے خطوطِ شعاعی کا روزنوں میں پڑنا اور ان خطوطِ شعاعی کا یعنی سورج کی کرن کا بہ صورت سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے۔ [شعر]

دعوئ او را بود دلیل بدیہی
خندۂ دنداں نما بہ حسن گہر زد

'خندۂ دنداں نما' اس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسم سے بڑھ کر ہو اور اس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا، اور ہنستا کوئی اسی چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک ذلیل سمجھ لیتا ہے۔ حاصل[1] معنی یہ کہ میرا مشعوق موتیوں کے حسن پر ہنسا، گویا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں۔ اب دعوے کے واسطے دلیل ضرور ہے۔ سو شاعر یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوے پر دلیل بدیہی ہے، یعنی ہنسنے میں اس کے دانت نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ وہ حسن جو لوگ موتی میں گمان کرتے تھے وہ لغو ہے۔ حسن یہ ہے کہ جو معشوق کے دانتوں میں ہے پس اس[2] دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور چونکہ بدیہی تھی، مان لیا۔ [شعر]

۱- خطوط غالب نسخۂ مہر: 'اصل معنی'۔
۲- خطوط غالب نسخۂ مہر: 'پس اسی دلیل نے سب کو دیکھ لیا'۔

غیرت پروانہ ہم بروز مبارک
نالہ چہ آتش ببال مرغ سحر زد

پروانے کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیے۔ پروانے کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانے میں ہو یا پروانے کو ہو بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو پروانے پر یعنی رشک۔

حاصلِ معنی یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں۔ رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجھ کو اس پر رشک آتا تھا۔ دن کو[1] ایسا کوئی نہ تھا کہ مجھ کو اس پر رشک آوے، لو اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانے پر شب کو تھا، اب دن کو بھی مبارک ہو۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے مرغ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی مستی اور بے خودی میں یہ نہیں جانتا کہ یہ میرے نالے کے سبب سے ہے۔ مجھ کو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانے کو دیکھ کر کھاتا تھا۔ اب مرغ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہوں کہ ہائے یہ کون ہے جو میری طرح جلتا ہے[2]۔ [شعر]

لشکر ہوشم بزور مے نہ شکستی
غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد

نظر 'فکر' کو بھی کہتے ہیں اور 'نگاہ' کو بھی۔ یہاں نگاہ کے معنی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا اور شراب پی کر بے ہوش ہو جاتا، مگر کیا کروں کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا، پھر اس پر شراب پی گئی۔ بے خودی کا استعداد تو بہم پہنچ ہی گیا تھا، ناچار ہوش جاتے رہے۔ [شعر]

۱۔ نسخۂ مہر: ''دن کو . . . . لو اب'' ندارد۔
۲۔ نسخۂ فاروقی: ''جل رہا ہے''۔

زاں بتِ نازک چہ جائے دعویِ خون است
دستِ وے و دامنے کہ او بکمر زد

اس شعر کا لطف وجدانی ہے ، بیانی نہیں ہے - معنی اس کے یہ ہیں کہ اس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے - خون کا دعویٰ کیا کریں ، کہ اس کے وقتِ عزم قتل ، دامن گرداننے وقت وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اس کا ہات ہے اور وہ دامن کہ جو انھوں نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ، ایسا لچکا کمر کو پہنچا ہے کہ وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہے - پس کوئی اس سے خون کا کیا دعویٰ کرے گا -
قطعہ :

برگ طرب ساختیم و بادہ گرفتیم
ہرچہ ز طبع زمانہ بیہدہ سرزد
شاخ چہ بالد ، گر ارمغان گل آورد
تاک چہ نازد اگر صلاے ثمر زد

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بمقتضاے طینت خاک ، ہر طرف ظاہر ہوا کرتی ہیں ، مثلاً گنا - اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اس کا رس نکلے اور اس کا قند بنے - یہ آدمی کی دانش مندی ہے کہ اس نے اس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی - پس اسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں - شاخ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے ؟ ہم نے اپنے زور عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے - [شعر]

کام نہ بخشیدۂ ، گنہ چہ شماری
غالب مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تو نے

میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں ، تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائقِ التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالم عقبیٰ میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے ؟ جب ہمارے مطالب آپ نے ہم کو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے ۔ جانے دیجیے ، ہم میں التفات کی ارزش نہیں ہے - ۱۲

غالب

[۱۸٦۰ع[1] ؟]

۱- تاریخ کے لیے میں گمان کرتا ہوں کہ ۱۸٦۰ع کے بعد کی تحریر ہے ۔ لیکن یقینی طور سے معلوم نہیں ۔

[۵۰] بہ نام[1] منشی جواہر سنگھ جوہر (۳)

برخوردار[2] !

تمھارے خطوں سے تمھارا پہنچنا اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔

ہاں ، [3]لالہ چھجمل اکثر بیمار رہتے ہیں ۔ ان دنوں میں خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ گھبرا گئے اور زیست کی توقع جاتی رہی ۔ بارے کچھ فرصت ہوگئی ہے ۔ بھائی ! یہ آفتاب سرکوہ ہیں ، 'ہیرا' کا ان کے پاس رہنا اچھا ہے ، تم سے جو ہو سکے گا تم اس کے مصارف کے واسطے مقرر کر دو گے ۔

غزل تمھاری ہم کو پسند آئی ، اصلاح دے کر بھیج دی گئی ۔ اس کا تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہے ۔ [مصرع]

چرا نہ یاس بجان امیدوار افتد

یہاں ''افتد'' مہمل ہے ۔ ''یاس بدل افتادن'' و ''یاس بجان افتادن'' روزمرہ نہیں ، اور بھی کئی ''افتد'' ایسے ہی ہیں [شعر]

سیاہ بختم اگر بر سرم گزار افتد

بسان سایہ ہما نیز سوگوار افتد

سوگوار ہونا سایے کا بہ اعتبار سیاہی رنگ ہے ۔ اب یہاں دونوں

۱۔ حالات کے لیے دیکھیے خط نمبر ۶ ۲۴ حصہ اول ۔ اردوے معلی طبع فاروقی میں منشی نہیں ہے ۔ میں نے مجتبائی سے نقل کیا ہے ۔

۲۔ فاروقی صفحہ ۵۰ ، مجتبائی صفحہ ۶۰ ، مجیدی صفحہ ۳۴۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۹۳ ، مہر صفحہ ۵۶۹ ، مہیش صفحہ ۱۰۵ ۔

۳۔ رائے چھج مل متوفی سنہ ۶۱ - ۱۸۶۰ع/۱۲۷۷ھ ۔

"افتد" ٹھیک ہیں - "گزار افتادن" روزمرہ اور دوسرا "افتد" بہ معنی واقع شود - [شعر]

شنیدہ ام ، بجفائے تو مبتلا ست عدو
چرا نہ شور بجانِ امیدوار افتد

"شور افتادن" روزمرہ ہے اور "یاس افتادن" غلط - [شعر]

بہ حیرتم کہ ز دوزخ کسان دوزخ را
کجا برند چو آہم شرارہ بار افتد

یہاں "افتد" بہ معنی واقع شود ٹھیک - [شعر]

نہ گبرم و نہ مسلماں ، بحیرتم کہ مرا
سوائے دوزخ و مینو کجا گزار افتد

یہ شعر تمھارا بہت خوب ہے ، آفرین - [شعر]

قرار در وطن افسردہ مے کند دل را
خوشا غریب کہ دور از دیار و یار افتد

یہاں بھی "افتد" صحیح وبا معنی - [شعر]

نیم رقیب کہ رسوائیم خجل نکند
خوش است پیشم اگر یار پردہ دار افتد

یہاں بھی "افتد" بہ معنی "واقع شود" - [شعر]

ترا کہ شیوہ دگر گوں کنی بہ زعم بتاں
خوش است گر ز جفا بر وفا قرار افتد

"افتد" یہاں بھی ٹھیک ہے - بات اتنی ہی تھی کہ "بود" گدلا لفظ تھا "کنی" صاف ہے[1] - [شعر]

۱- یعنی "ترا کہ شیوہ دگرگوں بود بہ زعم بتاں"- "کنی نہ زعم بتاں" بہتر ہے -

خط رخ تو بہ دل دادہ خط آزادی
خوشم کہ در شکن زلف تابدار افتد

وہ صورت اچھی نہ تھی ، یہ طرز خوب ہو گئی ۔ معنی کا معیار کامل ہو گیا [شعر]

چکد ز خامۂ جوہر سخن چنانکہ مگر
بہ زور موج در از بحر بر کنار افتد

دولت و اقبالِ روز افزون روزی باد ۔

از اسداللہ

نگاشتۂ شنبہ[١] ، نہم اپریل ١٨٥٣ع

١۔ نسخۂ فاروقی "شنبہ" ندارد ۔ یہ تاریخ مطابق ہے ٢٩ جمادی الثانیہ ١٢٦٩ھ کے ۔

[۵۲] به نام منشی[1] هیرا سنگھ (۲)

فرزند[2] دلبند سعادت‌مند ، منشی ہیرا سنگھ کے حق میں میری دعائیں قبول ہوں اور ان کے جتنے مطالب ومآرب ہیں ، وہ عنایتِ الٰہی سے پورے ہوں ۔ بھائی ! "لبِ ساحل" کی سند پر یہ شعر ہے طالب آملی کا :

مدتے آں گدائے خونیں دل
بود تبخالۂ لبِ ساحل

"لبِ بام" ، "لبِ فرش" ،"لبِ چاہ" ، "لبِ دریا" ، "لبِ ساحل" ، بہ معنی کنارے کے ہے مستعمل اہل ایران ۔

"لبِ بام" اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھائیے تو دھم سے انگنائی میں آئیے ۔ پس "لبِ دریا" اُسے سمجھیے جہاں سے قدم بڑھائیے تو پانی میں جائیے ۔ "لبِ ساحل" وہ ہوا جہاں سے آگے بڑھیے تو دریا میں گریے ۔ "لبِ دریا" سے پانؤ دریا پر[3] رکھا جاتا ہے ، جیسا نہانے کے واسطے اور "لبِ ساحل" سے دریا میں کودتے ہیں ۔ جس طرح سلطان جی کی باولی میں "لبِ بام" سے تیراک کودتے ہیں ، اسی طرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے ، وہاں کڑاڑے کے کنارے پر سے کودتے ہیں ۔کڑاڑا "ساحل" اور کڑاڑے کا کنارا "لبِ ساحل" ۔ جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے ، کیا وہ طالب آملی کو بھی نہیں مانیں گے ؟ اور

۱۔ دیکھیے حاشیہ خط نمبر ۳۷۸ ، حصہ اول ۔

۲۔ فاروق صفحہ ۵۲ ، مجتبائی صفحہ ۶۲ ، مجیدی صفحہ ۳۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۹۴ ، مہر صفحہ ۵۷۱ ۔

۳۔ نسخۂ مہر : "دریا میں"۔

اس لفظ پر اعتراض کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان بیچاروں نے سوائے گلستاں ، بوستاں کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی ۔ اگر مدت تک قدما کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے ، تو یقین ہے کہ دیکھ لیں گے ۔ فقط

نجات کا طالب غالب
[۱۸٦۸ع[1]]

۱۔ پہلے حصے میں ایک خط ہے جو ۱۴ جنوری ۱۸٦۸ع کو لکھا گیا ہے ۔ غالباً یہ اس کے کچھ ماہ بعد کا خط ہے ۔

[۵۲] بہ نام میر مہدی[1] صاحب (۴۳)

آئیے[2] جناب میر مہدی صاحب دہلوی ! بہت دنوں میں آئے ، کہاں تھے ؟ بارے آپ کا مزاج خوش ہے ؟ میر سرفراز حسین صاحب اچھی طرح ہیں ؟ میرن صاحب خوش ہیں ؟ [شعر]

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے ، قد اس کا کتنا لمبا ہے ، ہات پاؤں کیسے ہیں ، رنگ کیسا ہے - جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم و جسمانیات میں سے نہیں ، ایک اعتبار محض ہے - وجود اس کا صرف تعقل میں ہے ، سیمرغ کا سا اس کا وجود ہے - یعنی کہنے کو ہے ، دیکھنے کو نہیں - پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہوگئے تو گویا اس صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے - ۱۲

می خواہم از خدا و نمی خواہم از خدا
دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را

لف و نشر مرتب ہے - می خواہم از خدا ، دیدن حبیب را - نمی خواہم از خدا ، ندیدن رقیب را -

'خوار و زار و خستہ و سوگوار' ، معنی تو اس میں موجود ہیں مگر بول چال ٹکسال باہر ہے - ایک جملے کا جملہ مقدر چھوڑ دیا ہے اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جس کو 'المعنی فی بطن الشاعر'

۱- سوانحی نوٹ کے لیے دیکھیے حاشیہ خط نمبر ۱۶۶ حصہ اول - جلد اول - صفحہ ۳۰۳ -

۲- فاروق صفحہ ۵۳ ، مجتبائی صفحہ ۶۳ ، مجیدی صفحہ ۲۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۹۴ ، مہیش صفحہ ۳۸۶ ، مہر صفحہ ۳۰۸ -

کہتے ہیں - یہ شعر اساتذۂ مسلم الثبوت میں سے کسی کا نہیں ہے - کوئی صاحب ہوں گے کہ اُنھوں نے لوگوں کے حیران کرنے کے واسطے یہ شعر کہہ دیا ، اور کسی اُستاد کا نام لے دیا کہ یہ اُن کا ہے -

تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس پر حکم کیا جائے - جو جس کے کانوں کو لگے ، جس کو جس کا دل قبول کرے ، اس طرح کہے - ''رتھ'' میرے نزدیک مذکر ہے ، یعنی ''رتھ آیا'' - لیکن جمع میں کیا کروں گا ؟ ناچار مؤنث بولنا پڑے گا ، یعنی ''رتھیں' آئیں'' - خبر مؤنث ہے بہ اتفاق ، مگر ''کاغذ اخبار'' اس کو خود سمجھ لو کہ تمھارا دل کیا قبول کرتا ہے - میں تو مذکر کہوں گا ، یعنی ''اخبار آیا''- ''پیر ہوئی یا ہوا'' یہ منطق عوام کا ہے - ہمیں اس سے کچھ کام نہیں - ہم کہیں گے کہ ''دو شنبہ ہوا'' ، ''پیر کا دن ہوا'' - نری ''پیر ہوئی'' یا ''[2]پیر ہوا'' ہم کیوں بولیں گے ؟ ۱۲

۱- مولانا حالی نے حاشیے میں لکھا ہے :
''شاید ان کا یہ مطلب ہے کہ 'رتھ' کی تذکیر و تانیث میں جو اختلاف ہے وہ صرف اِفراد کی حالت میں ہے - یعنی کوئی 'رتھ' آیا اور کوئی ''رتھ آئی'' کہتا ہے - لیکن جمع کی حالت میں بالاتفاق سب ''رتھیں آئیں''بولتے ہیں - پس ناچار مؤنث ماننا پڑا - لیکن فی‌الواقع ایسا نہیں ہے - جو 'رتھ آیا' بولتے ہیں وہ جمع کی حالت میں رتھ آئے بولتے ہیں ، جیسے یار آئے ، دوست آئے ، آدمی آئے ، جانور آئے اور یار آیا ، دوست آیا ، آدمی آیا ، جانور آیا''- ۱۲

۲- مرزا صاحب نے صاف صاف تحریر نہیں فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہ حسب ضرورت صرف 'پیر ہوا' بولے تو یہ درست ہے یا نہیں - بلکہ بے شک 'پیر ہوا' مذکر کے ساتھ بولنا درست ہے -
(باقی حاشیہ صفحہ ۹۷۲ پر)

"بلبل"، میرے نزدیک مؤنث ہے، جمع اس کی "بلبلیں"۔ "طوطی بولتا ہے" "بلبل بولتی ہے" ۱۲ - بھائی اس امر میں میں مفتی و مجتہد بن نہیں سکتا، اپنا عندیہ لکھتا ہوں - جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے - ۱۲

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ[1] ۸ دسمبر ۱۸۶۳ع

[۵۳] ایضاً (۴۴)

بھائی[2]! کیا پوچھتے ہو، کیا لکھوں؟

[تم تو لڑکوں کی سی باتیں کرتے ہو - جو ماجرا میں نے سنا تھا، وہ البتہ موجب تشویش تھا - تمھاری تحریر سے وہ تشویش رفع ہوگئی، پھر تم کیوں ہائے واویلا کرتے ہو؟ اوپر کا حاکم موافق ہے، ماتحت کا حاکم جو مخالف تھا سو گیا - پھر کیا قصہ ہے؟]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷۱)

تمام زن و مرد و خاص و عام اسی طرح بولتے ہیں - مرزا صاحب مرحوم کے زمانے میں شاید کچھ خاص اور اہل علم 'دوشنبہ' کی جگہ صرف 'پیر' کا لفظ نہ بولتے ہوں لیکن اب وہ لوگ جنت کو سدھارے - ۱۲ (حالی)

۱- مطابق ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۸۰ھ -

۲- فاروقی پریس دہلی صفحہ ۴۵، مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ع صفحہ ۶۳، مجیدی پریس کان پور سنہ ۱۹۲۲ع بار اول صفحہ ۲۲۲، مبارک علی لاہور ۱۹۲۳ع صفحہ ۳۹۵، خطوط غالب تالیف مہر طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور سنہ ۱۸۵۶ع بار دوم صفحہ ۳۸۵، خطوط غالب تالیف مہیش پرشاد طبع اول الہ آباد

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۷۳ پر)

"قاطع برہان" کے مسودے سب میں نے پھاڑ ڈالے ، اس واسطے کہ ہر نظر میں اُس کی صورت بدلتی گئی، وہ تحریر بالکل مغشوش ہوگئی۔ ہاں ، اس کی نقلیں صاف کہ جس میں کسی طرح کی غلطی نہیں ، نواب' صاحب نے کر لی ہیں ؛ ایک میرے واسطے ، ایک [بھائی] ضیاء الدین خاں کے واسطے - میری ِملک کی جو کتاب ہے ، اُس کی ِجلد بندھ جائے تو بہ طریقِ مستعار بھیج دوں گا - تم اس کی نقل لے کر میری کتاب مجھ کو پھیر دینا ، اور یہ امر بعد محرم واقع ہوگا - مگر یہ یاد رہے کہ جو صاحب اس کو دیکھیں گے ، وہ ہرگز نہ سمجھیں گے ، صرف "برہان قاطع" کے نام پر جان دیں گے - کئی باتیں جس شخص میں جمع ہوں گی وہ اُس کو مانے گا ؛ پہلے تو عالم ہو ، دوسرے فن لغت کو جانتا ہو ، تیسرے فارسی کا علم خوب ہو اور اس زبان سے اُس کو لگاؤ ہو ، اساتذۂ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہو اور کچھ یاد بھی ہو - چوتھے منصف ہو ، ہٹ دھرم نہ ہو - پانچویں طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو ، معوج الذہن اور کج فہم نہ ہو - نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہوں گی اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا - ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷۲)

سنہ ۱۹۴۱ع صفحہ ۲۵۳ ، انشائے اردو مطبع سرکاری لاہور سنہ ۱۸۷۲ع صفحہ ۴۲ - آخر الذکر ماخذ میں خط کا آغاز یوں ہے : "بھائی ! تم تو لڑکوں کی سی باتیں . . . . پھر کیا قصہ ہے؟" یہی آغاز اُس "انتخاب" میں ہے جو قلمی شکل میں عبد الستار صاحب کے پاس ہے - اردوے معلیٰ حصہ دوم میں خط کا آغاز یوں ہے : "بھائی کیا پوچھتے ہو ، کیا لکھوں ، قاطع برہا کے ن مسودے"- ہم نے نسخہ' مہیش کی زائد عبارت کو کہنی دار بریکٹ '[ ]' سے ممتاز کر دیا ہے -

۱- شاید نواب صاحب سے مراد نواب مصطفیٰ خاں ہوں -

"فہائش" کا لفظ میاں بدھا ولد میاں جا اور لالہ گنیشی داس ولد لالہ بھیروں ناتھ کا گھڑا ہوا ہے - میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے ؟ اب تفصیل سنو : امر کے صیغے کے آگے شین آتا ہے تو وہ امر معنیِ مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر کہتے ہیں - "سوختن" مصدر ، "سوزد" مضارع ، "سوز" امر ، "سوزش" حاصل بالمصدر۔ اسی طرح ہیں : "خواہش" و "کاہش" و "گزارش" و "گدازش" و "آرائش" و "پیرائش" و "فرمائش"۔ "فہمیدن" فارسی الاصل نہیں ہے ، مصدر جعلی ہے - "فہم" لفظ عربی الاصل ہے - "طلب" لفظ عربی الاصل ہے - ان کو موافقِ قاعدۂ تفریس "فہمیدن" و "طلبیدن" کر لیا ہے - اور اس قاعدہ میں یہ کلیہ ہے کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے - "فہم" یعنی "بفہم" "سمجھ" - "طلب" یعنی "بطلب" ، "مانگ" - "فہمد" مضارع بنا ، "طلبد" مضارع بنا ، خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنا لیں - سنو ، حاصل بالمصدر "فہمش" اور "طلبش" ہونا چاہیے - "فہم" تھا صیغۂ امر ، "فہمد" سے نکلا تھا ، الف اور 'ے' کہاں سے لایا ؟ "فہمائے" تو نہیں ، جو "فہایش" درست ہو - کہیں "فرمایش" کو اس کا نظیر گمان نہ کرنا ، وہ مصدر اصلی فارسی "فرمودن" ہے ، 'فرماید' مضارع ، "فرمائے" امر ، حاصل مصدر "فرمائش" [زیادہ زیادہ[1]] - ۱۲

پہلے حکیم میر اشرف علی کو دعا اور بیٹا پیدا ہونے کی مبارک باد - میاں ! میں نے رات کو اپنے عالمِ سرخوشی میں تاریخی نام کا

۱- 'انشائے اردو' میں اور 'انتخاب' قلمی میں یہ اضافہ ہے ؛ اردوے معلیٰ میں دونوں لفظیں موجود نہیں ہیں -

خیال کیا - "میر کاظم دین" کے بارہ سو پچھتر ہوتے ہیں - لیکن یہ اسم بھی مانندِ لفظِ 'فہمایش' ٹکسال سے باہر ہے -

غالب[1]

[جولائی[2] ۱۸۵۹ع]

۱- ختم صفحہ ۵۵ اردوے معلیٰ حصہ دوم طبع مطبع فاروقی بازار بلی ماراں ، دہلی - ختم کتاب اردوے معلیٰ طبع مطبع مجتبائی دہلی ، صفحہ ۶۴ -

اردوے معلیٰ طبع مبارک علی لاہور میں یہ خط صفحہ ۳۹۶ پر ختم ہوتا ہے اور صفحہ ۳۹۷ سے ضمیمہ بنام "مکتوبات غالب" شروع ہوتا ہے -

۲- خط میں محرم اور سنہ ۱۲۷۵ھ کا تذکرہ موجود ہے - تقویم میں ۱۲۷۵ھ ، ۳۱ جولائی ۱۸۵۹ع کو ختم ہوتا ہے - یکم محرم ۱۲۷۶ھ مطابق یکم اگست ۱۸۵۹ع ہے لہذا یہ خط محرم سے کچھ پہلے اور جولائی کے آخر کا ہے -

مرتضیٰ حسین فاضل

۱۹ دسمبر ۱۹۶۶ع

ابتدائیہ

''اردوے معلیٰ'' حصہ سوم یعنی نواسی تحریروں کا مجموعہ میرے طویل مطالعے کی یادگار ہے۔ اس کے بہت سے خطوط لوگوں نے اپنے اپنے مجموعوں میں چھاپ دیے ہیں لیکن بہ حیثیت مجموعی فراہمی و تنقیحِ متن و تصحیح و تعین تاریخ اور حواشی کے ساتھ با حوالہ پہلی مرتبہ پیش کیے جا رہے ہیں - تفصیل حصہ اول کے مقدمے میں عرض کر چکا ہوں ۔

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

اردوے معلی

حصہ سوم

[۱] بہ نام حکیم غلام نجف خان (۱)

جناب عالی ! یہ خط فتح پور سے آپ کے نام آیا ہے ۔ میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا ۔ خط پہنچتا ہے ، اس کو ملاحظہ کر کے جب اس کا جواب مجھ کو دیجیے گا تو میں فتح پور کو روانہ کروں گا ۔

شادی[۲] بادشاہ کے فرزند ارجمند کی اور بزم گاہ دیوان خاص کے رقعے لکھے جائیں گے صمصام الدولہ[۳] کی طرف سے ۔ صمصام الدولہ

۱۔ یہ خط رسالہ اردو اپریل ۱۹۴۲ع میں بنام عبدالحق بلا حوالہ چھپا تھا ۔ وہیں سے میں نے نقل کیا اور جناب مہر نے خطوط غالب صفحہ ۶۰۱ پر بے نام لکھا ۔ خلیق انجم صاحب نے بھی عبدالحق کے نام سے (غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۳۱) چھاپا ۔ لیکن شبہے کے ساتھ مالک رام صاحب نے آج کل فروری ۱۹۶۵ع صفحہ ۸ پر بتایا کہ یہ خط حکیم غلام نجف خاں کے نام ہے ۔ دیکھیے حصہ اول خط نمبر مسلسل ۲۳۷ ببعد ۔ اس خط کا عکس نقوش خطوط نمبر صفحہ ۱۷ پر چھپا ہے ، میں نے اس خط کو اُسی کے مطابق کیا ہے ۔ اسی سے یہ خیال ہوا ہے کہ یہ خط نجف علی خاں (جھجر والے؟) کے نام ہے ۔ لیکن بظاہر نجف علی نہ تو کاتب تھے نہ غالب سے ان سے مراسم رسمی اور ملاقات ظاہری ۔

۲۔ شاید غلام نجف خاں نے جو متوسلین دربار سے تھے ، شہزادہ جواں بخت کی شادی کے موقعہ پر دعوت نامہ لکھنے کے لیے غالب کو تکلیف دی ہو اور یہ خط اسی سلسلے میں لکھا گیا ہو ۔ اگر یہ خیال درست ہے تو اسے قبل مارچ ۱۸۵۲ع کا مکتوب قرار دینا چاہیے ۔

۳۔ صمصام الدولہ نواب احمد قلی خاں خسر بہادر شاہ ظفر (والد نواب زینت محل) متوفی ۱۸۵۷ع ۔

امیر ہیں اور امرا باہم دگر طریقہ فروتنی کا مسلوک رکھتے ہیں ۔ یعنی 'تشریف لائیے'، اور ہم کو ممنون کیجیے'۔ پس اب میں رقعہ کی عبارت میں کیا الفاظ صرف کروں ؟ 'تشریف شریف' اور 'قدوم میمنت لزوم'، کو دیوان خاص سے مباعدت محض اور پھر داعی صمصام الدولہ۔ اگر شاہزادہ اور دیوان خاص کے لائق الفاظ لکھے جاویں تو حضرات مکتوب الیہ برا مانیں گے کہ ہم کو صمصام الدولہ نے کیا لکھا ہے ۔ اور اگر متواضعانہ عبارت لکھی جاوے تو کسرِ شانِ سلطنت ہے ۔ اب آپ مجھ کو ہدایت کیجیے کہ نگارش کا کیا انداز ہو ۔ والسلام

اسد اللہ

[فروری ۱۸۵۲ع]

۱۔ جوان بخت کی شادی مارچ ۱۸۵۲ع میں ہوئی ہے

[۲] به نام نجف علی خاں (۱)

لو صاحب! یہ پندرہ بیتیں ہیں ، تقسیم اس کی اسی طرح رکھنا کہ پہلے ایک سیدھی سطر میں صاحب اجنٹ کا نام مع اجزائے خطابی بخطِ نستعلیق لکھا جاوے، اور پھر ترچھی پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں ، اور آخر کو یہی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع خطاب و تخلص لکھ دی ہے ، جس طرح کہ ہے اسی طرح لکھی جاوے۔ کاغذ البتہ بڑا ہوگا اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے گا ۔ ان دو سطروں اور پندرہ شعر پر تو صورت بہت اچھی ہو گی ۔ یہ ایک نمونہ ہے ، مگر نمونہ اچھا ہے ۔ تم کسو شخص سے اس کی نقل کرواؤ اور کاتبِ خوش نویس یعنی مرزا [۲]عباد اللہ بیگ سے لکھواؤ۔ اب آپ اس

۱۔ غالب نے تھیافلس بٹکاف ، متوفی ۳ نومبر ۱۸۵۳ع کو اس کے کسی بچے کی ولادت پر مبارک باد کا قطعہ پیش کرنا چاہا ہے ۔ قطعہ کا پہلا شعر ہے :

امین ملک و ممالک ، معظم الدولہ
امیر شاہ نشان و کریم ابر نوال

(دیکھیے کلیات غالب جلد اول صفحہ ۲۱۰) یہ خط پہلی مرتبہ مالک رام صاحب نے 'آج کل' دہلی فروری ۱۹۶۵ع صفحہ ۶ پر شائع کیا جہاں سے میں نقل کر رہا ہوں ۔ نیز عکس مشمولہ نقوش (خطوط نمبر) صفحہ ۱۱ ۔ مالک رام اسے غلام نجف خاں اور عابدی صاحب اسے نجف علی خاں کے نام مانتے ہیں ۔

۲۔ مرزا عباد اللہ بیگ خلف عبداللہ بیگ میر محمد امیر پنجہ کش کے شاگرد ۔ 'زمرد رقم' خطاب اور 'اعجاز رقم' مشہور لقب تھا ۔ ۱۸۵۷ع کے بعد پٹیالے چلے گئے تھے۔ (مالک رام : آج کل، فروری ۱۹۶۵ع ، صفحہ ۶) ۔

کو جلد تیار کروائیے۔ اور[1] . . . . آپ کو اب کے پانچ روپے ہی
میں ملے گا۔

والسلام . . . .

[قبل از[2] ۱۸۵۳ع]

۱۔ یہ حصہ یعنی آخری دو سطریں مغشوش ہیں۔
۲۔ مالک رام صاحب کہتے ہیں کہ ۱۶ دسمبر ۱۸۴۵ع کے بعد اور
۳ نومبر ۱۸۵۳ع سے پہلے کا خط ہے۔

جب تک سلامت رہیں غنیمت ہے ، لیکن وہ میرا مدعا کہ غسل صحت کریں اور نذریں لیں اور میں رخصت ہوں اور بسبیل ڈاک باندہ کو جاؤں ، دیکھیے کب تک حاصل ہو ۔ ڈاک کا لطف آدھا رہ گیا یعنی وہ آم کہاں اور برسات کہاں ۔ مگر خیر کول میں بھائی کا ملنا اور بچوں کا دیکھنا اور باندہ میں بھائیوں کا ملنا اور بچوں کا دیکھنا یہ دیکھا ، چاہیے کب میسر ہو ۔ اس بوڑھی ڈاڑھی پر اپنے فرزند کو کیا دم دوں گا ۔ بھائی خدا کی قسم یہ سفر میرے دل خواہ اور موافق مزاج تھا اور ہے مگر غور کرو کہ کیا اتفاق ہوا ۔ اگر اور صورت بھی ہو جاتی تو بھی میں اب تک تمھارے پاس ہو کر باندے کو روانہ ہو جاتا ۔ کیا کروں ، اس صورت میں رخصت نہیں مانگی جاتی اور رخصت لیے بغیر جانا نہیں ہو سکتا ۔ عرفت ربی بفسخ العزائم ۔

تفصیل پھر لکھوں گا ۔ بچوں کو دعا ۔

اسد اللہ فقط

۲۱[۱] اگست ۱۸۵۳ء

۱۔ مطابق یکشنبہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ ۔

[۳] منشی نبی بخش کے نام (۱)

پیر و مرشد! غلام کی کیا طاقت کہ آپ سے خفا ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ جہاں آپ کا خط نہ آیا میں نے شکوہ لکھنا شروع کیا۔ ہاں، پوچھا چاہیے کہ اب تک گلہ کی نگارش کیوں ملتوی رہی؟

سنیے! مرزا یوسف علی خاں ابن مرزا نجف علی خاں علی گڑھ سے آئے۔ ان سے پوچھا گیا: "ہمارے بھائی صاحب سے ملے تھے؟" انھوں نے کہا کہ "صاحب نہ وہ وہاں ہیں، نہ منشی عبداللطیف، یعنی دونوں صاحب دورہ میں صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ ہاتھرس گئے ہیں"۔ اب آپ ہی کہیے کہ میں خط کس کو لکھتا اور کہاں بھیجتا؟ منتظر تھا کہ آپ کا خط آئے تو اس کا جواب لکھوں۔ کل حضرت کا نوازش نامہ آیا، آج جواب لکھا۔ آپ ہی فرمائیے کہ میں آپ سے خفا ہوں یا نہیں؟

بادشاہ[۲] کا حال کیا پوچھتے ہو؟ اور اگر تم نے پوچھا ہے تو میں کیا لکھوں؟ دست موقوف ہوگئے مگر کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔ تپ جاتی رہی مگر گاہ گاہ حرارت ہو جاتی ہے۔ ہچکی اس شدت کی نہ رہی، گاہ گاہ چھاتی جلتی رہتی ہے اور ڈکار سی آتی ہے۔ ہوادار پلنگ کے برابر لگا دیتے ہیں اور حضرت کو پلنگ پر سے ہوادار پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس ہیئت سے برآمد بھی ہوتے ہیں۔ قلعہ ہی قلعہ میں پھر کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یوں تصور کیجیے اور مشہور بھی یونہی ہے کہ مرض جاتا رہا اور ضعف باقی ہے۔ بہر حال

۱- ماہ نو، کراچی۔

۲- بہادر شاہ کی خطرناک بیماری کی تفصیل بہت اہم ہے۔

[۴] بہ نام[1] محمود مرزا (۱)

برخوردار[2] ، اقبال نشان محمود مرزا کو دعا پہنچے - بھائی میں تمھارا خط دیکھ کر بہت خوش ہوا - خط تمھارا اچھا ہے ، خدا کرے خط سرنوشت بھی اچھا ہو - خدا کی قسم تمھارے سہرے کے دیکھنے کی بہت خوشی تھی مگر نہ آ سکا - اگر جیتا رہا اور اسباب نے مساعدت کی تو اکتوبر نومبر ، یعنی جاڑوں میں آؤں گا اور تم لوگوں کو دیکھوں گا - ۱۲

پھوڑا اب اچھا ہوگیا ہے ، خاطر جمع رکھو - چھ مہینے کے دن رات کی ٹیس نے جو روح تحلیل کی ہے ، اب بڑھاپے میں وہ پھر کہاں سے آئے - بیٹا تیرے سر کی قسم ! اگر میں لنگ باندھے ہوئے ننگا بیٹھا ہوں تو میری شکل آکھ کی بڑھیا کی سی ہوگی ، شاید ہوا کے جھوکے سے اڑ جاؤں - جب مجھ کو دیکھو گے تب جانو گے کہ کیا حال ہے - ۱۲

تمھارے چچا اللہ میاں کے مست خود پرست بندے ہیں - بات ہے کچھ ، سمجھتے ہیں کچھ - نہ اخبار کا مطلب سمجھے ، نہ میرا حال ، نہ میرا مقدمہ ، نہ جو کچھ واقع ہوا اس کو سمجھے - اب میں نے ان کو ایک خط جداگانہ لکھا ہے - اپنی طرف سے اظہار حال میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا - خدا کرے سمجھ جائیں ، لیکن مجھے توقع نہیں کہ سمجھیں - ۱۲

۱- شاید محمود مرزا سے مراد مرزا عاشور بیگ (خواہر زادۂ غالب) کے صاحب زادے ہوں -

۲- ماہ نامہ 'خیابان' لکھنئو میں یہ خط چھپا تھا اور اب تک غالب کے کسی مجموعۂ خطوط میں شائع نہیں ہوا - میں نے عکس خط سے تصحیح کی ہے -

تم نے اپنی والدہ کی اور اپنی بھاوج کی اور خداداد[1] اور رفیع الدین کی خیر و عافیت نہ لکھی - اب جو اس خط کا جواب لکھو تو ان سب کی خیر و عافیتیں لکھو -

غالب

سہ شنبہ ۲۳ ذی قعدہ ، مئی سال حال [۱۲۷۹ھ ۱۸۶۳ع]

۱۔ خداداد بیگ بقول ناظمہ پروین ، محمود بیگ کے چھوٹے بھائی اور غالب کے پوتے ہوتے ہیں - (احوال غالب ، صفحہ ۲۹۵) -

[۵] بہ نام ہر گوپال تفتہ

شفیق میرے لالہ ہر گوپال تفتہ !

میرا قصور معاف کریں اور مجھ کو اپنا نیاز مند تصور فرماویں ۔ آپ کا پارسل اور آپ کا خط و عنایت نامہ حال پہنچا ۔ جواب نہ لکھنے کی دو وجہ : ایک تو یہ کہ میں بیمار ، چار مہینے سے تپِ لرزہ میں گرفتار ، دم لینے کی طاقت نہیں ، خط لکھنا کیسا ۔ بارے اب فرصت ہے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ 'کول' تو معلوم ، مگر مکان آپ کا نہیں معلوم ۔ خط لکھوں تو کس پتے سے لکھوں ؟

ہاں ، آپ نے سرنامہ پر "چاہ گرمابہ" لکھا ہے ۔ اسماء و اعلام کا ترجمہ فارسی میں کرنا ، یہ خلاف دستور تحریر ہے ۔ بھلا اس شہر میں ایک محلہ "بلی ماروں" کا ہے ۔ ہم اس کو "گربہ کشاں" کیوں کر لکھیں ؟ یا 'املی کے محلہ' کو "محلہ تمر ہندی" کس طرح لکھیں ؟ بہ ہرحال ناچار تمھاری خاطر سے احمق بنا قبول کیا اور دو ہی لفظ مہمل لکھ کر خط بھیج دیا ہے ۔ جواب یہ ہے کہ بھائی میر دل اب شعر و سخن و امارت و ریاست و دین و دنیا و مرگ و زیست و کفر و اسلام سے سرد ہو گیا ، مگر تمھاری خاطر ، سو یہ خوب یاد رہے کہ جتنی دیر میں تم ایک نئی غزل لکھ سکتے ہو ، مجھ سے اتنے عرصے میں آپ کی ایک غزل کو اصلاح نہیں دی جاتی ۔ جلدی نہ کرو اور میرے طور پر رہنے دو ۔ انشا اللہ تعالیٰ اس قدر تمہاری جو کہ

۱- نقوش ، سالنامہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۹ ، نوادر غالب ، نثار احمد فاروقی نسخۂ مہر و انجم ندارد ۔

از قسم غزلیات ہیں ، وہ سب دیکھ کر بھیج دوں گا ۔ نصف دیوان سابق دیکھ چکا ہوں ، نصف باقی ہے ، مگر اب خدا کے واسطے جب تک یہ آپ کا کلام نہ پہنچے اور کلام نہ بھیجیے کہ میں گھبرایا جاتا ہوں ۔ فقط

[1] اسد اللہ خاں

[جون[2] ۱۸۵۴ع]

۱- نشان مہر ۔

۲- نثار احمد صاحب نے یہی تاریخ لکھی ہے اور سبب یہ بتایا ہے کہ غالب ۲۶ فروری کو تپ لرزہ میں مبتلا ہوئے ۔ اس خط میں چار مہینہ کا حوالہ ہے اس لیے تقریباً جون کا مہینہ قرار پاتا ہے ۔

[٦] منشی شیو نرائن آرام کے نام

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی
بد است مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست

مجھے زندہ سمجھتے ہو جو نثر فارسی کی فرمائش کرتے ہو؟ غنیمت نہیں جانتے جو مردہ لکھ بھیجتا ہے۔ پنشن[۲] اگرچہ ملے گا، پر دیکھیے کب ملے گا، اس کے ملنے تک کیا ہو گا؟ اور اس کے ملنے سے میرا کیا کام نکلے گا؟ قطع نظر ان امور سے اس وجہ قلیل کو کس بستی میں بیٹھ کر کھاؤں گا۔ یہ شہر اب شہر نہیں قہر ہے، قصیدے کے اشعار ابھی کیوں بھیجو، جب زیب انطباع پا چکے، تب ایک لمبر[۲] مجھ کو بھی بھیج دینا۔

میں نے بعد توطیہ و تمہید آغاز سنہ ۱۸۵۷ع سے اپنی سرگزشت لکھی ہے اور بہ حیثیت اقتضائے مقام وقائع بھی اس میں درج کیے ہیں، شیوۂ یلزوم ما لا یلزم مرعی رکھا ہے، یعنی عبارت فارسی بے آمیزش لفظ عربی لکھی ہے، اور فارسی بھی وہ فارسی قدیم کہ جس کا پارس کے بلاد میں بھی نشان نہیں، تا بہ ہندوستان چہ رسد۔ چالیس صفحے لکھ چکا ہوں، اتمام میں انتظار یہی ہے کہ پنشن کا مقدمہ طے ہو چکے ملے یا جواب ملے۔ اور میں بہر حال کسی جگہ اقامت گزیں ہو لوں۔ ہاں اس کے وقوع تک جو کچھ قابل تحریر جوانب اجانب سے معلوم

۱- دیگر حضرات نے اسے ''نا معلوم مکتوب الیہ'' کے نام فرض کیا ہے۔

۲- پنشن کو مرزا صاحب ہمیشہ ''پنسن'' اور نمبر کو ''لمبر'' ہی لکھتے ہیں۔ پنشن کی تذکیر و تانیث میں پابند نہیں ہیں۔ کبھی مذکر لکھ دیا کبھی مؤنث۔

ہوگا ؟ ناچار لکھ دوں گا۔

یہاں کوئی چھاپہ خانہ نہیں ہے ، اگر اجازت دو گے تو بعد اختتام ان اوراق کو تمھارے پاس بھیج دوں گا ، تاکہ ہزار جلد منطبع ہو کر اجڑے ہوئے قلمرو ہند میں پھیل جائیں :

مگر صاحب دلے روزے بہ رحمت
کند در حقِ این مسکیں دعائے

شیر زماں خان اپنے باپ کی رہائی کے فکر میں میرٹھ گئے ہیں ، کس واسطے کہ وہ غریب یہاں کی حوالات میں تحقیقات کے لیے وہاں بھیجا گیا۔

غالب بے نوا[1]
یکشنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء

۱۔ تمام ماخذ میں یہ خط گم نام مکتوب الیہ کے طور سے یہ عنوان ''نا معلوم'' شایع ہوا ہے ۔ در اصل رسالہ ''تصویر جذبات'' کے ایڈیٹر سید احمد عزیز کیفی نے اپنے رسالے (فروری ۱۹۲۴ء) میں یہ خط شائع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مکتوب الیہ ان کے جد بزرگوار ہیں ۔

مگر میری رائے میں انھیں غلط فہمی ہے ۔ خط کا مضمون بتاتا ہے کہ اس کے مکتوب الیہ منشی شیو نرائن آرام اکبر آبادی مالک مطبع مفید خلائق ہیں ۔ مہیش پرشاد صاحب کے مجموعے میں آرام کے نام خطوط اگست ۱۸۵۸ء اور بے تاریخ خط سے شروع ہوتے ہیں ۔ یہ خط معناً ان سب سے مقدم نظر آتا ہے ۔

مرقع ادب جلد ۲ صفحہ ۲۴ سے مہیش پرشاد صفحہ ۳۷۳ ، پھر مہر صاحب صفحہ ۶۰۲ اور اُن کے بعد خلیق صاحب نے اپنے مجموعے میں مہیش پرشاد صاحب کے نوٹ ہی کے ساتھ نقل کر لیا اور بیان کردہ نکتے سے غافل رہے ۔

خط کے آغاز میں جس اخبار کے نمبر کا ذکر ہے اس سے مراد ''مفید خلائق'' ہوگا ۔

[۷] شیو نرائن کے نام[1] (۳۴)

بھائی ! میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ میرے پاس لکھنؤ کے پارسل کی رسید آ گئی ، دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہو گا ، خاطر جمع رکھو ۔

جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے ۔ سنتا ہوں کہ کلکتہ جائیں گے ، میم اور بچوں کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے ۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک ان کا شکر گزار رہوں گا ۔

مرزا حاتم علی صاحب مہر اگر آ جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا ، مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا ۔

مرقومہ دو شنبہ ہفدہم جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

از غالب

۱۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے یہ خط ''دہلی یونیورسٹی میگزین ، (اردوے معلیٰ جلد ۲،۳ صفحہ ۴۷) میں بحوالہ ذخیرۂ مہش پرشاد شائع کیا ہے ۔ مہیش پرشاد کے مرتبہ خطوط غالب طبع اول میں ۱۵ جنوری کا ایک خط ہے جس میں 'آرنلڈ سے دو ملاقاتوں اور ان کی روانگی کے لیے ۱۶ تاریخ نیز لکھنئو کے دو پارسلوں کی رسید نہ ملنے پر تشویش کا اظہار کیا تھا ۔ ارنلڈ ۱۶ کے بجائے سترہ کو گئے اور لکھنئو سے رسید آ گئی اس لیے ۱۷ کو یہ خط لکھا گیا ۔ یہ مکتوب ابھی تک کسی مجموعے میں شریک اشاعت نہیں ہو سکا تھا ، ہم جناب گوپی چند صاحب کے شکرگزار ہیں کہ ان کی بدولت یہ خط حاصل ہوا ۔

سوانحی نوٹ کے لیے دیکھیے خط نمبر ۳۷۱، حصہ اول جلد دوم، صفحہ ۶۶۲ ۔

[۸] بہ نام نجف علی (۱)

نہ بھائی! یہ نہ سمجھو "سلطان" بہ معنی مصدر آتا ہے۔ سلطنتہ اگرچہ من حیث القیاس صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے۔ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ' لکھتے ہیں۔ منشیان ایران و روم و ہند سب یونہی رکھتے آئے ہیں۔ 'ضماں' بھی بہ معنی ضامن اور بھی بہ معنی ضمانت 'سلطان' بھی بہ معنی بادشاہ اور بھی بہ معنی سلطنت، اس میں کچھ تامل نہ کرو۔ کس کی مجال ہے جو اس پر ہنس سکے، لیکن 'ملکہ و سلطانہ' علامت تذکیر ہے۔ اگر "ملکہا و سلطانہا" بن جائے تو بہتر ہے ورنہ خیر، یونہی رہنے دو۔ ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ برعایت شکوہ سلطنت ہم نے تانیث کی رعایت نہ کی۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اگر کاتب سگھڑ ہو تو ہائے ہوز کا شوشہ مٹا دینا اور الف بنا دینا دشوار نہیں ہے، بن سکے تو بنوا دو۔

۱- یہ خط رسالۂ 'اردو' ۱۹۳۲ع، خطوط غالب مہر صفحہ ۵۹۹، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۴۹ پر عبدالحق کے نام سے چھپا ہے۔ مالک رام صاحب اسے غلام نجف خاں کے نام مانتے ہیں (آج کل فروری ۱۹۶۵ع) اس مکتوب کا عکس نقوش خطوط نمبر صفحہ ۱۹ پر ہے اور ۱۸ پر نجف علی کا خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف علی صاحب نے "سلطانہا یا سلطانہ" کا سوال اٹھایا ہے، غالب نے اس کے جواب میں یہ رقعہ لکھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "خلد اللہ ملکہ و سلطانہ" دستنبو طبع اول مفید خلائق میں چھپا ہے۔ چھپنے کے بعد غالب کو متوجہ کیا گیا، بظاہر یہ بات شیو نرائن ہی سے کہی جا سکتی ہے۔

اور 'سلطانہ' کو خدا کے واسطے مت بدلنا، یہ بلغائے عرب و عجم کا قرار داد ہے۔ بعد اس سب تقریر کے یہ عرض ہے کہ پرسوں پنجشنبہ[1] کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آ جائے۔ ۱۲

غالب - ۱۲

[نومبر[2] ۱۸۵۸ع]

۱- پنجشنبہ سے تاریخ و ماہ کا تعین نہیں ہوتا۔
۲- 'دستنبو' نومبر ۱۸۵۸ع کے پہلے ہفتے میں چھپ گئی، اور قصیدہ پوری کتاب کی کتابت کے بعد بھیجا تھا، اس لیے ممکن ہے کہ نومبر کے ابتدائی دنوں میں یہ خط لکھا گیا ہو۔ نومبر ۱۸۵۸ع میں (پرسوں) منگل کے دن دو، نو، سولہ اور تیئیس اور تیس پڑتی ہے۔

[۹] بہ نام بہاری لال مشتاق (۳)

میاں![۱]

وہ عرضی کا کاغذ افشاں کیا ہوا اور عرضی کا مسودہ میں نے لالہ جگل کشور[۲] کو پرسوں دے دیا ہے - تم نے بھی دیکھا ہو گا اور یقین ہے کہ وہ اپنے گھر میں اس کو لکھ رہے ہوں گے - اگر

۱- خطوط غالب طبع الہ آباد صفحہ ۴۰۸، طبع دہلی صفحہ ۴۴۸ اور طبع لاہور صفحہ ۱۰۶ پر یہ خط بلا عنوان درج ہے - عبدالستار صدیقی صاحب نے حاشیے میں اس کی تاریخ ۱۸۵۴ع تجویز کرتے ہوئے لکھا ہے : "جن صاحب سے اس رقعے سے نقل ملی ہے ان کا بیان ہے کہ کوئی منشی صاحب خوش نویس دہلوی تھے۔" اب یہ نہیں معلوم کہ تاریخ اصل تحریر میں کیا تھی ؟ لیکن اگر تاریخ صحیح ہے تو ہو سکتا ہے کہ جے پور کے راجا کو درخواست لکھی ہو - مگر میرے نزدیک یہ رقعہ بہاری لال کے نام ہے کیونکہ وہ منشی بھی تھے اور خوش نویس بھی - ہو سکتا ہے کہ حکیم غلام نجف خاں کے نام ہو - اب عرضی سے مراد یا تو راجہ صاحب بیکانیر کے نام درخواست ہے جو اس مجموعے میں آگے آ رہی ہے اور اس کی تاریخ ۵ جنوری ۱۸۵۹ع ہے یا 'دستنبو' کے ساتھ بھیجی جانے والی کوئی عرضی لکھوانا چاہتے ہیں - خواہ وہ ملکہ وکٹوریہ کے نام ہو یا کسی اور حاکم ہند کے نام ، اسی لیے میں ۱۸۵۴ع کے بجائے ۱۸۵۸ع تجویز کرتا ہوں - سلسلے کے لیے دیکھیے خط نمبر ۴۸۰ حصہ اول جلد دوم ، صفحہ ۱۴۸۱ -

۲- لالہ جگل کشور کون صاحب ہیں ؟ محمد عتیق صدیقی اپنی کتاب "صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات" صفحہ ۱۵۲ کے

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۹۵ پر)

تمھارے پاس آ جائیں تو ان کو کہہ دینا کہ جلدی کریں اور نقشہ تحریر کا کاغذِ سادہ پر مجھ کو اور تم کو دکھلا لیں۔ پھر اس کے موافق اور اس کو افشانی کاغذ پر لکھیں۔ زیادہ، زیادہ۔

غالب

[۱۸۵۸ء؟]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴)

حاشیے پر اسعدالاخبار آگرہ دسمبر ۱۸۴۸ء سے ایک اشتہار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جناب حشمت انتساب رائے جگل کشور صاحب وکیل محکمۂ عالیہ صدر دیوانی نے دیوان تتمہ کی بیس جلدیں خریدیں۔'' ممکن ہے سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جگل کشور صاحب دہلی آ گئے ہوں اور غالب نے ان سے کسی درخواست کا انگریزی میں ترجمہ کرایا ہو۔

[۱۰] بہ نام نعیم الحق آزاد[۱]

بندہ پرور !

آج میں نے وہ انگریزی عرضی روانہ کر دی اور صبح کو آپ کا کمہار مسودہ اور میرے محسن کا رقعہ آپ کے نام کا مجھ کو دے گیا ۔ اس عنایت کے شکر میں کیا خدمت بجا لاتا ، بارے ایک رباعی بھیجتا ہوں ، اس کو پڑھ کر اور لطف اٹھا کر راجہ صاحب[۲] کی خدمت میں بھجوا دیجیے ۔

'امید' بہ تشدید میم و تخفیف میم دونوں طرح مستعمل ہے ۔ ایسا

۱۔ جناب مختار الدین آرزو نے 'نقوش' مکاتیب نمبر میں یہ خط شائع کرایا لیکن مکتوب الیہ اور تاریخ معلوم نہیں ہو سکی ۔ ابھی نقوش کے خطوط نمبر صفحہ ۱۴۲ سے معلوم ہوا کہ یہ خط نعیم الحق آزاد صاحب کے نام ہے ۔ محمد سیف الحق صاحب شمیم کہتے ہیں کہ ''حضرت شیخ الشیوخ صوفی مولانا ، علامہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب مرحوم ہندوستان کے ان مشاہیر ادبا میں سے ہیں کہ جنھوں نے قوم و وطن کی خدمت کی ۔'' (نقوش ، خطوط نمبر صفحہ ۴۲۰) سری رام نے خم خانہ جاوید جلد اول صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے : ''مولوی نعیم الحق شیخوپوری علمی استعداد معقول اور حضرت امیر مینائی کے خرمن فیض سے بہرہ اندوز . . . . . . کلام ''فتنہ'' میں اکثر نظر سے گزرتا ہے ۔''

۲۔ شاید راجہ صاحب سے مراد سردار سنگھ ہوں جن کے نام عرضی آگے آ رہی ہے ۔

نہ ہو کہ جناب ممدوح اس کو زحاف سمجھیں۔ پہلے اور دوسرے مصرع میں بہ تخفیف میم ہے، تیسرے مصرع کا میم مشدد ہے۔

غالب

[۱۸۵۹ع[1]]

۱۔ ایک اندازہ، دیکھیے عرضی بہ نام راجہ بیکانیر۔

[۱۰۱] پیارے لال آشوب[1] کے نام (۴)

جناب بابو صاحب، جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت!

نیاز مہر کیشانہ و دعائے درویشانہ قبول فرمائیں - ایک دن پہلے تفقد نامہ اور دوسرے دن نسخہ ’اعجاز ہنگامہ‘ پہنچا - نظر اس تقدیم و تاخیر پر خط کو پھول اور کتاب کو پھل سمجھا - پھول سے نشاطِ تازہ اور پھل سے لذتِ بے اندازہ پائی - جام جم جہاں نما ہوگا مگر کیا جانیے کیا ہوگا، بلکہ اسی میں تردد ہے کہ نہ ہوگا یا ہوگا - ”جام جہاں نما“ یہ کتاب ہے جس سے ہر دیدہ ور بہرہ یاب ہے، یہاں تو میں مدح میں قاصر رہا، یہ میں نے کیا کہا جس طرح ہر دیدہ ور پڑھ کر حظ اٹھا سکتا ہے، لابینا بھی سن کر لطف پا سکتا ہے، فیض اس کتاب کا عام ہے، ’جام جہاں نما‘ اس کا سچا نام ہے - اسسٹنٹ[2] کمشنر صاحب بہادر کی خدمت گذاری اور اشاعت علم میں مددگاری ذریعۂ عز و افتخار ہے، مگر فقیر میں تین عیب ہیں،

۱- منشی پیارے لال آشوب کے نام چار خط پائے جاتے ہیں - زیر نظر خط مجھے ”انشائے اُردو“ (مؤلفہ کریم الدین پانی پتی طبع مطبع سرکاری لاہور ۱۸۷۲ع) کے صفحہ ۴۰ سے ملا ہے - اس کتاب میں غالب کے گیارہ خط ہیں - دس میر مہدی مجروح کے نام جو کسی قدر اختلاف کے ساتھ چھپ چکے ہیں - یہ خط پہلی مرتبہ میں نے آج کل دہلی مارچ ۱۹۵۱ع میں شائع کیا تھا - مہر صاحب نے اسے تقریظ ”جام جہاں نما“ کے عنوان سے نقل کیا ہے (دیکھیے خطوط غالب صفحہ ۶۴۰) بابو صاحب سے بظاہر پیارے لال آشوب سیکریٹری دہلی سوسائٹی مراد ہیں - سلسلے کے لیے دیکھیے خط نمبر ۴۷۵، حصہ ۱_ل جلد دوم صفحہ ۸۳۴ -

۲- اسسٹنٹ کمشنر میک ماہن صدر سوسائٹی مراد ہیں (دیکھیے علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، صفحہ ۵۵) -

ستر برس کی عمر ، کانوں سے بہرہ ، ہمیشہ بیمار ، آمد و رفت دوام میں قاصر رہے گا ۔ یہ نہیں ہے کہ نہ جاؤں گا مگر حسب الطلب یا حسبِ ضرورت کار گذار و فرماں بردار رہوں گا ۔ بہر صورت تعجب ہے کہ صاحب اسسٹنٹ بہادر نے مجھے کیوں نہ کہا ؟ بلا کیوں نہ لیا؟ یقین ہے کہ جب آپ یہ خط اپنے نام کا حضرت کی خدمت میں بھجوا دیں گے تو وہ مجھے بے تکلف بلا لیں گے ۔

عنایت کا طالب غالب

[اگست[1] ۱۸۶۵ع]

۱- چنانچہ ۱۱ اگست ۱۸۶۵ع کے جلسے میں تباہی دہلی اور اپنے تعارف کے بارے میں ایک مضمون غالب نے پڑھا ۔ (علی گڑھ میگزین ، غالب نمبر ، صفحہ ۵۸) ۔

[۱۴] به نام میرزا یوسف علی خان[1] (۲)

سعادت و اقبال نشان میرزا یوسف علی خاں کو بعد دعا کے دل نشین ہو کہ تذکیر و تانیث ہرگز متفق علیہ جمہور نہیں۔ اے لوا 'لفظ' اس ملک کے لوگوں کے نزدیک مذکر ہے، اہل پورب اس کو مؤنث بولتے ہیں۔ خیر، جو میری زبان پر ہے وہ میں لکھ دیتا ہوں۔ اس باب میں کسی کا کلام حجت اور برہان نہیں ہے۔ ایک گروہ نے کچھ مان لیا، ایک جماعت نے کچھ جان لیا۔ اس کا قاعدہ منضبط نہیں۔

الف مذکر۔ ب، ت، ث، مؤنث۔ ج مذکر۔ ح، خ مؤنث۔ دال، ذال مؤنث۔ رے، زے مؤنث۔ شین، مذکر۔ ص، ض، ط ظ مؤنث۔ عین غین مذکر۔ ف مؤنث۔ قاف، کاف، لام، میم، نون مذکر۔ واو، ھے، ے مؤنث۔ ہمزہ مذکر۔ لام‌الف حروف مفردہ میں نہیں مگر بولنے میں مذکر بولا جائے گا۔ مثلاً لام 'الف کیا خوب لکھا ہے" کہیں گے، "کیا خوب لکھی ہے" نہ کہیں گے۔

"خزادہ" "خداوند زادہ" کا مخفف، لیکن فارسی، عربی نہیں۔ اردو کا روز مرہ تھا۔ "خزادہ" اور "خزادی" مرادف صاحبزادہ، صاحبزادی ہے مگر فی زمانِنا متروک ہے۔

۱۔ سید فرخ حیدر صاحب بی اے ایل ایل بی علیگ نے یہ خط پہلے "ادب" الہ آباد دسمبر ۱۹۳۱ع میں شائع کیا جس سے میں نے نقل کیا۔ پھر رسالہ اُردو اورنگ آباد دکن جنوری ۳۲، صفحہ ۱۷، سہیش صفحہ ۱۷۲، مہر صفحہ ۵۸۳، تسنیم آگرہ۔ میں نے خط کا متن رسالہ اُردو کے مطابق رکھا۔ ایڈیٹر اُردو کو یہ رقعہ سید فرخ حیدر صاحب علیگ شمس آباد ضلع فرخ آباد سے ملا تھا۔ سلسلے کے لیے دیکھیے خط نمبر ۲۱۵ حصہ اول جلد اول صفحہ ۳۹۹۔

''فق'' فارسی لغت نہیں ہو سکتا ، عربی بھی نہیں ، روزمرۂ اردو ہے ، جیسا کہ میر حسن کہتا ہے :

کہ رستم جسے دیکھ رہ جائے فق

شعرائے حال کے کلام میں نظر نہیں آتا ۔ ''کلید'' عربی الاصل ، فارسی اردو میں مستعمل ۔

''تکیہ'' لفظ عربی الاصل ہے ، فارسی و اردو میں مستعمل ، دونوں زبانوں میں ، ہم بہ معنی ''مکان فقیر'' آتا ہے ، ایران میں ''تکیۂ مرزا صائب'' مشہور ہے ۔ ''گل تکیہ'' لفظ مرکب ہے ۔ ہندی اور فارسی سے ۔ ''گل'' مخفف ''گال'' کا اور ''تکیہ'' بمعنی ''بالش''۔ وہ چھوٹا گول تکیہ جو رخسار کے تلے رکھیں، ''گل تکیہ'' کہلاتا ہے ۔ ''گل'' بمعنی پھانسی انگریزی'' لغت ہے ۔ انگریزی زبان سے بنگالے میں سو برس سے ، اور دلی اکبر آباد میں ساٹھ برس سے رواج پایا ہے ۔ ''گل تکیہ'' وضع کیا ہوا نور جہان بیگم کا ہے ۔ جہانگیر کے عہد میں اہل ہند کیا جانتے تھے کہ ''گل'' کیا چیز ہے ۔

''معنی مفرد بہ لفظ جمع'' ، اس جملے کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا ۔ ''معنی'' مفرد ''معانی'' جمع ، اور یہ جو اردو کے محاورے میں تقریر کرتے ہیں کہ ''اس شعر کے معنی کیا ہے'' یا ''اس شعر کے معنی کیا خوب ہیں'' اس میں دخل نہیں کیا جاتا ۔ خاص و عام کی زبان پر یوں ہی ہے ۔ 'معانی' کی جگہ 'معنی' بولتے ہیں ۔

۱- GALLOWS

''رت''لفظ ہندی الاصل ''رتھ'' ہے بہ ہائے مضمرہ ، بعض مذکر بولتے ہیں بعض مؤنث ۔
شعر بہت اچھا ہے ، صاف و ہموار ۔

راقم غالب
[١٨٦٠ء کے بعد][1]

۱۔ سہیش صاحب نے اس خط کو ۱۸۵۶ء کا فرض کیا ہے ۔ میرے خیال میں 'اسد' کے بجائے 'غالب' کا استعمال اسے بعد کا مکتوب بتاتا ہے ۔

[۱۳] به نام نواب سید سجاد میرزا' صاحب مرحوم سجاد (۱)

قرۃ العین سجاد ابن حسین سلمہ اللہ تعالیٰ

خوبیِ دین و دنیا تم کو ارزانی ۔ تمھارے خط کے دیکھنے سے آنکھیں روشن ہوگئیں ، دل کو چین آ گیا ۔ چشم بد دور خط اچھا ۔ عبارت اچھی ، اردو میں مطلب نویس اچھے ہو ۔ حق تعالیٰ تم کو عمر و دولت عطا کرے ۔

۱- میں نے اصل خط محترمی آغا محمد باقر صاحب کے پاس دیکھا تھا اور موصوف ہی نے اس کا عکس مجھے مرحمت فرمایا ہے جو شریک اشاعت ہے ۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۳۴۲ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا اور جناب آغا محمد باقر صاحب مرحوم نے عنوان لکھا تھا : ''بنام جدّ امجد نواب سید سجاد میرزا صاحب مرحوم'' کیونکہ مولانا آزاد سے اور سجاد میرزا صاحب سے سسرالی قرابت تھی ۔ خطوط غالب مہر طبع سوم صفحہ ۴۱۸ ، اول و آخر سے ناقص ہے ۔ آغاز میں ''قرۃ العین'' اور ''سلمہ اللہ تعالیٰ'' ندارد ۔ آخر سے ''اکبر میرزا کو دعا کہنا'' حذف ہے ۔ پھر مارچ ہے ، پندرہ تاریخ نہیں ہے ۔ (دیکھیے طبع اول دوم و سوم) ۔ ناظر حسین میرزا متوفیٰ ۶ رمضان ۱۳۰۷ھ ، ۲۶ اپریل ۱۸۹۰ع کے بڑے فرزند کا نام سجاد مرزا اور چھوٹے اکبر مرزا تھے ۔ سجاد مرزا نے جوانی میں وفات پائی ۔ ان کا قطعۂ تاریخ نواب ضیاء الدین احمد خاں نے بڑے درد انگیز طریقے سے لکھا ہے ۔ بیس شعروں میں سے پانچ شعر ملاحظہ کریں ۔ (جلوہ صحیفہ زریں ، صفحہ ۱۵۹) ۔

رفتی بجوانی ، اے دریغا سجاد
از گرم روانی ، اے دریغا سجاد

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۰ پر)

اپنے والد ماجد کو سلام کہنا ، اپنے بھائی مظفر میرزا کو دعا کہنا ، اکبر میرزا کو دعا کہنا ۔ زیادہ زیادہ

نجات کا طالب غالب ۱۲

۱۵ مارچ ۱۸۶۵ع روز چہار شنبہ

[۱۴] بنام[1] نواب سید سجاد میرزا صاحب مرحوم سجاد (۲)

زبدۂ آل رسول سجاد میرزا خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا ۔ دلنواز نامہ پہنچا :

حیران اطوار خودم در ماندۂ کار خودم
ہر لحظہ دارم نیتی چوں قرعہ رمالہا

تمہارے یار باقر[2] میرزا تحصیل داری پکارتے تھے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰۳)

چوں گنج مروت و محبت بودی
در خاک نہانی ، اے دریغا سجاد
یک حرف زدن بہ طفلگاں نتوانی
با آں ہمہ دانی ، اے دریغا سجاد
فارغ دلی از ما و مگر رنج پدر
دانم کہ نہ دانی ، اے دریغا سجاد
نیّر ، سن فوت ہم بہ طرز نوحہ
باید کہ بخوانی ، اے دریغا سجاد

۱۲۹۴ھ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۳۴۲ ، "بنام جد امجد . ." خطوط غالب مہر ، طبع ۳ صفحہ ۴۱۸ ۔

۲۔ باقر میرزا سے باقر علی خاں مراد نہیں ہیں جیسا کہ مہر صاحب نے تحریر فرمایا ہے بلکہ یہ باقر میرزا ، سجاد میرزا صاحب کے عزیز دار تھے ۔

یہاں معلوم ہوا کہ تمام قلمرو[1] میں چھ تحصیل داریاں اور چھ تھانیداریاں ہیں ، ساتواں علاقہ کہاں سے پیدا کیا جائے ؟ رہی مصاحبت ، اس کو پہلے تسنن اور پھر علوم رسمیہ سے آگہی ، پھر زبان آوری ، پھر قسمت کی یاوری شرط ہے ۔ باقر علی خاں[2] کو تین شرطیں درکار : پہلی شرط موجود ، تم کو پہلی شرط ازلاً و ابداً مفقود ۔ بعدِ جشن[3] وقتِ رخصت ان دونوں لڑکوں کے باب میں ، ناظر جی اور مظفر میرزا اور تمہارے باب میں ، محمد میرزا ابن سیف الدولہ اور میاں زکی الدین اور میاں عبدالسلام کے باب میں کلام کروں گا :

تا بنگرید خواستۂ کردگار چیست

[آغاز دسمبر[4] ۱۸۶۵ع]

۱۔ 'قلمرو' سے رام پور مراد ہے جہاں سے یہ خط لکھا گیا ہے ۔
۲۔ عارف کے بیٹے جو نواب صاحب کے یہاں غالب کی سفارش سے ملازم ہو گئے تھے ۔
۳۔ جشن تخت نشینی نواب کلب علی خاں جو دسمبر کی پہلی سے تقریباً ایک ہفتے تک رہا ۔
۴۔ اردو معلیٰ اور خطوط غالب میں تاریخ ندارد ۔

[۱۵] بنام زکی دہلوی' (۱)

بندہ پرور !

آپ کا عنایت نامہ پہنچا - آپ ازروے شرافتِ نسبی و لیاقتِ حسبی آفتاب و ماہتاب ہیں ، آپ کا کیا کہنا ہے - اس عمر میں علم و فضل میں پایہ' بلند حاصل کیا ہے کہ دوسرے کو یہاں تک پہنچنا مشکل ہے - مثنوی کے اشعار میں نے دیکھے اور پسند کیے، بطریق سہل ممتنع ہیں - اردو فصیح ، عبارت سلیس ، الفاظ نہایت سنجیدہ و متین ، حرف حرف شستہ و رفتہ - جو خوبیاں نظم میں چاہییں وہ سب موجود مگر میری مدح میں اتنا مبالغہ کیوں کیا ؟ میں تو اقلیمِ سخن کا گدائے خاک نشین ہوں ، شہنشاہ کہاں سے ہو گیا؟ خیر آپ کی ارادت میرے لیے موجبِ سعادت ہے -

جو صاحب شعر میں خود ستائی کو برا جانتے ہیں ، کیا انھوں نے "یجوز للشاعر ما یجوز لغیرہ" نہیں سنا ہے ، یا اساتذۂ مستند الکمال کا فخریہ کلام ان کی نظر سے نہیں گزرا ؟ اللہ اللہ! اس امرِ خاص میں کیا بلند پروازیاں اور اپنے کلام کی کیسی کیسی مدح طرازی کی ہے؟ شیدائے عالم گیری کہتا ہے :

۱- نقوش مکاتیب نمبر ۱۰۶، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۸۶ -
سید محمد زکریا خاں دہلوی ۱۸۳۹ع دہلی میں پیدا ہوئے ، علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا - ہنگامہ ۱۸۵۷ع کے بعد یو-پی کے محکمہ' تعلیم میں ملازم ہو کر ڈپٹی انسپکٹری سے ریٹائر ہوئے ، بدایوں میں سکونت اختیار کر لی اور یہیں ۱۹۰۳ع میں رحلت کی - غالب نے ان کے دیوان پر مارٹی فکٹ بھی لکھا تھا ، جو میں نے پہلی مرتبہ معلوم کرکے شائع کیا -

چیست دانی بادۂ گلگوں ، مصفا جوہرے ؟
حسن را پروردگارے ، عشق را پیغمبرے

تین شعر ، میں تین شاعروں کے بہ سبیل نمونہ یہاں لکھتا ہوں ، باقی فائدۂ کلام اہل سخن پر حوالے کرتا ہوں ۔ ایک شاعر کہتا ہے:

بہ اقلیم معنی رسول امینم
سنائی و فردوسی از امتانم

دوسرا اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہے :

بہ ملک سخن آں خدائے قدیرم
کہ معنی لکے باشد از بندگانم

تیسرا کچھ اور ہی راگ گاتا ہے :

حوض کوثر کہ مشرب الروح ست
ناودانے ز پارگین من ست

"ناودان" بمعنی موری اور "پارگین" اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں مطبخ اور حمام وغیرہ کا پانی جمع ہوتا ہو۔ "نعوذ باللہ من شطحیات الشعراء"۔ میر صاحب ! میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں ، اس پر امراضِ متضادہ مزمنہ میں گرفتار ، قویٰ بالکل مضمحل ۔ اٹھنا بیٹھنا ، لکھنا پڑھنا سب مشکل ۔ احیاناً اگر تحریر جواب میں تاخیر ہو جائے ، معاف رہوں ۔ والسلام مع الوف' الاحترام ۔ فقط

دعائے خیر کا طالب فقیر غالب
۹ جنوری ۱۸۶۸ع بروز چہار شنبہ

۱۔ نقوش "الوفا" یہی خلیق انجم صاحب نے نقل کر دیا ۔

[۱۶] سارٹیفکٹ بہ نام محمد زکریا خاں زکی

سبحان اللہ[1] ! سارٹیفکٹ کے لکھنے کا کس وقت میں اتفاق ہوا ہے کہ میں نیم جان چند روز کا مہمان ہوں - مہینا بھر سے غذا بالکل مفقود صرف گوشت کے پانی پر مدار ہے - اگر اٹھوں تو دورانِ سر سے گر پڑوں -

سید محمد زکریا خاں نسب میں سید امیر زادۂ عالی دودمان ، ان کے بزرگ وزارت کا منصب پا چکے ہیں - جاگیر اب تک تھی ، پھر بعوض جاگیر پنشن مقرر ہوا[2] - معہذا یہ شخص بذات خود نیک اور صاحب علم اور متواضع اور دانش مند اور نیک طینت اور رنگین طبع - معنی سے طبیعت کو علاقہ اچھا ہے ، شعر کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں ، اس فن میں میرے شاگرد رشید ہیں -

اسد اللہ خاں غالب

مہر : محمد اسد اللہ خاں

۱۲۷۸ھ

[۱۸٦۸ع]

۱- یہ عبارت میں نے 'آج کل' دہلی مارچ ۱۹۵۱ع میں شائع کی تھی - غالب کی نادر تحریریں ، صفحہ ۱۱۲ -

۲- مہر صاحب طبع اول و دوم و سوم صفحہ ٦۲۰ "ہوئی" -

۳- اس وقت جو نقل میرے پاس ہے ، وہ مشتبہ ہے ، شاید "اسد اللہ" ۱۲۷۸ھ ہو -

[۱۷] بہ نام شاہ عالم[1] (۳)

مخدوم زادۂ مرتضوی نژاد کو فقیر غالب علی شاہ کی دعائے (کذا) پہنچے - میں ۱۳[2] اکتوبر ۱۸۶۵ع یعنی [سنہ] حال کو رام پور میں پہنچا ہوں اور دسمبر تک اقامت کا ارادہ ہے - آپ جو اب خط لکھیں تو 'رام پور افغاناں اندرون قلعہ' سرنامے پر پتہ لکھیں - کل حضرت کا خط پہنچا ، آج اس کا جواب لکھتا ہوں - میر محمد علی خوش نویس کے نام سے میرے کان آشنا نہیں ، مگر ہاں میر نیاز علی صاحب کو جانتا ہوں - خدا کرے وہی ہوں جو میرے خیال میں آئے ہیں - یہاں سے میں اس باب میں کچھ نہیں لکھ سکتا ، بہ شرط حیات دلی پہنچ کر [معلوم] کروں گا اور جو کچھ معلوم ہو جائے گا وہ آپ کو لکھوں گا -

حضرت ! میرے پاس میری تصنیفات سے کچھ نہیں - کلیات فارسی مطبع اودھ اخبار لکھنئو میں اور کلیات اردو مطبع کان پور میں اور دستنبو مطبع رہیل کھنڈ بریلی میں موجود ہیں - جو صاحب جس کے مشتاق ہیں، اس مطبع سے منگوا لیں اور اگر مجھ کو یہ خدمت بجا لانی چاہیے تو بہ شرط حیات ہر جگہ سے منگوا کر بھیج دوں گا -

پیر و مرشد کی خدمت میں میری بندگی عرض کرو اور کہو کہ آپ کو خدا ہمیشہ سلامت با کرامت رکھے - آپ اتنے ہیں کہ

۱- احسن مارہروی کہتے ہیں : ''یہ خط حضرت سید شاہ عالم صاحب خلف اوسط حضرت صاحب مبرور کے نام رام پور سے آیا تھا -'' فصیح الملک جلد ۲ نمبر ۹ و ۱۰ - مہر صفحہ ۶۵۴ - سلسلے کے لیے دیکھیے خط نمبر ۲۱۱ ، حصہ اول ، جلد اول صفحہ ۳۸۸-

۲- مہر ۳ اکتوبر -

اگر امید وصال نہ ہو تو روح کو جسم سے باہر کر سکتے ہیں فقیر(؟) بہ قول غالب علیہ الرحمہ:

در کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن'
این کہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

رام پور آیا ہوں اور قلعہ میں زیر سایۂ کاخِ والیِ شہر اترا ہوں اور اپنا یہ مقطع پڑھ رہا ہوں:

اتفاق سفر افتاد بہ پیری غالب
انچہ از دست نیامد ز عصا می آید

ظاہراً دسمبر تک یہیں رہوں گا۔

چودھری عبدالغفور صاحب کو کچھ نہ کہیے گا۔ اگر آپ ان کے آگے میرا نام لیجیے گا تو خفا ہو جائیں گے، خبر شرط ہے۔

جواب کا طالب غالب

دو شنبہ ٦ نومبر ١٨٦٥ع مطابق[2] جمادی الاخر ١٢٨٢ھ

۱- حضرت صاحب مارہروی کا مرزا صاحب کو ایک خط گیا تھا جس کے عنوان میں یہ رباعی لکھی تھی:

دل زاں تو شد وگرنہ پر خوں کنمش
در دیدۂ توئی وگرنہ جیجوں کنمش
امید وصال تست جاں را ورنہ
از تن بہ ہزار حیلہ بیروں کنمش

اس رباعی کے جواب میں مرزا صاحب نے یہ فقرات اور شعر لکھا ہے: ایڈیٹر

منقول از 'فصیح الملک' نمبر ۹ و ۱۰ جلد ۲ صفحہ ۳۳ -

۲- مطابق ١٦ جمادی الاخر ١٢٨٢ھ -

[۱۸] بہ نام صاحب عالم[1] صاحب (۳)

دیگر از خویشم خبر نبود تکلف بر طرف
این قدر دانم کہ غالب نام یارے داشتم

ہجومِ غم سے فراغ نہیں ، عبارت آرائی کا دماغ نہیں - اگرچہ گوشہ نشین و خانماں خراب ہوں ، بحسب رابطہ [ازلی[2]] کثیرالاحباب ہوں - اطراف جوانب سے خطوط آتے ہیں ، ادھر سے بھی ان کے جواب لکھے جاتے ہیں - جو اشعار واسطے اصلاح کے آتے ہیں ، بعدِ اصلاح بھیجے جاتے ہیں - ان صاحبوں میں اکثر ایسے ہیں کہ نہ میں نے انھیں اور نہ انھوں نے مجھے دیکھا ہے - محبتِ دلی و نسبتِ روحانی سہی لیکن صاحبانِ بلادِ دور دست کیا جانیں کہ میرا کیا حال ہے -

---

۱- یہ خط میں نے رسالہ 'فصیح الملک' شمارہ ۹ ، ۱۰ (جلد دوم) کے صفحہ ۳۳ سے نقل کیا تھا - اس خط کے ساتھ دو خط اور ابھی تھے جو اس مجموعے میں درج ہو رہے ہیں -
لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے بحوالہ صفدر مرزا پوری رسالہ اُردو ۹ ، ۱۹۲۹ع صفحہ ۱۷۷ پر یہ خط بہ عنوان "مرزا نوشہ غالب کا آخری خط" چھاپا تھا - مرقع ادب حصہ دوم میں یہ نوٹ ہے کہ "یہ خط سید مقبول حسین بلگرامی سے ملا ، لفافہ نہ تھا جس سے مکتوب الیہ کا پتہ چلتا -" خلیق انجم نے "غالب کی نادر تحریریں" صفحہ ۸۰ پر بنام نامعلوم درج کیا ہے - میرا خیال ہے کہ مدیر 'فصیح الملک' اور صفدر صاحب نے اصل خط کی قرأت میں اختلاف کیا ہے - مہر صاحب خطوط غالب ، صفحہ ۶۱۰ - (سلسلے کے لیے دیکھیے حصہ اول جلد اول صفحہ ۳۹۳) -

۲- اردو ، اورنگ آباد ، دکن و مرقع ادب حصہ دوم میں ہے لیکن فصیح الملک ندارد -

ہفتاد و یک سالہ عمر کی کتاب میں سے فصلِ اخیر کی حقیقت یہ ہے کہ :

دس پندرہ برس سے ضعفِ سامعہ اور قلتِ اشتہا میں مبتلا ہوا اور یہ دونوں علتیں روز افزوں ہیں - حسِ حافظہ کا بطلان علاوہ - جوں جوں عمر بڑھتی گئی ، یہ امراض بھی بڑھتے گئے۔ قصہ مختصر اب سامعہ[1] کا یہ حال ہے کہ ایک تختہ' کاغذ مع دوات و قلم سامنے دھرا رہتا ہے - جو دوست آتے ہیں ، پرسشِ مزاج کے سوا جو کچھ کہنا ہوتا ہے ، وہ لکھ دیتے ہیں ، میں ان کی تحریر کا جواب زبانی دیتا ہوں -

[2]غذا کی حقیقت یہ ہے کہ صبح کو آٹھ دس بادام کا شیرہ، دوپہر کو سیر بھر گوشت کا پانی ، دو گھڑی دن رہے دو یا تین تلے ہوئے کباب -

نسیان حد سے گذر گیا ، رعشہ ، دوران [سر] و ضعف بصر ، یہ یارانِ نوآمدہ میں سے ہیں - میر تقی مرحوم کا مطلع ورد زبان ہے :

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

خط بکس میں یا کتاب میں رکھ دیتا ہوں اور بھول جاتا ہوں - آگے میں بھی خط لکھتا تھا ، اب رعشہ یوں بھی لکھنے نہیں دیتا - صاحب 'اکمل الاخبار' و صاحب 'اشرف الاخبار' جو ہمیشہ مجھ سے ملتے رہتے ہیں اور میرا حال جانتے ہیں ، از روئے مشاہدہ میرے کلام کی تصدیق کر کے اس اعتذار کو اپنے اخبار میں چھاپا[3] ہے ،

۱- اردو ، مرقع ادب : ''سامع کا حال یہ ہے'' -

۲- فصیح الملک : ''اب غذا کی حقیقت سنیے'' لیکن صفدر مرزا پوری نے ''غذا کی حقیقت کیا ہے'' لکھا ہے - اُردو ، اور مرقع ادب -

۳- فصیح الملک : ''اخبار میں چھاپیں'' متن مطابق مرقع ادب و رسالۂ اردو -

اور مجموع صاحبان مطابع و راقمان اخبار بھی اگر اسی عبارت کو اپنے اخبار کے اوراق میں درج کریں گے تو فقیر ان کا احسان مند ہوگا ۔ اس نگارش کی شہرت سے مقصود یہ ہے کہ میرے احباب[1] میرے حال پر اطلاع پائیں ۔ اگر خط کا جواب یا اصلاحی غزل دیر میں پہنچے تو تقاضا اور اگر نہ پہنچے تو شکایت نہ فرمائیں ۔ میں دوستوں کی خدمت گزاری میں کبھی قاصر نہیں رہا اور خوشی و خوشنودی سے کام کرتا رہا ۔ جب بالکل نکما ہوگیا ، نہ حواس باقی ، نہ طاقت ، پھر اب کیا کروں ؟ بہ قول میر درد[2] :

میں وفا کرتا ہوں لیکن دل وفا کرتا نہیں

متوقع ہوں ، اگر کسی احباب کو میری طرف سے کچھ رنج و ملال ہو تو خالصاًللہ معاف فرمائیں ۔ اگر جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلب گار ہوتا ، اب جو بوڑھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں ۔

راقم[3] اسد اللہ خاں غالب
[[4]اگست ۱۸۶۶ع]

۱- فصیح الملک : ''احبا میرے'' ۔
۲- فصیح الملک : ''میر درد'' لیکن صفدر مرزا پوری نے ''خواجہ وزیر'' پڑھا ہے جو غلط ہے ۔ شعر دیوان میر درد طبع مجلس ترقی ادب لاہور میں یوں ہے :

نزع میں تو ہوں ، ولے تیرا گلہ کرتا نہیں
دل میں ہے وہ ہی وفا ، پر جی وفا کرتا نہیں

۳- رسالۂ اردو اور مرقع ادب میں فقط ''غالب'' درج ہے ۔ یہ پورا فقرہ فصیح الملک سے ماخوذ ہے ۔
۴- رسالۂ فصیح الملک میں ''راقم اسداللہ خاں غالب'' ہے ، تاریخ نہیں
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۱۴)

[۱۹] ایضاً (۴)

حضرت! صاحب قبلہ و کعبہ، جناب صاحب عالم کو فقیر اسد اللہ کی بندگی!

دیباچے کا عظیم آباد کو روانہ ہونا معلوم ہوا، مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ لخت جگر و نور بصر مولوی سید فرزند احمد کو وہ دیباچہ پسند آیا یا نہیں؟ ہاتھ رعشہ دار، آنکھیں ضعیف البصر، حواس مسلوب ہیں، قصہ مختصر من کل الوجوہ وہاں غالب مغلوب ہیں۔

دو مہینے ہوئے کہ منشی ہرگوپال تفتہ بہ سواری ریل یہاں آئے ایک شب رہے، صبح کو تشریف لے گئے۔

مخدوم زادہ، شاہ عالم کو سلام اور یہ پیام کہ بطلان حس حافظہ کے سبب آپ کے اخوان کے نام بھول گیا ہوں۔ ان سب صاحبوں کی خدمت میں اور میاں برکات حسن صاحب اور چودھری عبدالغفور صاحب [کو] سلام پہنچائیں۔ اور یہ بھی لکھ دیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱۳)

ہے۔ رسالہ اردو اور مرقع ادب میں نہ تاریخ ہے نہ نام۔ میں نے تاریخ کی تعیین میں داخلی اور خارجی قرائن پر بنیاد رکھی ہے۔ اسی خط میں اپنی عمر اکھتر سال لکھی ہے جو رجب ۱۲۸۳ھ یعنی نومبر ۱۸۶۶ع سے اکتوبر ۱۸۶۷ع پر ختم ہوتی ہے۔ غالب نے اپنا یہ حال شوال ۱۲۸۲ھ مارچ ۱۸۶۶ع میں شائع کیا۔ سیاح کے نام خط مورخہ ۲۵ اگست ۱۸۶۷ع میں یہی حال لکھا ہے اس لیے میں اس مکتوب کو نومبر ۱۸۶۶ع یا اس کے کچھ بعد کا مانتا ہوں۔ نیز دیکھیے اس کے بعد آنے والا خط۔

۱۔ مختارالدین، از بیاض صاحب عالم، علی گڑھ میگزین، صفحہ ۹۷۔ غالب کی نادر تحریریں، صفحہ ۶۶۔

مولوی غلام غوث خاں میر منشی نے آپ کا دیباچہ اور میرا مجموعۂ نثر مرتب کرکے منشی ممتاز علی خاں [کو] بھیج[۱] دیا ہے ، اب چھپوانے میں ان کو اختیار ہے -

اسد - ۱۲
۲۶ اگست ۱۸۶۶ع

[۲۰] ایضاً (۵)

ایک[۲] شعر میں نے بہت دنوں سے کہہ رکھا ہے ، اس خیال سے کہ میرے بعد کوئی میرا دوست میرا مرثیہ لکھے اور اس شعر کو بند قرار دے کر ترتیب رقم کرے - وہ شعر یہ ہے :

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مُرد
اسد اللہ خان غالب مُرد

۱- اس خط سے عود ہندی ، مہر صفحہ ۵۰۸ اور ''رشحات صفیر'' کے ساتھ ساتھ عود ہندی کی تقریظ نمبر ۴ کی تاریخ بھی متعین ہوتی ہے -
۲- رسالہ 'نصیح الملک' جلد ۲ ، نمبر۹ و ۱۰ ، صفحہ ۳۳ پر احسن مارہروی نے تین خط چھاپے تھے ۔ ان میں سے اس خط کا سرنامہ یہ لکھا ہے : ''یہ رقعہ جناب حضرت شاہ مقبول عالم صاحب خلف اصغر حضرت صاحب کے ہمراہ شوال ۱۲۸۲ھ میں دہلی سے بھیجا گیا'' - میں نے دوسرے نوادر کے ساتھ یہ خط جناب مہر صاحب کو دیا تھا - موصوف نے حواشی و حوالہ جات نظر انداز کر دیے بلکہ اس خط کا مکتوب الیہ مقبول عالم صاحب کو قرار دیا - دیکھیے مہر صفحہ ۶۵۴ - غالب کی نادر تحریریں ندارد -
۳- غالب کے بعد اس شعر پر بہت سے لوگوں نے مرثیے لکھے جن میں سب سے بڑا مرثیہ ہرگوپال تفتہ کا ہے - دیکھیے نقوش ، غالب نمبر صفحہ ۶۷۶ - چونکہ صاحب عالم ۲۴ مارچ ۱۸۷۱ع میں فوت ہوئے اس لیے ممکن ہے کہ انھوں نے بھی کوئی قطعہ لکھا ہو -

دو صاحبوں کو اس کام کے واسطے اپنے ذہن میں ٹھہرایا، ایک تو نواب مصطفی خاں ، سو انھوں نے شعر کہنے سے توبہ کی - دوسرے نواب ضیاء الدین خاں ، وہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور شعر کم کہتے ہیں - پس اب میں اپنے پیر و مرشد صاحب عالم صاحب سے اس عنایت کا امیدوار ہوں کہ یہ کاغذ اپنے پاس رہنے دیں اور وقت پر ترکیب بند لکھیں - اللہ ، اللہ ، اللہ !

[شوال سنہ ١٢٨٢ھ - دسمبر ١٨٦٦ع]

---

[۲۱] بہ نام چودھری عبدالغفور[1] سرور (۱۸)

جناب چودھری صاحب !

[2]میں تو خدمت بجا لایا ، مگر اُس کے صلے میں تین باتیں چاہتا ہوں ؛ ایک تو یہ کہ "آرے" میں مولوی سید فرزند احمد کے مکان کا پتا مجھے بھیجو تا کہ میں اُن کو تہنیت لکھوں ۔ دوسرے یہ کہ تمھارا خط تم کو واپس بھیجتا ہوں ۔ حضرت صاحب کی دستخطی عبارت کو حرف بہ حرف اپنے ہاتھ سے لکھو اور مجھ کو بھیجو تاکہ میں اُن کو تہنیت میں خط لکھوں ۔ واللہ ، ہرگز مجھ سے پڑھا نہیں گیا ، تشویش و تشویر میں ہوں کہ کیا کروں ۔ تم یہ بوجھ مجھ پر سے اٹھا لو ۔ تیسری بات یہ کہ یہ معاملہ حضرت صاحب پر ظاہر نہ ہو اور میرے اس خط کا جواب جلد آئے ۔

غالب

۲۵ ستمبر[3] ۱۸۶۶ع

۱- یہ خط پہلی مرتبہ مختار الدین احمد آرزو صاحب نے :(رسالہ آج کل، دہلی ، فروری ۱۹۵۵ع ، صفحہ ٦) شائع کیا ہے ۔ نقوش مکاتیب نمبر ، صفحہ ۱۰۵ ۔ (خط نمبر ۱ تا ۱٦ مع سوانحی نوٹ حصہ اول جلد اول صفحہ ۲٦۰ تا ۲۹۷ ۔ خط نمبر ۱۷ کے لیے دیکھیے اسی جلد کا صفحہ ۹۴۷) ۔

۲- یعنی قطعات تاریخ ولادت فرزند صفیر کی اصلاح ۔ دیکھیے عکس تحریر و قطعات طبع 'آج کل' دہلی ۔

۳- 'آج کل' میں تاریخ ۲۵ دسمبر چھپی ہے جبکہ عکس تحریر میں ۲۵ ستمبر ہے ۔ مختار الدین و خلیق انجم ۲۵ دسمبر ۔

۲۵ ستمبر ۱۸٦٦ع مطابق سہ شنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ اور ۲۵ دسمبر ۱۸٦٦ع مطابق سہ شنبہ ۱۷ شعبان ۱۲۸۳ھ ہے ۔

[۲۲] به نام صفیر بلگرامی[1] (۱)

مخدومِ مکرم سید فرزند احمد صاحب کو سلام پہنچے - مجھ کو حضرت برجیس فطرت جناب حضرت صاحب عالم سے نسبت اویسی ہے - غائبان حاضر کی فہرست میں پہلے میرا نام مرقوم ہے - آپ کی طرزِ نگارش نظماً و نثراً ، درخشندگیِ جوہرِ طبع سے خبر دیتی ہے - اگر آپ کی طرف سے استصلاح کا کلمہ درمیان نہ آتا تو میں فضولی نہ کرتا - باوجودِ خواہش خدمت کیوں نہ بجا لاؤں ؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری معلومات آپ پر مجہول نہ رہیں - مجموع ایک ورق میں کیوں کر گنجائش پائیں - ناگزیر جو اس نظم و نثر میں ہے ، اس کو عرض کرتا ہوں -

"بسر در آوردن" مخل معنی ، 'در آوردن' کافی - 'شور در سر انگیختن' ٹکسال باہر 'از سر انگیختن' مناسب - 'نہ بر انگیزد' و 'نہ برخیزد' فارسیِ ہند - 'بر نہ خیزد' و 'برنینگیزد' فارسیِ عجم - 'بر' لفظ زائد اور نون مفیدِ[2] معنیِ نفی - لفظ زائد 'نا[3]' قبل کلمہ چاہیے- 'نالہ‌ہا کہ

۱- صفیر بلگرامی (مولود ۱۲۳۹ھ ، متوفیٰ ۱۳۰۷ھ) ۱۲۸۰ھ میں مارہرے گئے تو وہاں غالب کا چرچا سن کر اپنا کلام بھی اصلاح کے لیے بھیجا ، جس کا غالب نے یہ جواب لکھا - اسے صفیر نے جلوۂ خضر اور مرقع فیض میں شائع کیا ، وہاں سے مختار الدین احمد صاحب اور قاضی عبدالودود صاحب نے نقل کیا - دیکھیے آج کل ، دہلی ، ماہ اگست ۱۹۵۲ع ، صفحہ ۱۳ - غالب کی نادر تحریریں ، صفحہ ۵۱ - نگار ، جولائی ۱۹۵۲ع - مہر ، صفحہ ۶۳۹ -

۲- آج کل "مفید" ندارد -

۳- آج کل "زائد ماقبل" -

از دل سر بر زدہ‌اند' یعنی چہ؟ غیر ذوی الروح بلکہ غیر ذوی العقول کی جمع کی خبر بصیغۂ مفرد رسم ہے۔

''پریستان''[۱] اصل لغت، مخفف اس کا بہ[۲] حذف تحتانی ''پرستان''۔ 'پری استھان' توہم محض۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ آدم الشعرا رودکی سے فخر المتاخرین شیخ علی حزیں تک کسی کے کلام میں 'پریستان' یا 'پرستان' دیکھا نہیں۔

حضرت صاحب عالم قبلہ کی جناب میں میرا سلام عرض کیجیے اور کہیے کہ آپ کا عطوفت نامہ اور ساتھ اس کے چودھری صاحب کا مودت نامہ پہنچا۔ دونوں نگارشیں جواب طلب نہ تھیں۔ کل میں نے ایک چھاپے کی کتاب کا پارسل جس کا عنوان سید فرزند احمد صاحب کے نام کا ہے، ارسال کیا ہے۔ آپ بھی بہ نظر اصلاح مشاہدہ کیجیے گا۔

ہاں پیر و مرشد! فارسی کے کلیات کو بھی کبھی آپ دیکھتے ہیں یا نہیں؟ بہ قول انشاء اللہ خاں:

یہ مری عمر بھر کی پونجی ہے

جناب فرزند[۳] احمد صاحب سے التماس ہے کہ حضرت صاحب کو سلام و پیام پہنچا کر حضرت شاہ عالم صاحب کو اور ان کے اخوان کو اور حضرت مقبول عالم کو میرا سلام کہیے گا، اور جناب چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہہ کر یہ فرمائیے گا کہ وہ اپنے عمِ نامدار اور استادِ عالی مقدار کو میرا سلام کہیں۔ زحمتِ

۱- صفیر نے لکھا تھا کہ ''پرسیدنی ہم دارم و آں لفظ پرستان است بعضی گویند کہ ایں لفظ ہندی است'' الخ—جس کتاب کے پارسل کا ذکر آگے آ رہا ہے، اس سے 'ابر گہر بار' مراد ہے۔

۲- آج کل ''بہ'' ندارد۔

۳- 'آج کل' میں نام مغشوش ہے ''صفیرزند احمد''۔

تبلیغِ سلام و پیام ، تقدیمِ خدمتِ اصلاح کا دست مزد ہے ۔ والسلام ۔

نجات کا طالب غالب ۔ ۱۲

یوم الخمیس ['پنجم] ذی الحجہ و ۱۲ مئی سال حال

(۱۲۸۰ھ – ۱۸۶۴ع)

[۲۳] ایضاً (۲)

مخدوم[۲] زادۂ مرتضوی دودمان ، سعادت و اقبال تواماں مولوی سید فرزند احمد صاحب کو فقیر غالب کی دعا پہنچے ۔

میں نے جو استصلاحِ اشعار میں امتثالِ[۳] امر کیا ہے ، تو اس

۱۔ خط میں ''پنجم'' موجود نہیں ، لیکن ''۱۲ مئی جمعرات کے دن ۵ ذی الحجہ'' کے مطابق ہے ۔ مہر صاحب نے ''۱۲ ذی حجہ'' لکھا ہے ، دیکھیے خطوط صفحہ ۶۵۰ ۔ خطوط صفیر کے آخر میں جو تاریخیں چھپی ہیں وہ بہت مشتبہ ہیں اس لیے احتیاط ضروری ہے ۔

۲۔ 'نگار' جولائی ۱۹۵۲ع ۔'آج کل' اگست ۱۹۵۲ع ۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۳۹ ۔ مہر صفحہ ۶۵۰ ۔

۳۔ قاضی عبدالودود صاحب کہتے ہیں کہ غالب کی 'ابر گہر بار' کی رسید میں صفیر نے مثنوی 'صبح امید' بھیجی جسے اصلاح دے کر غالب نے یہ خط لکھا ۔ صفیر کے شعر اور غالب کی اصلاح یوں ہے :

صباحی کہ مست وی اند اہل ہوش
بہ دنبال او خور صبوحی ''بہ دوش''
فروش
چو ابری کہ از وی شب زلف ماہ
کزو روز گیسو سیاہ
ز صبح بنا گوش ، شد پردہ خواہ
باج خواہ
نویسد ہم او در ہماں مثنوی
بہ ہنجار جادو بیان قوی
زبانش پر از منطق پہلوی

(آئینہ غالب ، صفحہ ۹۵)

واقعہ کو یوں سمجھ لیا ہے کہ میں امیر المومنین کا بوڑھا غلام ہوں۔ امیر نے اپنی اولاد میں سے ایک صاحب زادہ میرے سپرد کیا ہے ['اور حکم دیا ہے] کہ تو اس کے کلام کو دیکھ لیا کر ورنہ میں کہاں اور یہ ریاضت کہاں ۔ ۱۲ غالب[۲]

اپنے نانا صاحب کی خدمت میں میری بندگی عرض کیجیے گا ۔ اگرچہ حضرت میرے ہم عمر[۳] ہیں مگر ان کے ابوالاباء کا غلام ہوکر سلام کیا لکھوں ، مجھ کو ارادت میں آن سے نسبت اویسی ہے اور محبت بھی بے تکلف ویسی ہے جیسی اس معنوی نسبت میں چاہیے ۔

نجات کا طالب غالب ۔ ۱۲

یوم الخمیس[۴] ، پنجم ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ

[بست و پنجم ذی الحجہ سی ام جون ۱۸۶۴ع]

۱- آج کل ، نادر تحریریں میں ''اور حکم دیا ہے'' ندارد ۔ قاضی صاحب نے اس فقرے کو بین القوسین لکھا ہے ۔

۲- قاضی صاحب نے ''غالب ۱۲'' نہیں لکھا ، جلوۂ خضر میں ہے ۔

۳- آج کل ، ہم عصر اور آئینۂ غالب صفحہ ۴۹ میں یہ پیرا گراف بین‌القوسین ہے اور 'ابوالابا' کے بجائے ''ابو آباء'' ہے ۔

۴- جلوۂ خضر و فیض صفیر میں یہی تاریخ درج ہے جو تقویم کی رو سے بھی غلط ہے اور واقعۂ شاگردی کی رو سے بھی ۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں : ''۱۰ ذی الحجہ کو پہلا خط غالب کا پہنچا اور یہ دوسرا ہے اس لیے سنہ ۱۲۸۰ھ کا ماننا قرین قیاس'' ۔ اس میں صرف اتنا اضافہ اور چاہیے کہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ کو جمعہ کا دن تھا ۔دیکھیے خط بنام علائی، خطوط غالب مہیش ، صفحہ ۳۵۸ ۔ لیکن قریب ترین امکان وہی ہے جو میں نے لکھا ہے ۔ ''بست و پنجم ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ'' مانا جائے یا بست و ششم ۔

[۲۴] ایضاً (۳)

نورا چشم ، لخت جگر ، زبدۂ اولاد پیغمبر ، حضرت مولوی سید فرزند احمد [صاحب] زاد مجدہ اس درویشِ گوشہ نشین کی دعا قبول فرمائیں !

بوستان خیال کے ترجمے[۲] کا عزم اور دو جلدوں کا منطبع ہوجانا مبارک ۔ حضرت ! یہ آپ کا احسان عظیم ہے مجھ پر خصوصاً اور جمیع بالغ نظرانِ ہند پر عموماً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (کذا) ۔

جناب[۳] میر ولایت علی صاحب سے بعد ارسالِ قیمت و محصول دو جلدیں مانگی ہیں ۔ خدا کرے وہ یہ پارسل پہلے بھیجیں اور یہ رقعہ تمھارے پاس بعد ۔

(مُہر) غالب ۱۲۷۸ھ
۸ ذی قعدہ ۱۲۸۱ ہجری
[۵[۴] اپریل ۱۸۶۵ع]

۱۔ نگار ، جولائی ۱۹۵۲ع ، صفحہ ۲۶ ۔
آج کل اگست ۱۹۵۲ع صفحہ ۱۴ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۵۵ ، مہر صفحہ ۱۵۶ ۔

۲۔ صفیر نے جلوۂ خضر جلد اول صفحہ ۲۲۲ پر لکھا ہے :"جب میں نے بوستان خیال اردو کرکے مطبع عظیم المطابع پٹنہ میں چھپوائی اور اس کا اشتہار بذریعہ اودھ اخبار مشتہر ہوا ۔ حضرت غالب نے ایک خط مع اس کی قیمت کے میرے پاس پٹنہ میں بھیجا ، میں نے ایک جلد بھیج دی ۔" (حواشی آثار غالب ، مشمولہ علی گڑھ میگزین ، غالب نمبر ، صفحہ ۴۴) ۔

۳۔ جناب قاضی صاحب نے یہ عبارت بریکٹ میں لکھی ہے ۔ دیکھیے ولایت علی کے نام غالب کا خط ۔ صفحہ ۱۰۲۷

۴۔ مہر صاحب ۴ اپریل لکھتے ہیں ۔ میں نے جنتری پنجاہ سالہ مع ضمیمہ ، طبع فیض الکریم حیدر آباد دکن سے یہ تاریخ مطابق کی ہے۔آئینۂ غالب صفحہ ۹۶ پر آٹھ موجود نہیں ۔

[۲۵] ایضاً (۴)

بہ[1] علاقۂ مہر و محبت ، نور چشم و سرور دل و بہ رعایتِ سیادت ، مخدوم و مطاع مولوی سید فرزند احمد ، طال بقاءہ و زاد علاءہ اس مصرع سے میرا مکنونِ ضمیر[2] دریافت فرمائیں :

بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما

یارب ! وہ کون بزرگ ہیں کہ سودائی کو معمائی سمجھتے ہیں ؟اصلِ فطرت میں میرا ذہن تاریخ و معما کے ملائم [و مناسب] نہیں پڑا ہے ۔ جوانی میں از راہِ شوخیِ طبع گنتی کے تین عامیانہ معمے لکھے [ہیں] ، وہ مبادی کلیات فارسی میں موجود[3] ہیں ۔ تاریخیں اگر ہیں تو مادے اوروں کے ہیں اور نظم فقیر کی ہے ۔ یہ کلام نہ بہ طریق کسر نفسی[4] ہے ، نہ بہ سبیل اغراق ، سچ کہتا ہوں اور سچ لکھتا ہوں . . . .؟

۱۔ نگار صفحہ ۲۷ ، آج کل صفحہ ۱۵ ۔ مہر صاحب نے اس خط کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں ؛ پہلا ٹکڑا آغاز خط سے ''قیمت لکھ بھیجیں'' تک اور ''اشعار گہربار'' سے دوسرا خط جس پر یہ عبارت خدا جانے کہاں سے درج کی ہے :''بہ علاقۂ مہر و محبت نورچشم و سرور دل و بہ رعایت سیادت مخدوم ، مولوی سید فرزند احمد طول عمرہ ۔ '' دیکھیے خطوط غالب صفحہ ۵۹۹ ۔ خط کا دوسرا حصہ مع تاریخ صفحہ ۶۵۱ ، خط کا پہلا حصہ مع تاریخ۔خلیق انجم ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۵۶ ۔

۲۔ 'مکنون ضمیر' سے مراد عقیدہ و عقیدت ہے کہ ''شاہ'' سے مراد شاہ ولایت حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے ، اگرچہ شبہ شاہ عالم کا بھی ہو سکتا ہے ۔

۳۔ قاضی عبدالودود صاحب نے بعض خطی نسخوں سے نقل کر کے پہلی مرتبہ ''آثار غالب'' میں شائع کیے تھے ۔ پھر میں نے کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور میں شریک اشاعت کیے ۔ دیکھیے کلیات نظم فارسی ، جلد ۳ ، صفحہ ۴۱۱ ۔

۴۔ بعض نسخوں میں ''کسر نفس'' ہے ۔

اس نامۂ مہر افزا کو دیکھ کر مبادیِ 'پرستان خیال' کی عبارت یاد آئی ۔ افسوس ہے کہ اس ہیچ میرز کے اجزائے خطابی اُس مسودے کی تسوید کے وقت تک آپ نے نہیں سنے تھے ورنہ اس کے کیا معنی کہ خط میں لکھے جائیں اور کتاب میں اندراج نہ پائیں ۔ محمد رضا برق کا خطاب معلوم تھا تو آپ نے لکھا ہے ، حکایت ہے شکایت[1] نہیں ۔ پہلی جلد جس کا نام "افق الخیال" ہے اس کے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوں ۔ جناب میر ولایت علی صاحب کو تاکید[2] رہے کہ جب اس کا چھاپہ تمام ہو ، بے طلب بھیج دیں اور معاً قیمت لکھ بھیجیں ۔

اشعار گہربار دیکھ کر دل بہت خوش ہوا ، سب اچھے ہیں مگر جو میرے دل میں اتر گئے ہیں ، وہ تم کو لکھتا ہوں :

ہائے وہ لب ہلا کے رہ جانا
ابھی کچھ بات کر نہیں آتی

کیوں حضرت ! "ابھی کچھ" کی تحتانی کا دبنا غیر فصیح نہیں ؟

کچھ ابھی بات کر نہیں آتی

کیا اس کا نعم البدل نہیں ؟

ورق ہیں جوششِ مضمونِ گریہ سے بادل
بسانِ ژالہ ہے ہر نقطۂ کتاب میں آب

درّ قائل[3] :

کبھی ہوں گرم کبھی سرد حسب موقع و وقت
صفیر آگ میں ہوں آگ ، اور آب میں آب

۱- صفیر نے جواب میں لکھا "اجزائے خطابی کا مبادی بوستان خیال(؟) میں نہ لکھنا بخدا سہواً تھا نہ عمداً" ۔ صحیفہ ، غالب نمبر ۳ ۔

۲- مہر : "تاکید ہے"۔

۳- 'در قال' مہر ندارد—آج کل "در قائل"۔ نگار "در قال" صحیح "للہ در من قال" ۔

عارفانہ و موحدانہ مضمون اور بالغانہ الفاظ ۔

تم سلامت رہو قیامت تک
صحت و لطف طبع روز افزوں

نجات کا طالب غالب - ۱۲
شنبہ[1] ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۸۱ھ
[۲۲ اپریل ۱۸۶۵ع]

[۲۶] ایضاً (۵)

نور الابصار[2] ، ممتاز روزگار ، زکی و ارشد ، مولوی سید فرزند احمد طال بقاءہ و زاد علاءہ ۔ اس پیر ہفتاد سالہ کی دعا پہنچے . . . . (کرم خوردہ) . . . آج میں نے لیٹے لیٹے حساب کیا کہ یہ سترواں برس مجھے جاتا ہے ۔ ہائے :

۱- انجم صاحب نے ''مارچ ۱۸۸۳ع ''لکھا ہے جو مسامحہ ہے ۔ آج کل میں ''۲۵'' نہیں ہے ۔ جنتری میں ۲۵ ذی قعدہ ہفتہ کے دن ۲۲ اپریل ۱۸۶۵ع ہے ۔

۲- ۱۹۳۵ع میں وصی احمد بلگرامی نے 'ندیم' میں شایع کیا ۔ آج کل دہلی صفحہ ۱۶ میں قاضی عبدالودود صاحب نے تردید کے لیے چھاپا ۔ مہر صاحب 'خطوط غالب' صفحہ ۵۹۸ ۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۱۰۴ ۔ رسا ہمدانی صفحہ ۵۷ ۔ مشفق خواجہ صاحب نے ''انشائے سبد گل'' ، ''مرقع فیض'' اور ''جلوۂ خضر'' وغیرہ کے تفصیلی مطالعے کے بعد ''صفیر بلگرامی اور غالب'' کے موضوع پر مقالہ لکھا ہے جس میں یہ خط ''انشائے سبد گل'' سے نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب تک یہ خط مخلوط شایع ہوتا رہا ہے ۔

سنین عمر کے ستر ہوئے شمار برس[1]
بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

نامہ محبت افزا کو دیکھ کر آنکھوں میں نور ، دل میں سرور آیا اور قصہ ''سروش سخن[2]'' اس کے دوسرے دن پہنچا . . .[3] ''ابھی کچھ بات کر نہیں آتی ؟'' کا جواب با صواب[4] پایا :

۱- صفیر کی بیاض میں پانچ شعروں کا قطعہ ہے جس میں اس شعر کا جواب دیا ہے ۔ مشفق خواجہ صاحب نے تین شعر نقل کیے ہیں ۔ (صحیفہ ، غالب نمبر ۳) :

بہار آئی ہے ، اے ابر نوبہار ! برس
میں بار بار ہوں روتا تو بار بار برس
سنا صفیر ! یہ کہتے ہیں حضرت غالب
بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس
مگر یہ پہلے سے اعداد غین کی ہے دعا
خدا کرے مرا غالب جیے ہزار برس

خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ اس سلسلے کے دو خط غالباً تلف ہو گئے ہیں ۔

۲- فخرالدین حسین سخن نے رجب علی بیگ سرور کے 'فسانۂ عجائب' کا جواب 'سروش سخن' کے نام سے لکھا ۔ شاید صفیر بلگرامی نے اسے کانٹ چھانٹ اور اصلاح دے کر قلمی صورت میں غالب کو بھیجا ہو جس کا خط میں ذکر ہے ۔ سروش سخن ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۶۰ع میں تمام ہوا اور ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ع میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شایع ہوا ۔

۳- ایک لفظ ضایع ہوگیا ۔

۴- صفیر نے اس سے پہلے خط میں لکھا تھا :
''پہلے شعر مطبوعۂ خاطر اقدس پر جو اصلاح ہوئی کہ :

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۲۷ پر)

تم سلامت رہو قیامت تک
صحت و زور طبع روز افزوں

مگر ایسی باتوں سے بچنا مناسب ، گو مجھی سے ہو . . . (کرم خوردہ) . . . شاعر پابند قواعد . . . (کرم خوردہ) کچھ قواعد حسب خواہش شاعر نہیں کہلاتا ۔ الحمد للہ تم وقوف سے خالی نہیں . . . (کذا) . . . قصہ دیکھا ، آپ کی جوہر طبع کی لمعانی اور نیر فکر کی درخشانی ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲۶)

کچھ ابھی بات کر نہیں آتی

درست ہے مگر زبان دانان لکھنؤ کے یہاں حروف علت آخر لفظ ہندی کا گرانا ، دبانا جائز ہے اور غیر زبان کے لفظ کا ناجائز ۔ مخصوص حروف علت میں الف اور یائے تحتانی پر تو ہمیشہ مار رہتی ہے ۔ ہاں فصحا بہ ضرورت اور حسب موقع دباتے ہیں اور کبھی الف اور یائے تحتاتی کے بعد اگر نون بھی ہو ، اصلی لفظ یا جمع کے حروف میں بھی دب جاتا ہے ۔ آتش :

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا

'میں' اور 'ہوں' کے حروف دوم اور سوم دب گئے ۔ ناسخ :

خوں رلاتا اسے ناسور بنا کر گر دوں
زخم بھی گر مرے تن پر کبھی خنداں ہوتا

"کبھی خنداں" بر وزن . . . . یائے تحتانی کبھی کی دب گئی ۔ اسی طرح "ابھی کچھ با" . . . (کرم خوردہ) فعلاتن (؟) زیادہ مثالیں نہ لکھیں کہ . . . (کرم خوردہ) سے واضح ہوں گی ، اور (کرم خوردہ) بھی اس سے خالی ہیں ۔ خیال آتا ہے کہ مطلع حضور کا ہے ، دیوان آپ کا اس وقت موجود نہیں :

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویراں ہوتا
بحر اگر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

"بھی تو ویراں" فعلاتن کے وزن پر ہے ۔ " الخ

بہت جگہ پر پسند آئی - اگرچہ وہ قصہ تو نہیں ، بچوں کے سلانے کی کہانی ہے مگر محنت کی گئی ہے - ہاں ، اگر ''فسانۂ عجائب'' کا مقابلہ کیا ہے تو کیا کہوں کہ کیا کیا ہے؟ ابھی دیکھتا ہوں ، آئندہ اس کی کیفیت سے اطلاع دی جائے گی - الفاظ کی غلطی بہت پائی جاتی ہے - جا بجا 'لاچار' لکھا ہے اور 'لاچار' غلط ہے - کس لیے کہ 'چار' لفظ فارسی ہے اور جیم فارسی اس کی دلیل ہے ، اگرچہ 'لا' کا حرف نفی ہے مگر فارسی کا حرف نفی ہوتے کہ حرف 'نا' ہے 'لا' کا لگانا کاتب کی جہالت ہے -

یہ قصہ آپ کے خط سے نہیں معلوم ہوتا - شاید کسی کاتب سے لکھوایا ہے - ہائے ، خدا کی مار کاتبانِ ناہنجار پر ، میرا دیوان اور ''پنج آہنگ'' اور ''مہر نیم روز'' ستیاناس کرکے چھوڑ دیا -

غزلیات فارسی اصلاح ہو کر جاتی ہیں -

لو ، بس اب میں نواب ضیاء الدین خاں سے باتیں کر رہا[1] ہوں اور وہ بھی تم کو سلام اشتیاق آمیز پہنچاتے ہیں اور منشی صاحب بہت بہت بندگی کہتے ہیں[2] -

[۱۸۶۵ع]

[۲۷] ایضاً (۶)

نور چشم[3] و سرورِ دل فرزانہ ، مرتضوی گہر ، مولوی سید

۱- آج کل میں ہے ''باتیں کر رہا ہوں ، تمھارے خط کے جواب نے اتنی دیر تک ان کو چپکا بٹھا رکھا اور وہ بھی'' -

۲- مہر صاحب نے ۲۸ نومبر ۱۸۶۳ع تاریخ لکھی ہے اور حاشیے میں ۱۸۶۳ع پر دلیل دی ہے - قاضی صاحب اس خط کو جعلی کہتے ہیں ، لیکن مشفق خواجہ نے معاصر ماخذ سے نقل کیا ہے - دیکھیے صحیفہ ، غالب نمبر ۳ -

۳- نگار ، جولائی ۱۹۵۲ع - آج کل ، اگست ۱۹۵۲ع - غالب کی نادر تحریریں ، صفحہ ۵۸ - مہر ندارد -

فرزند احمد صاحب زاد مجدہ ! اس نسبتِ عام سے کہ ہم اور آپ سوسن ہیں ، سلام ۔ اور اس نسبتِ خاص سے کہ آپ میرے دوستِ روحانی کے فرزند ہیں ، دعا ۔ اور اس نسبتِ اخص سے کہ آپ میرے خداوند کی اولاد میں سے ہیں ، بندگی :

میں قائلِ خدا و نبی و امام ہوں
بندہ خدا کا اور علی کا غلام ہوں

آپ کے دو خطوں کا جواب بہ سبیل ایجاز لکھا جاتا ہے : دہائی خدا کی ! مجھے ولایت کی اپیل کی تاب نہیں ۔ نہ تم اپیلانٹ بنو ، نہ مجھے رسپانڈنٹ بناؤ ۔ لکھ بھیجو کہ ''صبح بہار'' کی عبارت فارسی ہے یا اردو ، اور ماکتب فیہ اس کا کیا ہے ۔

نجات کا طالب غالب

چہار[1] شنبہ ہفتم ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ

[۳ مئی ۱۸۶۵ع]

۱۔ تقویم میں چہار شنبہ ۷ ذی حجہ ۱۲۸۱ھ ، ۳ مئی ۱۸۶۵ع کے مطابق ہے ۔ ہِذق انجم ''اپریل ۱۸۸۳ع'' لکھتے ہیں ۔

[۲۸] به نام میر ولایت علی (۱)

.......[۲] شفیق و مکرم میر ولایت علی صاحب کو خدائے جہاں آفرین ..... [تندر[۲]ست رکھے - از روئے اودھ اخبار لکھنئو بوستان خیال کا ترجمہ مسمی بہ پرستان [خیال] آپ کے مطبع میں آمادہ انطباع بلکہ دو جلدوں کا منطبع ہو جانا اور دونوں نسخوں کا بہ قیمت ایک [۳]روپیہ کے بہ شرط ارسال محصول ڈاک ہاتھ آنا معلوم [ہوا] ۳ ٹکٹ ..... مالیت دو روپے کے بھیجتا ہوں ، پونے دو روپے قیمت کے اور چار آنے از روئے قیاس محصول کے .... (کذا) فقیر کو آج یہ حال معلوم ہوا ، آج ہی خط مع محصول روانہ کیا - آپ سے مستدعی بلکہ متقاضی ہوں کہ اسی طرح آپ بھی عجلت کو کام فرمائیے اور جس دن میرا خط پہنچے اس کے دوسرے دن پارسل روانہ کیجیے - صورتِ تعجیل میں شکر گزار اور صورتِ توقف میں گلہ سنج رہوں گا -

۸ ذی قعدہ[۴] [۱۲۸۱ھ]
[۴ اپریل ۱۸۶۵ع]
[مُہر : محمد اسد اللہ خاں ۱۲۳۸ھ]

۱- میر ولایت علی صاحب مطبع عظیم المطابع ، عظیم آباد کے مہتمم اور صفیر کے اعزا میں تھے - بوستان خیال کا ترجمہ اسی پریس سے چھپا تھا - غالب کے دو خط اسی سلسلے میں ان کے نام محفوظ ہیں - یہ پہلا خط ''انشائے سبد گل'' مرتبہ صفیر سے جناب مشفق خواجہ نے نقل کیا ہے - دیکھیے صحیفہ غالب نمبر ۳ ، لاہور - ابھی تک یہ خط کسی مجموعے میں شایع نہیں ہوا -

۲- جہاں جہاں نقطے ہیں وہاں کی عبارت کرم خوردہ ہے -

۳- ایک روپیہ اصل میں رقمی ہندسوں میں ہے -

۴- انشائے سبد گل میں صرف ''۸ ذی قعدہ'' اور مہر ہے - ۸ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ مطابق ہے ۴ اپریل ۱۸۶۵ع یوم سہ شنبہ کے -

[۲۹] ایضاً (۲)

[1]جناب میر ولایت علی صاحب! واسطے اپنے جد کے میری تقصیر معاف کیجیے، اور حقیقت میں میرا گناہ نہیں:

[2]پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

ستر برس کی عمر، حافظہ معدوم[3]، نسیان مستولی۔ کل آپ کو خط لکھا، لفافہ کرتے وقت ٹکٹ لپیٹنی بھول گیا۔ آج جو بکس کھولا تو ٹکٹ بکس میں پائی۔ ذلیل و خوار و خجل و شرمسار آج لفافۂ جدید میں ملفوف کرکے بھیجتا ہوں، خدا کرے پہنچ جائیں۔

غالب[4] یکرنگ ۹ ذی قعدہ [۱۲۸۱ھ]

۱۔ یہ خط اب تک فیض صفیر کے حوالے سے چھپتا رہا ہے، دیکھیے زمانہ کان پور، مئی و جون ۱۹۴۹ع۔ آثار غالب صفحہ ۶ مشمولہ غالب نمبر علی گڑھ میگزین۔ خطوط غالب مہر، صفحہ ۶۱۲۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۲۔ صفیر کی کتاب انشائے سبد گل میں یہ خط سب سے پہلے شامل ہوا۔ زیر نظر متن اسی پر مبنی ہے۔ ''فیض صفیر'' میں صفیر نے کچھ اضافہ کیا، مثلاً ''جناب میر ولایت علی صاحب مہتمم مطبع عظیم المطابع عظیم آباد'' اور ''کل آپ کو بہ طلب ترجمۂ بوستان خیال مترجمہ صفیر بلگرامی خط لکھا'' اور ''خدا کرے کتاب وہاں سے پہلے روانہ ہو اور یہ لفافہ وہاں بعد پہنچے۔''

۲۔ مخزن الاسرار میں پہلا مصرع ہے: ''عیب جوانی نہ پذیرفتہ اند'' قاضی عبدالودود۔

۳۔ فیض صفیر میں ''حافظہ معلوم'' نیز اسی کتاب میں ٹکٹ کی تذکیر و تانیث کی سند میں ''لپیٹنی'' اور ''پائی'' کو ''لپیٹنے اور''پائے'' لکھا ہے۔ اور آخر میں ''نجات کا طالب غالب'' ہے۔ نیز ''۱۶ اپریل ۱۸۶۵ع'' کا اضافہ کیا ہے۔ انشائے سبد گل میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۳۲ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳۱)

"غالب یکرنگ ۹ ذی قعدہ" درج ہے لیکن مہر صاحب نے اسے
۵ اپریل کا مانا ہے جو صحیح ہے۔ اور شاید اسی خط کا لفافہ
خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے جس کا عنوان یہ ہے :
"در عظیم آباد پٹنہ ، بہ محلۂ کشمیری ،طبع عظیم المطابع موصول و
بخدمت جناب میر ولایت علی صاحب مہتمم مطبع مذکور زاد مجدہ
مقبول باد۔ پیڈ ضروری۔ جواب طلب" مہر : "غالب ۱۲۷۸ھ"
ایک مہر ہے : "٦ اپریل ٦٥ع دلہائی پی اے PATNA"

[۳۰] بہ نام غلام حسنین[1] قدر بلگرامی (۱)

بندہ پرور[2]!

آپ کے عنایت نامے کے آنے سے تین طرح کی خوشی مجھ کو حاصل ہوئی: ایک تو یہ کہ آپ نے مجھ کو یاد کیا، دوسرے آپ کی طرزِ عبارت مجھ کو پسند آئی، تیسرے یہ کہ آپ حضرت علامہ[3]

۱- غلام حسنین قدر بلگرامی جمادی الثانیہ ۱۲۴۹ھ/اکتوبر ۱۸۳۳ء قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خلف علی صاحب بن سید کرامت علی مقدس بزرگ تھے۔ قدر نے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، عنفوانِ شباب میں "کو آتھ" ضلع شاہ آباد (بہار) میں شادی ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد وطن واپس آئے اور پھر لکھنؤ پہنچے۔ یہاں علوم کی تکمیل ہوئی۔ امداد علی بحر اور فتح الدولہ برق سے قواعد فن شعر و سخن سیکھے اور شیخ اماں علی سحر لکھنؤی سے اردو شاعری میں شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ غالب سے فارسی شعرگوئی میں اصلاح لی۔

قدر، قادر الکلام شاعر اور فن پر محققانہ نظر رکھتے تھے۔ ان کی ادبی کتابوں میں علمِ عروض و قافیہ پر "قواعد العروض" اردو زبان میں سب سے بڑی کتاب مانی گئی ہے۔

قدر، پہلے ہردوئی کے ایک اسکول میں مدرس تھے، پھر کیننگ کالج لکھنؤ میں عربی و فارسی کے استاد مقرر ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء میں نظام دکن کے ساتھ کلکتہ سے حیدر آباد چلے گئے۔ نظام نے چار سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا، لیکن بیماری نے حملہ کیا اور لکھنؤ واپس آ کر ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۰۱ھ/ ۱۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کے دن انتقال کیا اور خدا بخش کی کربلا میں

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۳۴ پر)

عبدالجلیل اور (کذا) آزاد[1] مغفور کی یادگار ہیں اور میں ان کے حسن کلام کا معتقد ہوں۔ خواہش آپ کی کیا ممکن ہے کہ مقبول نہ ہو؟ جب مزاج میں آئے نظم و نثر بھیج دیں۔ میں دیکھ کر بھیج دیا کروں گا، اور آرائش گفتار یعنی حک و اصلاح میں دریغ نہ ہوگی[2]۔

بارہ برس کی عمر سے نظم و نثر میں کاغذ مانند اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کر رہا ہوں۔ باسٹھ برس کی عمر ہوئی، پچاس برس اس شیوے کی ورزش میں گزرے۔ اب جسم و جاں میں تاب و تواں نہیں۔ نثر فارسی لکھنی یک قلم موقوف، اردو، سو اس میں عبارت آرائی متروک، جو زبان پر آوے وہ قلم سے نکلے۔ پانو رکاب میں ہے اور ہاتھ باگ پر، کیا لکھوں اور کیا کروں[3]؟ یہ شعر اپنا پڑھا کرتا[4] ہوں:

عمر بھر دیکھا کیے[5] مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳۳)
دفن ہوئے (مرتضیٰ حسین بلگرامی، سید غلام حسنین قدر بلگرامی طبع ماہ نامہ 'آج کل' دہلی، اکتوبر ۱۹۶۳ء—تلامذۂ غالب، صفحہ ۲۴۸—کلیات قدر بلگرامی، طبع آگرہ ۱۳۰۸ھ، صفحہ ۷- ادبی خطوط غالب)۔

۲- مبارک علی صفحہ ۴۰۲، مہیش صفحہ ۱۷۷، مہر صفحہ ۵۳۹-

۱- خطوط غالب مہر اور اردوے معلیٰ مبارک میں صرف یہ ہے "آپ حضرت آزاد مغفور" اضافہ از مہیش—آزاد: عبدالجلیل بلگرامی- مؤلف تذکرہ ہائے خزانۂ عامرہ و سرو آزاد وغیرہ۔

۲- خطوط غالب مہر "دریغ نہ ہوگا"۔

۳- خطوط غالب مہر "کیا لکھوں اور کیا کہوں"۔

۴- مبارک و مہر "پڑھتا ہوں"۔

۵- مبارک و مہر "دیکھا کیا" مہیش "کیے" مرزا نے منشی نبی بخش حقیر کو بھی یہ شعر لکھا ہے اور "دیکھا کیا" کی جگہ "کیے" لکھا ہے۔

آپ ملاحظہ فرمائیں ہم اور آپ کس زمانے میں پیدا ہوئے ؟ اور کی فیض رسانی اور قدردانی کو کیا روئیں ، اپنی تکمیل ہی کی فرصت نہیں ۔ تباہیِ[1] ریاستِ اودھ نے ، با آنکہ بیگانۂ محض ہوں ، مجھ کو اور بھی افسردہ دل کر دیا، بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخت ناانصاف ہوں گے وہ اہلِ ہند جو افسردہ دل نہ ہوئے ہوں گے ۔ اللہ ہی اللہ ہے !

کل آپ کا خط آیا ، آج میں نے جواب لکھا تا کہ انتظارِ جواب میں آپ کو ملال نہ ہو ۔ والسلام مع الاکرام[2] ۔

از[3] اسد اللہ

نگاشتہ بست و سوم فروری ۱۸۵۷ع

[۳۱] ایضاً (۲)

حضرت[4] !

میں نے چاہا کہ حکم بجا لاؤں اور عبارت کو اصلاح دوں ، مگر میں کیا کروں ؟ آپ غور کریں کہ اصلاح کی جگہ کہاں ہے ؟ اگر بہ مثل آپ خود نظر ثانی میں کوئی لفظ بدلا چاہیں تو ہرگز جگہ نہ پائیں ۔ جس کاغذ پر اصلاح منظور ہوتی ہے ، تو بین‌السطور زیادہ چھوڑتے ہیں ۔ جب اس عبارت کو اور کاغذ پر نقل کروں ، تب جا کر حک و اصلاح کا طور بنے ۔ میرا کام اصلاحِ عبارت ہے ، نہ کتابت ۔

۱- فروری ۱۸۵۶ع کو کمپنی نے حضرت واجد علی شاہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کو معزول کر دیا تھا ۔

۲- مہیش اور مہر کے نسخوں میں "مع الکرام" چھپا ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ میں 'اسد اللہ' پہلے اور تاریخ بعد میں ہے ۔ مہیش و مہر میں تاریخ کے بعد نام ہے ۔

۴- مہیش پرشاد صفحہ ۱۷۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۴ ، مہر صاحب صفحہ ۵۳۹ ۔

'زردشت آتش کدہ' الخ زردشت کو آتش کدہ سے وہ نسبت نہیں ، جو ساقی کو مے خانے سے - زردشت باعتقاد مجوس پیغمبر تھا ، آتش کدہ کے پجاری کو موبد اور ہیربد کہتے ہیں -

'آب حرام اشتیاق' ، 'آب حرام' شراب کو محل مناسب پر کہیں تو کہیں ، ورنہ بادہ و رحیق و مے و راوق کی طرح اسم نہیں - ناچار 'شراب شوق' یا 'بادۂ شوق' لکھنا چاہیے - 'اشتیاق' سے 'شوق' بہتر ہے -

'ما ہم دوسہ جامگی علی التواتر زدہ بودم' - ما زدہ بودم' تمہارا دل اس ترکیب کو قبول کرتا ہے؟ 'من زدہ بودم' یا' ما زدہ بودیم' - اس سے علاوہ 'دو سہ جامگی' بکاف فارسی یعنی چہ ؟ 'جام' معلوم ، کاف تصغیر کا 'جامک' چاہیے - 'جامگ' کیا ؟ مگر یہ پیروی قتیل کی ہے کہ وہ ایرانیوں کی تقریر کے موافق تحریر بناتا ہے - ظہوری ، جلال ، ظہیر ، طاہر وحید ، کسی کے ہاں 'جام' کو 'جامک' نہیں لکھا - 'دو سہ جامگی' کی جگہ 'دو سہ ساغر' یا 'دو سہ قدح' لکھو -

'یا چناری گلستان بر باغبان است و تیہاری او بر قدردان' - میں اس فقرے کو نہیں سمجھا ، یعنی 'بر باغبان' کیا ہے ؟ 'تیہاری' کیا ہے ؟ 'تیمار' بہ معنی 'بیمار داری' و 'غم خواری' ہے - جب یہ لفظ خود افادۂ معنیِ مصدری کرتا ہے تو 'یاے مصدری' کیسی ؟

'تیرہ شبی با بسر آمد' - 'تیرہ شبیہا بسر آمد' ، خیر 'شبے بسر آمد' یعنی چہ ؟

'لیلاے دیدم کہ با ہزار طرۂ طرار' - طرہ ، زلف کو کہتے ہیں ، وہ دو ہوتی ہیں ، نہ کہ ہزار در ہزار -

'جامگی' مکرر دیکھا گیا - معلوم ہوا ، حضرت نے جو کہیں 'جامگی خوار' دیکھا ہے تو اس کو 'جام خوار' بہ معنی 'شراب خوار'

سمجھا ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ 'جامگی خوار' اُس نوکر کو کہتے ہیں کہ جس کی تنخواہ کچھ نہ ہو ، روٹی کپڑے پر اس سے کام لیتے ہوں ۔ نظامی ، نوکر حضرت خضر کے ، کتنا روزینۂ سخن پاتے ہیں جو خضر فرماتے ہیں :

کہ[1] اے جامگی خوار تدبیرِ من
ز جام سخن چاشنی گیرِ من

'در توبہ باز است و باب رحمت فراز' ۔ معنی اس کے یہ کہ توبہ کا در کھلا ہے اور دروازہ رحمت کا بند ہے ، 'فراز' اضداد میں سے نہیں ہے 'باز' کھلا ، 'فراز' بند ۔

'قدر زعفران زار را بوے گل کرد' ۔ اس کا لطف کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا ۔ 'قدر زعفران زار' کیا ؟ اور پھر اُس کو کس نے 'بوے گل' کر دیا ؟

'سکرر' کدام زبان است ؟ عربی یا فارسی ؟

'حسب لیاقت خود' کافی است ، 'خودم' چہ محل دارد ؟ مگر یہاں شیوۂ قتیل ۔ 'بندہ مجبورم' ، یہاں سکۂ قتیل ۔

صاحب بندہ ! تحریر میں اساتذہ کی تحریر کا تتبع کرو ، نہ مغل کے لہجے کا ۔ لہجے کا تتبع بھانڈوں کا کام ہے ، نہ دبیروں اور شاعروں کا ، ایسی[2] تقلید کو میرا سلام ۔ فقط زیادہ ، زیادہ ۔

جناب نوروز علی صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیاز عرض کیجیے گا ۔ کہیے گا کہ بیرنگ خط کا ایک آنہ دینا پڑے گا ۔ ہر مہینے میں آٹھ خط تک بلکہ سولہ خط تک میں نہ گھبراؤں گا ، بھیجیے ، رہا جواب کا لکھنا ، کاش آپ یہاں ہوتے اور میرا حال دیکھتے تو جانتے : ہر روز صبح کو قلعہ جانا ، دوپہر کو آنا ، بعد کھانا کھانے

۱۔ یہ شعر اردوے معلی طبع مبارک علی میں نہیں ہے ۔ مہر صاحب نے ''تو اے جامگی خوار'' اور سہیش نے ''کہ اے'' لکھا ہے ۔
۲۔ ''ایسی تقلید کو میرا سلام ۔ فقط'' مہر ندارد ۔

کے حضرت[1] کے مسودوں کو درست کرنا ۔ احباب کو خط لکھنے کی فرصت بہت کم ہاتھ آتی ہے ۔ والسلام ۔

[مارچ[2] ۱۸۵۷ء]

[۳۲] ایضاً (۳)

[سوال[3]] : یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

ناسخ : رہن رکھوا کر ترا عمامہ دلوا دوں شراب
زاہدا تجھ کو کروں مرہونِ احسان ، تو سہی

اس 'سہی' اور 'تو سہی' کا ترجمہ فارسی لغت میں کیا آیا ہے ؟ ۱۲
(قدر)

[جواب] : اسماء کے یا لغات کے واسطے یہ بات ہے کہ عربی میں یہ کہتے ہیں اور فارسی میں یہ اور ہندی میں یہ ۔ طرز گفتار ہندی کا[4] فارسی اور فارسی کا ہندی کبھی نہیں ہو سکتا ۔ مثلاً 'چوری کا گڑ میٹھا' ، اس کی فارسی نہ پوچھے گا ، مگر نادان ۔ 'سہی' اور 'تو سہی' کی فارسی کیوں کر بنے ؟ یہ روزمرۂ اردو ہے :

۱- یعنی بادشاہ دہلی ۔
۲- پہلا خط ۲۳ فروری کا ہے ، اس کے بعد قدر نے اپنا کلام بھیجا ہے ، غالب نے اس خط میں وجوہ اصلاح لکھے اس لیے یہ خط مارچ کا معلوم ہوتا ہے ۔
۳- مہیش صفحہ ۱۸۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۴ ، مہر صفحہ ۵۴۱ - اردوے معلیٰ ، دیوان اور خطوط غالب مہر میں ہے ''چھیڑ خوباں سے چلی جائے'' مہیش ''یار سے چھیڑ چلی جائے'' ۔
۴- ''طرز گفتار ہندی کی فارسی یا فارسی کی ہندی کبھی نہیں ہوسکتی ۔'' مہر صاحب نے طرز کو مذکر سے مؤنث کر دیا جو غالب کے استعمال میں تصرف ہے ۔

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اس مطلب کے مطابق فارسی عبارت یوں ہو سکتی ہے : ''وصل اگر نیست حسرت نیز عالمے دارد'' ۔

زاہدا تجھ کو کروں مرہونِ احساں ، تو سہی

ایک نوع کی تنبیہ ، ایک قسم کا دعویٰ ہے ۔ 'نا مرد باشم اگر فلاں کار نکنم' 'تا فلاں کار نکنم نیاسایم' ۔ اہل ہند کی فارسی اسی طرح خام اور نا تمام رہی کہ اصول میں انھوں نے فارسی کے قواعد کی تطبیق عربی سے چاہی اور اُردو کے خاص روزمرے کی فارسی بنایا کیے۔ ہندی میں ''کچھ نہیں'' کی جگہ ''خاک نہیں'' بولتے ہیں ۔ فارسی میں ''ہیچ نیست'' کی جگہ ''خاک نیست'' کبھی کوئی نہ کہے گا ۔ قتیل چاروں شانے چت گرا ہے :

کشتہ بر کشتہ تپاں بود دگر خاک نبود

یعنی ''ہیچ نبود'' لاحول و لا قوۃ !

ایک جگہ سے مجھ کو خط آیا ۔ چونکہ میں ''بلی ماراں'' کے محلے میں رہتا ہوں ، اس نے پتا لکھا کہ ''در محلہ گربہ کشاں'' ، واہ فارسی ! ۱۲

غالب :

مردم از من داستاں رانند و از دورانِ چرخ
گشت صرفِ طعمۂ زاغ و زغن عنقائے من

[۱۸۵۷ء[1]]

۱- غدر سے پہلے کا خط معلوم ہوتا ہے ۔

[۳۲] ایضاً (۴)

قدر[1] :

کاٹ کر غیروں کے[2] سر لائے جو میری نذر کو
ڈال دوں سونے کا آنڈو پاؤں میں جلاد کے

'آنڈو' بہ دال ہندی یا بہ دال عربی ؟ بھائی واللہ ! یہ لفظ کبھی میری زبان پر نہیں آیا - میں اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں - ہاں سنا ہے کہ فلانا سردار ایسا بہادر و ثابت قدم تھا کہ معرکۂ کارزار میں ہاتھی کے پانو میں 'آنڈو' ڈلوا دیے - ظاہرا کوئی چیز ہو گی کہ ہاتھی کو مانع رفتار ہو - اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بندِ خاص ہے - استعمال اس لفظ کا محل انعام میں نہ چاہیے - غالب - ۱۲

''آبستن'' و ''آبست'' کے باب میں یہ قول معترض کا غلط ہے کہ ''آبست'' کو بجائے ''آبستن'' سمجھتا ہے - ''آبست'' کوئی لفظ نہیں - ''آبستن اصل لفظ اور ''آبستنی'' مزیدٌ علیہ - یہ دونوں صحیح ، بلکہ آبستنی زیادہ فصیح - اگر معترض فیضی کو نہیں مانتا تو آپ معترض کو کیوں مانتے ہیں ؟ فیضی کی سند مقبول اور مسموع - ''ارمغان'' اور ''ارمغانی'' ''آبستن'' و ''آبستنی'' اے یہ تو فارسی لغت ہیں - فارسی گویوں نے ''حضور'' کو ''حضوری'' اور ''فضول'' کو ''فضولی'' اور ''نقصان'' کو ''نقصانی'' لکھا ہے -

آج تک سنا نہیں کہ 'رب کبریا' کسی نے لکھا ہو - ہاں ، 'کبریائے الٰہی' یعنی خدا کی بزرگی ، اس نظر پر 'ربِ کبیر' لکھیں گے ، نہ 'رب کبریا' - کبریا ، صفت واقعی ہے لیکن اگر صفت سے موصوف مراد رکھیں تو ممکن ہے ، جیسا کہ 'زید عدل' بجائے 'زید عادل' 'جناب کبریا' بجائے 'جناب الٰہی' جائز - ایک نکتہ دقیق ہے یعنی

۱- مہیش صفحہ ۱۸۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۰۳ ، مہر صفحہ ۵۳۲ -
۲- مہر کے مجموعے میں ''غیروں کا سر'' تحریر ہے -

مذہب حقہٴ امامیہ میں مجموع صفات عین ذات ہیں ۔ پس اگر ہم نے خدا کو محض قدرت یا محض عظمت کہا تو موافق ہدایت نبی اور ائمہ کے ہمارا قول درست ہے ۔

'حال' کی جگہ 'حالات' یا 'احوال' لکھنا قبیح نہیں ہے ، خصوصاً 'احوال' کہ یہ بہ معنی واحد مستعمل ہے اور یہ استعمال یہاں تک پہنچا ہے کہ 'احوال' بہ معنی جمع مستعمل نہیں ہوتا جیسے 'حور' کہ بہ معنی 'حوراء' کے ہے ، اہل فارس اس کو صیغہٴ واحد قرار دے کر الف نون کے ساتھ اس کی جمع لاتے ہیں ۔ سعدی کہتا ہے : [شعر]

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

بلکہ 'حور' کو 'حوری' کہہ کر جمع 'حوریان' لاتے ہیں ۔ حافظ لکھتا ہے : [شعر]

شکراً ایزد کہ میان من و او صلح فتاد
حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند

میں نے ایک مقطع میں 'حال' کی جگہ 'احوال' لکھا ہے :

جانِ غالب تاب گفتارے گماں داری ہنوز
سخت بے دردی کہ مے پرسی ز ما احوال ما

آخر مجھ کو اور فیضی کو معترض سے زیادہ اساتذۂ عجم کے کلام پر اطلاع ہے ۔ وہ 'آبستنی' کیوں لکھتا اور میں 'احوال' کیوں لکھتا ؟
صائب کی ایک غزل جس کا ایک مصرع یہ ہے :

ہر لحظہ دارم نیتے ، چوں قرعہٴ رمالہا

۱- یہ مصرع نسخہٴ مہیش میں ہے ، نسخہٴ مہر ندارد ۔

اس غزل میں امی نے ایک جگہ 'احوالہا' لکھا ہے -

داد[1] کا طالب غالب

"ملک مغرب بلدۂ دہلی ، کثرۂ رود گراں" یہ کیا لکھا کرتے ہو؟ شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے - محلہ غلط ، ملک زائد - ہندوستان میں دلی کو سب جانتے ہیں اور دلی میں مجھ کو سب پہچانتے ہیں -

انصاف[2] کا طالب غالب

[اپریل[3] ۱۸۵۷ء]

[۳۳] ایضاً (۵)

'تئیں[4]' کا لفظ متروک اور مردود ، قبیح ، غیر فصیح - یہ پنجاب کی بولی ہے - مجھے یاد ہے کہ میرے لڑکپن میں ایک اصیل ہمارے ہاں نوکر رہی تھی ، وہ [تئیں] بولتی تھی تو بی بیاں اور لونڈیاں سب اس پر ہنستی تھیں :

خروش رعد غراں می شود پا در رکاب از بیم
عنان بر سینہ چوں پیچد کُرنگ ِ برق جولانش

یہ شعر ناطق کا ہے اور ناطق قوم کا بلوچ ، سندھ کا رہنے والا ، اُس کا منطق کیا اور اُس کی زبان کیا ؟ پا در رکاب ہونا عبارت ہے سیر و سفر کے لیے آمادہ و مستعد ہونے سے ، خواہی منشاء عزیمت خوف ہو ، خواہی کوئی اور سبب -

---

۱- مہر : "داد کا طالب غالب" -
۲- مہر بجائے 'انصاف کا طالب' ، 'داد کا طالب' ہے -
۳- ایک اندازہ - مہیش صاحب نے مہینہ کا ذکر نہیں کیا ہے -
۴- مہیش صفحہ ۱۸۳ ، اردوئے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۲۱۶ ، مہر صفحہ ۴۴۴ -

'عنان بر سینہ پیچیدن' مہمل و محض مہمل ۔ نہ روزمرہ ، نہ محاورہ ، نہ اصطلاح ، نہ مفید معنی درنگ ، نہ مفید معنی شتاب ۔ غالب

'طیار' صیغہ مبالغہ کا ہے لغت عربی ۔ املا اس کی طائے حطی سے ۔ 'طیر' ثلاثی مجرد ، 'طائر' فاعل ، 'طیور' جمع ۔ باز داروں میں اس لفظ نے جنم لیا ۔ حقیقت بدل گئی ۔ طوے تے بن گئی یعنی جب کوئی شکاری جانور شکار کرنے لگا ، بازداروں نے بادشاہ سے عرض کی کہ فلاں باز ، "فلاں شکرہ ، 'طیار' شدہ است و صید مے گیرد ۔" بہ ہرحال اب تائے قرشت سے یہ لفظ نیا نکل آیا ۔ اس لفظ کو 'مستحدث اور در اصل آردو اور بہ تائے قرشت اور بہ معنی آمادہ ، اشخاص و اشیاء پر عام تصور کرنا چاہیے اور عبارت فارسی میں استعمال اس کا کبھی جائز نہ ہوگا ۔ غالب

فقیر کے نزدیک 'نقاب 'اور 'قلم' اور 'دہی' ترجمہ' جغرات ، یہ تینوں اسم مذکر ہیں ۔ منکر سے مجھے بحث نہیں ، مجیب کا میں احسان مند نہیں ۔ لغت فارسی ہو اور روزمرہ فارسی ہو تو اہل زبان کے کلام سے استناد کریں ۔ منطق فارسی میں تذکیر و تانیث کہاں ؟ پس اس امر کے مالک اور اہل زبان ہم ہیں اور یہ ہم صیغہ' متکلم مع الغیر ہے ، یعنی ہم اور تم اور مجموع شرفا اور شعرائے دہلی و لکھنئو ایسے دس آدمی کا اتفاق سند ہے ، زیادہ جھگڑا بے فائدہ ۔ غالب ۔ ۱۲

بنائیں قدر کی غزلیں جناب **غالب** نے
تمام جوہر تیغ زباں ابھر آئے

غزل کی زے یہاں ساکن ہے لیکن یہ سکون جائز ہے ۔ 'قدم' مفرد 'قدموں' جمع ہے ۔ غالب ۔ ۱۲

'کھو رہا ہوں'۔ متعدی ہے ، پوربئے اس کو لازمی جانتے ہیں ، لازمی 'کھو گیا ہوں'۔ ہم کہیں گے 'جاگتے ہیں' ، اہل پورب کہیں گے 'جگتے ہیں'۔ جان و دل ، دل و جگر یہ صحیح ، 'جان و جگر' ٹکسال باہر ۔ ۱۲

'فریاد' مؤنث ہے ، 'فریاد کرنی'[1] چاہیے ، 'فریاد کرنا' انگریزی بولی ہے - 'فکر' مؤنث ہے -

معشوق کو ہم زاد بنانا ، ظرفا کو اپنے اوپر ہنسانا ہے -

لراقمہ : [شعر]

اندیشۂ بلند روِ لامکاں نورد
چوں خواست بام جاہ ترا نردباں نہاد
دیدش ہماں بجا چو سپہر از فراز کوہ
بعد از ہزار پایہ کہ بر فرقداں نہاد

پہلے مصرعے میں 'اندیشہ' فاعل ہے 'خواست' کا ، جو مصرعِ ثانی میں [ہے[2]] - 'نہاد' بہ معنی مصدری ہے - دوسرے شعر میں 'دید' کا اور 'نہاد' کا فاعل وہی 'اندیشہ' ہے - اب ایک بات سمجھو کہ جب پہاڑ کے پاس سے آسمان کو دیکھو گے تو یہ معلوم ہو گا کہ اگر ہم پہاڑ پر چڑھ جائیں تو آسمان کو چھو لیں ، مگر جب چوٹی پر پہنچو گے تو آسمان کو اتنا ہی دور پاؤ گے جتنا زمین سے نظر آتا تھا - 'فرقداں' ایک صورت ہے یا ایک کوکب ہے آٹھویں آسمان پر - ہمارے قیاس میں آیا کہ فرقداں پر سے بامِ جاہِ ممدوح نظر آوے گا ، بہت قریب - ہم فرقداں پر گئے ، وہاں بھی قریب نہ پایا - فرقداں پر ہزار پائی رکھی ، اُس پر چڑھ کے دیکھا ، تو بامِ ممدوح میں اور اُس مقام میں اتنا ہی 'بعد ہے جتنا پہاڑ میں اور آسمان میں - یہ مبالغہ حد تبلیغ و غلو سے گزر گیا - ۱۲

۱- اردوے معلیٰ مبارک علی و خطوط غالب مہر : "فریاد کر لینی چاہیے ، فریاد کر لینا"- مہیش بحوالۂ رسالۂ اردوے معلیٰ کان پور کہتے ہیں "کرنی" صحیح ہے ، لیکن رسالۂ اردوے معلیٰ میں 'کرانی' چھپا ہے -

۲- اضافہ از مہیش -

'لگا دیتے ہو' اور' اٹھا دیتے ہو' خطاب جمع حاضر ہے اور تعظیماً مفرد پر آتا ہے یعنی تم - معشوق مجازی کو 'تم' اور 'تو' دونوں طرح یاد کرتے ہیں - خدا کو یا 'تو' کہتے ہیں یا صیغۂ جمع غائب : یعنی صیغہ جمع غائب کا ، نظر بہ قرینہ ، افادہ قضا و قدر کا رکھتا ہے - تمھاری غزل میں دو چار جگہ 'دیتے ہو' ، اس طرح آیا ہے کہ محبوبِ مجازی اس سے مراد کبھی نہیں ہو سکتا :

لا کے دنیا میں ہمیں زہر فنا دیتے ہو
ہائے اس بھول بُھلّیاں میں دغا دیتے ہو

کہو کس سے کہتے ہو ؟ سوائے قضا و قدر کے کوئی رنڈی ، کوئی لونڈا ، اس کا مخاطب نہیں ہو سکتا اور علیٰ ھذالقیاس دو ایک شعر اور بھی - ناچار صیغۂ جمع رکھ دیا تاکہ 'خوباں' اور 'بتاں' کی طرف ضمیر راجع ہو ، یا شخص واحد کی طرف 'آپ' کے لفظ کے ساتھ ، یا قضا و قدر کی طرف - اب خطاب معشوقانِ مجازی اور قضا و قدر میں مشترک رہا[1] - غالب ۱۲

[س] : 'بود' اور 'باشد' کہ دونوں صیغے مضارع کے ہیں ، بہ معنی 'ہست' آتے ہیں یا نہیں ؟ ۱۲ - قدر

[ج] : البتہ آتے ہیں ۱۲ - غالب

[س] : نظم و نثر میں ماضی مطلق کا ماضی استمراری کے معنی پر لکھنا کیسا ہے ؟ قدر

[ج] : بے جا ہے - جب تک علامتِ استمرار نہ ہو ، معنیِ استمراری کیوں کر لیے جائیں گے ؟ ۱۲ - غالب

۱- مطلب یہ ہے کہ ''ہو'' سے ''ہیں'' مناسب تر تھا اس لیے بدل دیا چنانچہ کلیات قدر صفحہ ۲۴۰ میں شعر یوں درج ہے :

لا کے دنیا میں ہمیں زہر فنا دیتے ہیں
ہائے اس بھول بھلّیاں میں دغا دیتے ہیں

[س] : فارسی میں مصدر مقتضب اور غیر مقتضب کی کیا شناخت ہے؟ ۱۲ - قدر

[ج] : خود عربی میں مصدر کی صفت مقتضب نہیں آئی ، فارسی میں کہاں سے ہوگی؟ مقتضب صفت بحر کی ہے ، نہ صفت مصدر کی ۔ ۱۲ - غالب

[س] : کس قسم کے مصدر لازمی سے متعدی بنتا ہے اور کس طور کے مصدر سے نہیں بنتا ہے؟ ۱۲ - قدر

[ج] : جب لازمی کو متعدی کرنا چاہیں تو مضارع میں سے مصدر بنائیں اور اس میں فقط الف نون یا الف نون اور تحتانی بڑھائیں ۔ مثلاً 'گشتن' کو 'گشتاندن' نہ لکھیں گے ، 'گردد' سے مصدر بنائیں گے ۔ 'گردیدن' اور اس کو 'گرداندن' اور 'گردانیدن' کہیں گے ۔ جس مصدر کے ساتھ مضارع نہ ہوگا ، وہ متعدی نہ بنے گا ۔ جیسے 'برشتن' اور 'خستن' - ۱۲ غالب

[س] : 'پناہ' کا ترجمہ لغت اردو میں کیا آیا ہے؟ قدر

[ج] : اردو مرکب ہے فارسی اور ہندی سے ، یعنی 'پناہ' کا لفظ مشترک ہے اردو میں اور فارسی میں ۔ پناہ کا ترجمہ اردو میں پوچھنا نادانی ہے ۔ ہاں 'پناہ' کی ہندی آسرا ہے - ۱۲ غالب

'بر نہ آنا' 'فصیح' نہ بر آنا' ٹکسال باہر ۔ قافیہ ہائے اصلی الفیہ سیکڑوں ہیں ، ان کو چھوڑ کر 'نسخہ' اور 'نامہ' اور 'افسانہ' ان الفاظ کو قافیہ کرنا تمہارے نزدیک نامناسب نہیں؟ ایسا قافیہ غزل بھر میں ایک جگہ لکھو - ۱۲ غالب

[۱۸۵۷ء[1]]

۱- پورا خط اصلاحی ہے ۔ غدر سے پہلے کی تحریر معلوم ہوتی ہے ۔

[۳۴] ایضاً (۶)

حضرت !

آپ کے[1] خط کا کاغذ باریک اور ایک طرف سے سراسر سیاہ۔ دوسری طرف اگر کچھ لکھا جائے تو میری تحریر ایک طرف، تم خود اپنی عبارت کو درست نہ پڑھ سکو گے، ناچار جداگانہ ورق پر سوالات کا جواب لکھتا ہوں۔

'رنگ' بوزن 'سنگ' ترجمۂ لون اور لفظ فارسی الاصل ہے۔ جب اس کو اردو میں منصرف یا بقول بعضے متصرف کریں گے تو نون کا تلفظ موہوم سا رہ جائے گا۔ 'رنگنا' بوزن 'چند جا' نہ کہیں گے بلکہ وہ لہجہ اور ہے، جیسا کہ اس مصرع میں :

ہم نے کپڑے رنگے ہیں شنگرفی

یہ صحیح ہے اور فصیح ہے :

ہم نے رنگے ہیں کپڑے شنگرفی

بہ اعلان نون گنواری بولی اور غیر صحیح اور قبیح ہے۔

'خرام' کو کون مؤنث بولے گا، مگر وہ کہ دعوائے فصاحت سے ہاتھ دھولے گا؟ 'رفتار' مؤنث اور 'خرام' مذکر ہے۔ 'رفتار کی تانیث کو 'خرام' کی تانیث کی سند ٹھہرانا قیاس مع الفارق ہے۔

حرف 'مسروری' جس کو 'ثنائی' بھی کہتے ہیں، موحدہ سے زائے معجمہ تک الف کی جگہ تحتانی بھی قبول کرتے ہیں۔ مولوی آل نبی سہارن پوری اور مولوی امام بخش دہلوی میں اس بات پر جھگڑا ہوا۔ مولوی امام بخش 'با' کو 'بے' کہنا جائز نہیں رکھتے تھے۔ آخر مولوی آل نبی نے ائمہ فن کلام کے کلام سے اس کا جواز ثابت کر دیا، مگر صرف از روئے تلفظ، اور اس کی اجازت کا کوئی قاعدۂ خاص

۱۔ مبارز علی صفحہ ۴۰۴، سہیش صفحہ ۱۸۶، مہر صفحہ ۵۴۷۔

اس کے واسطے نہیں - آردو میں طا کو طوے اور ظا کو ظوے کہتے ہیں اور باقی حروف کے آخر میں تحتانی بولتے ہیں - لسانِ عرب و عجم میں موحدہ سے زاے معجمہ تک اواخرِ حروف میں الف بھی لاتے ہیں اور تحتانی بھی - 'طا' 'ظا' کو 'طا' 'ظا' ہی کہیں گے ، نہ طوے ظوے ، نہ 'طے' 'ظے' - علیٰ ھذالقیاس حروفِ باقیہ -

راقم ، اسداللہ خاں

انوری :

بعہد جود تو دائم بیک شکم زاید
ز غایت کرم اندر کلام تو ''بے'' نیست
زمانہ صوت سوال و صداے 'آرے' را
باعتقاد تو صد جست نون مگر 'بے' را

[۱۸۵۷ع[1]]

[۳۵] ایضاً (۲)

حضرت !

کیا فرماتے[2] ہو ؟ 'ہوا بھی ہو' 'قضا بھی ہو' اس ردیف کے ساتھ قافیہ معمولی آنہیں سکتا - 'بے تابی ہو' 'مہتابی ہو' کیوں کر درست ہوگا ؟ وہاں موحدہ کے مابعد ہاے ہوز ہے ، یہاں موحدہ کے آگے[3]- 'چاپی' کہ باے فارسی اور یاے خطی [سے] ہے ، 'چاپی' اور 'کاپی' اور 'راپی' اور 'باپی[4]' یہ قافیہ ہم دگر ہوسکتے ہیں - 'چاپی' لغت انگریزی ہے ، اس زمانے میں اس اسم کا شعر میں لانا جائز ہے ، بلکہ

۱- کوئی قرینہ تعین تاریخ کے لیے موجود نہیں ہے ، مگر ایک قیاس و گمان یہی ہے -

۲- مبارک علی صفحہ ۴۰۹ ، مہیش صفحہ ۱۸۷ ، مہر صفحہ ۵۴۸ -

۳- مہر ''آگے نہیں'' مطلب بدل گیا - مہیش و اردو ندارد -

۴- شاید ''پاپی'' ہو -

مزا' دیتا ہے ، تار بجلی اور دخانی جہاز کے مضامین میں نے اپنے یاروں کو دیے ہیں ، اوروں نے بھی باندھے ہیں ۔ 'روبکاری' اور 'طلبی' اور 'فوجداری' اور 'سرشتہ داری 'خود یہ الفاظ میں نے باندھے ہیں ۔ 'چابی' بہ معنی کلید شوق سے لکھو ، نہ 'چابھی' ۔ ناسخ لکھتا ہے : 'سیم صاحب' کے آگے کے الفاظ بھول گیا ہوں ، آخر مصرع یہ ہے :

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مس کے[2]
ناز بے جا اٹھاؤں کس کس کے

الٰہی بخش خاں معروف لکھتے ہیں :

نگین دل سوا کھودے تو گھر نیلام ہو جائے

والسلام ۔ غالب[3]

صاحب ! تم نے مثنوی خوب لکھی ہے ۔ کہیں املا میں ، کہیں انشا میں ، جو اغلاط تھے دور کیے اور ہر اصلاح کی حقیقت اس کے تحت میں لکھ دی ۔ فکر تاریخ مثنوی سے مدة العمر معاف رہوں ۔ ۱۲

غالب

[۱۲۷۳ھ ۱۸۵۸ع[4]]

۱- نئے رجحانات اور بدلتی قدریں قبول کرنے کی طرف غالب کا یہ اقدام اُن کی ذہنی کشادگی پر روشنی ڈالتا ہے ۔

۲- دیوان ناسخ میں یہ شعر نہیں ملتا ۔

۳- مہر میں 'والسلام' اور 'غالب' آخر خط میں ہے ۔ میں نے متن کو مہیش کے مطابق کیا ہے ۔

۴- مہیش پرشاد کا اندازہ یا اضافہ ہے ۔

[۳۶] ایضاً (۸)

مشفق میرے!

میں بعد آپ[1] کے جانے کے دلی سے رام پور آیا اور یہاں میں نے آپ کا دوسرا خط پایا - پہلا خط مجھے دلی میں پہنچا تھا، مگر چونکہ اس خط میں آپ نے مسکن کا پتہ نہیں لکھا تھا، میں تحریر جواب میں قاصر رہا - اب جو یہ خط رام پور میں پہنچا، اس میں پتہ مرقوم تھا - میں پاسخ نگار ہوا - آپ کے مسودات ایک بکس میں تھے، وہ بکس وہیں رہا - اب جب تک دلی نہ جاؤں گا اُن کو نہ پاؤں گا - اور ایک آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ جب میں دلی تھا تو ایک خط میاں نوروز علی خاں کا تمھارے نام بہ نشان میرے مقام کے آیا تھا - چونکہ ان دنوں میں مجھ کو آپ کا مسکن معلوم نہ تھا، میں نے اس پر لکھ دیا کہ وہ بلگرام گئے - خدا جانے تمھارے پاس وہ خط پہنچا یا نہیں ؟

برخوردار میرزا عباس[2] کو دوبارہ تحریر کی حاجت نہیں - اگر

۱- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۴۰۵، مہیش صفحہ ۱۸۸، مہر صفحہ ۵۴۸ - مرزا محمد عسکری لکھتے ہیں کہ "قدر، غدر کے بعد پنجاب چلے گئے اور فوج میں میر منشی ہو گئے تھے مگر جی نہ لگا اور دلی چلے آئے اور مرزا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مسودات اور کلام کو اصلاح کے لیے پیش کیا اور کچھ دن وہاں رہ کر لکھنئو آئے۔" (ادبی خطوط غالب طبع انوار بک ڈپو، ایجوکیشنل پبلشرز کراچی ۱۹۶۲ع صفحہ ۲۸۰) اگر یہ صحیح ہے تو قدر ۱۸۵۹ع کے لگ بھگ پنجاب آئے اور جنوری ۱۸۶۰ع کو دہلی سے لکھنئو یا بلگرام روانہ ہوے کیونکہ غالب جنوری کی ۱۸ سے پہلے دہلی سے رام پوز روانہ ہوئے تھے -

۲- غالب نے صاحب عالم مارہروی کو لکھا ہے: "مرزا عباس میرا

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۵۱ پر)

وہ سعادت مند ہیں تو وہی ایک خط کافی ہے - اب آپ جو مجھ کو خط بھیجیے تو رام پور بھیجیے - پتا مقام کا کچھ ضرور نہیں - رام پور کا نام اور میرا نام کفایت کرتا ہے -

خوشنودی کا طالب، غالب
[جنوری[1] سنہ ۱۸۶۰ع]

[۳۷] ایضاً (۹)

سید[2] صاحب!

تمھارا مہربانی نامہ مع دو غزلوں کے پہنچا - جواب کے لکھنے میں اگر درنگ ہوئی تو آزردہ نہ ہونا - اب غزلوں کو دیکھا، کہیں حک و اصلاح کی حاجت نہ پائی - مدعاے خاص کا جواب یہ ہے کہ اجزاے خطابی یہاں شامل اسم نہیں ہیں، صرف اسم مبارک خطوط و عرائض پر لکھا جاتا ہے - رہا قصیدہ کا بھیجنا، زائد محض اور بے فائدہ - اگر میں یہاں رہتا اور تم بھی تکلیف رہروی اٹھاتے اور یہاں آتے اور قصیدہ گزرانتے تو بطریق صلہ کچھ ملنے کا احتمال تھا -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵۰)

بھانجا، فتنہ و فساد کے زمانے میں بلگرام میں رہا اور اب وہ فرخ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہے -" (عود ہندی، صفحہ ۱۶، طبع مجلس) یہ لکھنؤ میں رہتے تھے - غالب نے انھی کی فرمائش سے حضرت علی علیہ السلام کی دعاے صباح کا فارسی میں منظوم ترجمہ لکھا تھا - قدر بلگرامی کے کلیات میں عباس بیگ کی وفات ۱۸۷۹ع پر قطعہ تاریخ بھی موجود ہے -

۱- غالب، ۲۵ جنوری کو رام پور پہنچے تھے (دیکھیے دیباچہ مکاتیب غالب طبع ۱۹۴۹ع صفحہ ۹۵) -

۲- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۴۰۶، مہیش صفحہ ۱۸۹، مہر صفحہ ۵۴۹ -

یہ طرز کہ تم بھیجو اور میں گزرانوں ، اس سے قطع نظر کہ احتمال نفع بھی نہیں رکھتی ، یہ توسط میرے خلاف وضع ہے - مجھ کو معاف رکھیے اور اب جو خط بھیجیے ، دلی کو بھیجیےگا کہ میں اس مہینے میں آدھر کو جاؤں گا - رؤیت ہلال ماہ صیام اغلب ہے کہ دلی ہی میں ہو - والسلام مع الاکرام -

غالب

سہ شنبہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ عیسوی

[۳۸] ایضاً (۱۰)

سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے -

حضرت کشفی کے دیوان کے انطباع کی تاریخ اچھی ہے ، کہیں اصلاح کی حاجت نہیں ، مگر دوسری تاریخ میری سمجھ میں نہیں آئی - اس فن کے قاعدے کے موافق مصرع تاریخ میں سے 'تکلف' کے عدد نکالنے چاہییں ، یعنی پانسو تیس :

کلوخ انداز را پاداش سنگ است

اس مصرع کے اعداد میں اتنی گنجایش کہاں کہ پانسو تیس نکل جائیں اور ۱۲۷۸ بچ رہیں ؟

صاحب ! تم بہت دن سے بیکار ہو - ایک جگہ مساعدت روزگار کی صورت ہے ، تم بے تکلف میرا یہ رقعہ مہری لے کر لکھنئو چلے جاؤ - 'مطبع اودھ اخبار' میں میرے شفیق دلی یعنی منشی نول کشور صاحب سے ملو اور یہ رقعہ ان کو پڑھوا دو - اپنی نظم و نثر آن کو دکھاؤ اور اپنا مبلغ علم آن پر ظاہر کرو - اگر وہ اپنی مرضی

۱- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۸۹ ، مہر صفحہ ۵۴۹ -

کے موافق تم کو کار گزار سمجھیں گے ، تو مطبع کا کام تمھارے سپرد کر دیں گے ۔ مشاہرہ خاطر خواہ تم کو مقرر ہو جائے گا ، معزز و مکرم رہو گے ، زندگی کا لطف اٹھاؤ گے ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جلد چلے جاؤ ، لکھنؤ تم سے نزدیک ہے ، اتنی راہ کا قطع کرنا کچھ دشوار نہیں ۔ اگر نوکر نہ ہو جاؤ گے ، پھر چلے آنا ، بخت آزمائی ہے ۔

[۱۲۸۷ھ[1] — ۱۸۶۱ع]

[۳۸] ایضاً (۱۱)

بندہ پرور !

آپ کا[2] خط لکھنؤ سے آیا ، حالات معلوم ہوئے ۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا کام آپ کے سپرد ہوا ہے ؟ یہ بھی لکھیے ۔ چند روز صبر کرو ، اگر وطن میں ہوتے تو اس بیکاری میں گھر کی خبر کیا لیتے ؟ جس طرح جب گزرتی ، اب بھی گزر جائے گی ۔ بلکہ تمھارا خرچ کم ہو گیا ہے ۔ بہ ہر حال ابھی اضافہ کے واسطے نہ تم کہو ، نہ میں لکھوں ۔ دو چار مہینے کام کرو ، اس میں[3] اگر بلگرام میں چھاپہ خانہ جاری ہو گیا تو استعفا دے کر چلے جائیو ۔ یہاں بعد چند روز کے اضافہ ہونا بھی تو حیزِ امکان سے باہر نہیں ۔

[۱۸۶۱ع[4]]

۱- مصرع تاریخ اور اعداد سے اندازہ لگایا گیا ہے ۔

۲- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۱۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۹۰ ، مہر صفحہ ۵۵۰ ۔

۳- مہر صاحب نے 'اس' کے بعد 'اثنا' کا اضافہ کیا جو خطوط غالب طبع اول میں بین القوسین تھا ۔ طبع دوم و سوم میں قوسین اڑ گئیں اور اصل خط کی عبارت یہ ہوئی : ''اس اثنا میں اگر بلگرام''۔

۴- خط سابق کی روشنی میں یہی سنہ قرار پاتا ہے ۔

[۳۹] ایضاً (۱۳)

سید صاحب سعادت و اقبال نشان میر غلام حسین صاحب کو غالب کی دعا پہنچے -

آپ کا خط آیا اور میں نے اس کا جواب بھجوایا - اس رقعہ کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ جناب منشی صاحب سے میرا سلام کہیے اور یہ رقعہ ان کو پڑھا کر عرض کیجیے کہ غالب پوچھتا ہے کہ فارسی کی کلیات کا چھاپا ملتوی ہے یا جاری ہے؟ ملتوی ہے تو کب تک کھلے گا؟ جاری ہے تو تصحیح کس طور پر ہے؟ قصیدہ اور تاریخ کلیات کا مطبع میں پتا لگا ہے یا نہیں؟ اگر وہ دونوں کاغذ گم ہوگئے ہوں تو مثنیٰ بھیج دوں؟

یوسف مرزا صاحب بذریعہ میرے خط کے آپ سے مل گئے یا نہیں؟ 'قاطع برہان' کے اجزا کی جلدیں بندھ گئی ہیں یا نہیں؟ اگر بندھ گئی ہوں تو جناب منشی صاحب سے کہہ کر وہ جو پچاس جلدیں میں نے لی ہیں، اُن میں سے ایک جلد لے کر جناب فیض مآب خداوند نعمت آیۂ رحمت قبلہ و کعبہ جناب مجتہدالعصر[۲] کی خدمت میں حاضر ہو، اور میری طرف سے کورنش عرض کرو اور کتاب نذر کرو اور کہو کہ غلام نے بہت خون جگر کھا کر فارسی کی تحقیق کو اس پایے پر پہنچایا ہے کہ اُس سے بڑھ کر متصور نہیں - یہ مجال کہاں کہ داد کا طلب گار ہوں، صرف عزِ قبول کا امیدوار ہوں -

سمجھے سید صاحب؟ منشی صاحب سے چاروں سوالوں کا جواب اور جو قبلہ و کعبہ فرمائیں، اُس تقریر میں تغیر بالمرادف بھی نہ ہو - جو الفاظ حضرت کی زبان سے سنو، ہو بہو لکھ بھیجو -

---

۱- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۱۰۷، مہیش صفحہ ۱۹۱، مہر صفحہ ۵۵۰ -

۲- جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ مراد ہیں -

ہاں مولوی ہادی علی[1] صاحب کا جو حال معلوم ہو وہ بھی ضرور لکھنا اور اس خط کا جواب بہت جلد بھیجنا ۔ بھائی[2]! میں از راہ احتیاط ، تلف ہونے کے ڈر سے اس خط کو بیرنگ بھیجتا ہوں ۔

دو شنبہ پنجم ذی القعدہ و مئی سال رستاخیز [۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۶۲ع]

[۴۰] ایضاً (۱۳)

سید[3] صاحب !

آپ کا خط جس میں قبلہ و کعبہ کا مُہری و دستخطی توقیع ملفوف تھا ، پہنچا ۔ میں تم سے بہت راضی ہوا کہ تم نے تکلیف اُٹھائی اور میری نذر وہاں پہنچائی ۔ اب ایک اور تکلیف دیتا ہوں کہ جناب منشی صاحب سے میرا سلام کہہ کر اُن کے حکم سے ایک اور نسخہ 'قاطع برہان' کا مطبع میں سے لو اور مکان معلوم کر کے جناب مفتی میر عباس صاحب کے پاس[4] جاؤ اور میرا سلام کہو اور

۱- مولوی ہادی علی اشک ، خلف شیخ حسین علی ، شاگرد برق فارسی کے شاعر تھے ۔ فارسی کتابوں کی تصحیح میں ید طولیٰ رکھتے تھے ۔ مطبع محمدی اور نول کشور میں مصحح رہے ۔ بعض فارسی و عربی کتابوں پر حاشیے بھی لکھے ۔ ۱۸۸۱ع میں رحلت کی ۔ (خم خانۂ جاوید ، جلد اول : صفحہ ۳۱۳)۔

۲- مہر : ''بھائی صاحب از راہ احتیاط ۔''

۳- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۴۰۸ ، مہیش صفحہ ۱۹۱ ، مہر صفحہ ۵۵۱ ۔

۴- غالباً مفتی صاحب قبلہ لکھنؤ میں موجود نہ تھے اس لیے کتاب نہ دی جا سکی ، دیکھیے خط مابعد نیز مفتی صاحب کے ایک مکتوب مطبوعہ حواشی عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۵۰۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''قاطع برہان'' ۴ اگست ۱۸۶۲ع کو کان پور بھیجی گئی ۔

کتاب دو اور عرض کرو کہ جو خون جگر میں نے اس تالیف میں کھایا ہے ، یقین ہے کہ اس کی داد تمھارے سوا اور سے نہ پاؤں گا ۔

ہاں صاحب ! جناب منشی صاحب سے یہ کہہ دینا کہ پچاس میں سے تین جلدیں میں نے پائیں ۔ اب قیمت کا روپیہ بھیج کر سینتالیس اور منگائے لیتا ہوں ۔ کلیات کے انطباع کی تاریخ میں کیوں لکھوں ؟ اہل مطبع کو خدا منشی صاحب کے سایۂ عطوفت میں سلامت رکھے ، کہہ لیں گے ۔ چھاپا ۷۸ میں شروع ہوا ، ۷۹ میں تمام ہوگا ۔ مولوی ہادی علی صاحب کے مطبع میں آنے کا حال تم لکھو اور کلیات کے کاپی نگار کے آنے کا حال بھی معلوم کرکے لکھو ۔

جواب کا طالب غالب

۲۴ مئی ۱۸۶۲ع

[۱۴] ایضاً (۱۴)

سید صاحب !

آپ[1] نے خوب کیا کہ مفتی میر عباس صاحب کا ہدیہ غیر کو نہ دیا ۔ اپنے پاس امانت رکھیے ، جب مفتی صاحب آئیں آن کو پہنچا دیجیے ۔

تمھارا قصد یکم جون کو بلگرام جانے کا تھا ، وہاں کے [پنجار] میں کچھ سستی پائی جو فسخ عزیمت کیا ؟ اس کی کیفیت ضرور لکھیے ۔ اور جو کچھ تم نے سپارش کے باب میں لکھا ہے ، میں اس خواہش کو کیوں کر قبول کروں ؟ وہ شخص میرا شاگرد نہیں ، مرید نہیں ، صورت آشنا بھی تو نہیں ، کیوں کر لکھوں ؟ معہذا تمھارے واسطے میرا لکھنا مضر ہے ۔ یعنی وہ صاحب سمجھیں گے کہ حضرت نے

۱- اردوے معلی؛ طبع مبارک علی صفحہ ۳۰۹ ، مہیش صفحہ ۱۹۲ ، مہر صفحہ ۵۵۲ ۔

کچھ میری شکایت و حکایت لکھی ہو گی ، جب غالب نے مجھ کو یہ لکھا ہے ۔

اس وقت آپ کی وحشت انگیز تحریر پہنچی ۔ ادھر اس کو پڑھا اور ادھر یہ خط تمھیں اور ایک مرزا عباس کو اور ایک خط تہنیت کا منشی صاحب کو لکھا ۔ لیکن چونکہ بلادِ شرقیہ کو ڈاک نو دس بجے روانہ ہوتی ہے ، ناچار یہ تینوں خط بند کرکے تمھارا اور مرزا عباس کا خط بیرنگ اور منشی جی کا خط پیڈ رکھ چھوڑتا ہوں ۔ کل صبح کو بعد از طلوع آفتاب ڈاک میں بھجوا دوں گا ، خاطر جمع رکھو ۔ میں نے برخوردار کو ایسا کچھ لکھا ہوگا کہ مفید مطلب ہو گا ۔ انشاء اللہ العلی العظیم ۔

خوشنودیِ احباب کا طالب غالب
چہار شنبہ ۱۲ پر تین بجے
[۵ جون[1] ۱۸۶۲ع]

[۴۲] ایضاً (۱۵)

صاحب !

واللہ[2] ! سوائے اس خط کے تمھارا کوئی خط نہیں آیا ۔ کیسے چار خط تم نے بھیجے ؟ کیوں باتیں بناتے ہو ؟ یہاں بھی ٹکٹ پر تحریر کی ممانعت ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ طرفین سے خطوط بیرنگ بھیجے جائیں کہ یہ قصہ مٹ جائے ۔ برخوردار میرزا عباس کی بدلی کی خبر میں نے پہلے ہی سے سنی ہے ، مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں گئے ۔

۱- یہ تاریخ تقویم سے مطابق کر کے لکھی ہے ۔ یکم جون کو شنبہ تھا اور چہار شنبہ قریب ۵ جون کو واقع ہوا ۔

۲- اردوے معلی ، مبارک علی صفحہ ۴۱۰ ، مہیش صفحہ ۱۹۳ ، مہر صفحہ ۵۵۲ ۔

اب دریافت ہوا کہ تمھارے ہمسائے میں آئے ہیں - اب آن سے ملیے -
خدا آن کو مروت کی توفیق دے -

مطلع میں نام اپنا لکھنا رسم نہیں ہے - میر کا تخلص اور صورت رکھتا ہے 'میر جی' اور 'میر صاحب' کرکے وہ اپنے کو لکھ جاتا ہے اور کو اس بدعت کا تتبع نہ چاہیے -

غالب

[۱۸۶۲ع[۱] یہ بعد]

[۴۳] ایضاً (۱۶)

صاحب[۲] !

تم سے پہلے یہ پوچھا جاتا ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ میرزا عباس میری حقیقی بہن کا بیٹا ہے ، تو پھر میں میرزا کی اولاد کا نانا کیوں کر بنا ؟ میرزا کی بی‌بی میری بہو ہے ، بیٹی نہیں - تم نے جو لکھا ہے کہ میرے نواسے کی شادی ہے ، کیا سمجھ کے لکھا ؟ میں مرزا کی اولاد کا نانا کیوں کر بنا ؟ بھانجے کی اولاد پوتا پوتی ہے ، نہ نواسا نواسی - مجھ کو اس کی اولاد کا جد فاسد لکھنا ٹکسال باہر بات ہے -

خیر ، یہ تو ظرافت تھی ، تم یہ تو بتاؤ کہ میرزا لکھنؤ کیوں جاتا ہے ؟ اگر کچھ اسباب خریدنا تھا تو ایک معتمد کو بھیج دیا ہوتا ، بذات خود اس تکلیف بے جا کو گوارا کرنا کیا ضرور ؟ یہ بات جواب طلب ہے -

میرے آنے کی یہ صورت ہے کہ میرزا کی استدعا سے قطع نظر

۱- صرف ایک اندازہ ہے -

۲- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۲۱۳ ، مہیش صفحہ ۱۹۳ ، مہر صفحہ ۵۵۲ -

میرا دل بھی تو پتھر یا لوہے کا نہیں ، جو اپنے بچوں کو دیکھنے کو نہ چاہے ۔ ایک بہن ، اس کی مجموع اولاد وہاں ۔ میرا تو وہ خانہ باغ ہے ، بہار کے موسم میں باغ کی سیر کو کس[1] کا جی نہ چاہے گا ؟ بشرط صحت آؤں[2] گا ۔ انشاءاللہ ۔

صبح یکشنبہ ۳ رمضان ۲۲ فروری سال حال
[۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۳ع]

[۴۴] ایضاً (۱۷)

میر صاحب !

ماجرا[3] یہ ہے کہ میں ہمیشہ نواب گورنر جنرل بہادر کے دربار میں سیدھی صف میں دسواں لمبر اور سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت پاتا تھا ۔ غدر کے بعد پنسن جاری ہوگئی[4] لیکن دربار اور خلعت بند ۔ اب کے جو لارڈ صاحب یہاں آئے تو اہل دفتر نے بموجب حکم مجھ کو اطلاع دی کہ تمھارا دربار اور خلعت واگزاشت ہو گیا ۔ مگر دلی میں دربار نہیں ، انبالے آؤ گے تو دربار میں لمبر اور خلعت معمولی پاؤ گے ۔ میں نے خبر میں وجدان[5] کا مزا پایا اور انبالے نہ گیا ۔ رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب یہاں آئے ، دربار کیا ، میں دربار میں نہ گیا ۔ دربار کے بعد ایک دن بارہ بجے

۱- مہر ''کس کا'' ندارد ۔
۲- یہ سال مرزا غالب پر بہت بھاری گزرا ، بہت بیمار ہو گئے تھے ۔
۳- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ، مہیش صفحہ ۱۹۴ ، مہر صفحہ ۵۵۳ ۔
۴- اردو مہیش : ''جاری ہوگئی'' مہر صاحب : ''جاری ہوگیا''۔
۵- وجدان (بہ معنی پانا ، حاصل کرنا) کا یہ استعمال بھی عجیب ہے ۔

چپراسی آ کر مجھ کو بلا لے گیا - بہت عنایت فرمائی اور اپنی طرف سے خلعت عطا کیا -

آغاز دیوان کے شعر یعنی مطلع میں ہرگز حروف و الفاظ کی قید نہیں ہے - ہاں ردیف الف کی ، یہ امر قابل پرسش کے نہیں ، بدیہی ہے - دیکھ لو اور سمجھ لو - یہ جو دیوان مشہور ہیں ، حافظ و صائب و سلیم و کلیم - ان کے آغاز کی غزل کے مطلع دیکھو اور حروف و الفاظ کا مقابلہ کرو - کبھی ایک صورت ، ایک ترکیب ، ایک زمین ، ایک بحر نہ پاؤ گے ، چہ جائے اتحاد حروف و الفاظ - لا حول و لا قوۃ الا باللہ -

[مارچ[1] ۱۸۶۳ع]

[۴۵] ایضاً (۱۸)

صاحب !

میں برس[2] دن سے بیمار تھا - ایک پھوڑا اچھا ہوا ، دوسرا پیدا ہوا - اب فی الحال دونوں پانوں ہاتھوں میں نو پھوڑے ہیں - دونوں پانوں پر دو پھوڑے پنڈلی کی ہڈی پر ایسے ہیں کہ جن کا عمق ہڈی تک ہے - انھوں نے مجھ کو بٹھا دیا ، اُٹھ نہیں سکتا - حاجتی دھری رہتی ہے ، پلنگ پر سے کھسل پڑا ، پھر پڑ رہا - روٹی بھی اسی طرح کھاتا ہوں -

---

۱- غالب نے منشی نول کشور کے نام خط میں لکھا ہے : ''۳ مارچ ۱۸۶۳ع حال کو اس گمنام گوشہ نشین کو یاد فرمایا اور از راہ بندہ پروری کمال عنایت سے خلعت عطا کیا -'' (حواشی عود ہندی صفحہ ۳۹۷) اسی فقرے سے مذکورۂ بالا خط کی تاریخ متعین کی گئی ہے -

۲- اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۲۱۴ ، مہیش صفحہ ۱۹۴ ، مہر صفحہ ۵۵۴ -

پاخانے کیا کہوں ، کیوں کر جاتا ہوں ؟ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں ۔ یہ سطور لیٹے لیٹے لکھے ہیں ۔ نیم مردہ ہوں ، قریب بمرگ ہوں ۔ افادہ و استفادہ و اصلاح کے خواس نہیں ۔ غزل رہنے دی ۔ یہ حال تم کو لکھ بھیجا ۔

نجات کا طالب غالب
شنبہ[1] ۲۲ اگست ۱۸۶۳ع

[۴۶] ایضاً (۱۹)

سید صاحب[2] !

تم نے جو خط میں برخوردار کامگار میرزا عباس بیگ خاں بہادر کی رعایت اور عنایت کا شکریہ ادا کیا ہے ، تم کیوں شکر گزار ہوتے ہو ؟ جو کچھ نیکی اور نکوئی اس اقبال نشان نے تمھارے ساتھ کی ہے ، وہ بعینہ میرے ساتھ کی ہے ۔ اس کا سپاس میں ادا کروں ۔ خدا کی قسم ! دل سے دعائیں دے رہا ہوں ۔ بھائی! اس کا جوہر طبع از روے فطرت شریف ہے ۔ پروردگار اس کو سلامت رکھے اور مدارج اعلیٰ کو پہنچائے ۔ یہ اپنے والدین کے خاندان کا فخر ہے اور چونکہ اس کی ماں کا اور میرا لہو اور گوشت اور ہڈی اور قوم اور ذات ایک ہے ، پس وہ فخر میری طرف بھی عائد ہوتا ہے ۔ وہ اپنے جی میں کہتا ہوگا کہ ماموں میری بیٹی کے بیاہ میں نہ آیا اور صرف زر سے جی چرایا ہے۔ میں تو زر کو خاک و خاکستر کے برابر بھی نہیں سمجھتا ، مگر کیا کروں کہ مجھ میں دم ہی نہ تھا ۔ کاش کے جب ایسا ہوتا ، جیسا کہ اب ہوں ،

۱۔ اردوے معلیٰ میں ''شنبہ ۲۳'' اور سہیش اور تقویم میں ''شنبہ ۲۲'' ہے لیکن مہر صاحب کے تینوں ایڈیشنوں میں ''سہ شنبہ ۲۳'' ہے ۔ اور چوتھے میں ''شنبہ ۲''۔

۲۔ اردوے معلیٰ ، مبارک علی صفحہ ۴۱۲ ، سہیش صفحہ ۱۹۵ ، مہر صفحہ ۵۵۴ ۔

تو سب سے پہلے پہنچتا - جی اس کے دیکھنے کو بہت چاہتا ہے ، دیکھوں اس کا دیکھنا کب میسر آتا ہے - میں اب اچھا ہوں - برس دن صاحبِ فراش رہا ہوں ، چھوٹے بڑے زخم بارہ اور ہر زخم خون چکاں ایک درجن پھائے لگ جاتے تھے - جسم میں جتنا لہو تھا ، پیپ ہو کر نکل گیا - تھوڑا سا جو جگر میں باقی ہے ، وہ کھا کر جیتا ہوں - کبھی کھاتا ہوں ، کبھی پیتا ہوں - مرض کے آثار میں سے اب بھی یہ نشان موجود ہے کہ دونوں پانو کی دو دو انگلیاں ٹیڑھی ہو گئی ہیں - معہذا متورم ہیں ، جوتا نہیں پہنا جاتا - ضعف کا تو بیان ہو ہی نہیں سکتا مگر ہاں یہ میرا شعر :

در کشا کشِ ضعفم نگسلد رواں از تن
ایں کہ من نمے میرم ہم ز ناتوانی ہاست

اب کے رجب یعنی ماہ آیندہ کی آٹھویں تاریخ سے سترواں برس شروع ہوگا :

چو ہفتاد آمد اعضا رفت از کار

پس اب شکوۂ ضعف نادانی ہے ، ایمان سلامت رہے -

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ، ۲۴ نومبر سنہ ۱۸۶۳ع

[۷۴] ایضاً (۲۰)

قرۃ العین میر غلام حسین سلمکم اللہ تعالیٰ !

تمھارا خط پہنچا ، دل خوش ہوا - مولوی نجف علی صاحب کی کیا تعریف کرتے ہو ، تم کچھ لکھو تو جانوں - واللہ ، اگر کبھی مولوی صاحب میرے گھر آئے ہوں یا میں نے ان کو دیکھا ہو ،

۱- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۴۱۴ ، مہیش صفحہ ۱۹۲ ، مہر صفحہ ۵۵۵ -

چہ جائے اختلاط و ارتباط ۔ صرف برعایت جانب حق چند کلمات انھوں نے لکھے ہیں ۔ تم میرے یار ہو اور میری خدمت گزاری کے حقوق ہیں تم پر ۔ مجھ کو مدد دو اور اپنی قوت علمی صرف کرو ۔ 'محرق قاطع برہان' میرے پاس موجود ہے ، مجھ سے منگواؤ ، میں ہر موقع پر خطا اور زلتِ مولف کا اشارہ کر دوں گا ۔ تم ہر فقرے کو بغور دیکھو اور بے ربطیِ الفاظ اور لغویتِ معانی کو میزانِ نظر میں تولو ۔ عامی نہیں ہو ، عالم ہو ۔ آخر مولوی نجف علی صاحب نے بھی تو اپنی قوتِ عاقلہ سے بے اعانتِ غیر 'محرق' کے جامع کی دھجیاں اڑائی ہیں ؟ تمھارے پاس دو نسخے ایک 'دافعِ ہذیان' ایک 'سوالاتِ عبدالکریم' مع استفتاء و افتاے دستخطی علماے دہلی موجود ہیں اور اب اُس کتاب کے ساتھ میرے اشاراتِ سودمند پہنچیں گے ۔ تم کو معارضہ بہت آسان ہو گا ۔ مدعی کا کلام در اصل لغو ، پھر تمھارے پاس سرمایۂ علمی موجود اور یہ تین نسخے معقول اُس پر مزید علیہ ۔ اُس پر[1] 'محرق' اور 'صاحبِ محرق' کا خاکہ اُڑ جائے گا ۔ میرے اس خط کے پہنچتے ہی جواب لکھیے اور اجازت بھیجیے کہ میں نسخۂ مطبوعۂ نا مطوعہ 'محرق' بسبیل ڈاک بھیج دوں ، مگر جس دن سے کہ کتاب پہنچ جبئے، اُسی دن سے آپ اُردو زبان میں رسالہ لکھنا شروع کیجیے اور ابعد اختتام مجھے اطلاع دیجیے ۔ پھر میں جیسا لکھوں ویسا عمل میں لائیے ۔

غالب اثنا عشری حیدری ۔

ہاں صاحب ! آغا محمد حسین ناخداے شیرازی کا خط مع اشعار آیا اور میں نے اُس کا جواب بھجوایا ۔ اب جو ڈھونڈا تو میرا مسودہ ہاتھ آیا مگر آغا کا خط نہ آیا ۔ اِس مسودہ کو صاف کرکے تمھارے

---

۱ مہیش پرشاد صاحب نے حاشیے میں ''مزید علیہ'' کے بعد ''اس پر'' کو زائد مانا ہے ۔

پاس بھیجتا ہوں ۔ آغا صاحب کا جب خط نکل آوے گا، وہ بھی بھجوا دیا جائے گا ۔

سعادت و اقبال نشان میرزا عباس بیگ خاں کو میری دعا کہنا اور یہ ورق اُن کو سراسر پڑھا دینا ۔

مسودہ شروع بر نظم قطعہ :

نخل بندِ حدیقۂ تحقیق
آبیار گل و نہال و گیاہ
ناخدائے سفینۂ معنی
آں محمد حسین والا جاہ

سوے من نا گرفت رو آورد
بسرم گل ز نامہ زد ناگاہ
رندی و راستی شعارِ من ست
مومنم ، لا الہ الا اللہ

بہ ستودن اگرچہ شادم کرد
من ہماں ناکسم ، سخن کوتاہ
من کہ می‌رنجم از نگہ کہ مرا
در نظر نیست غیر روز سیاہ

۱۔ یہ عبارت فارسی مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے حذف کر دی ہے ۔ لیکن اس سے ایک تو ''یہ ورق ان کو سراسر پڑھا دینا'' کا مطلب ناتمام رہتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ کلیات نثر طبع نول کشور میں اور اس متن میں کچھ اختلاف بھی ہیں ، اور پنج آہنگ کے مطالعہ و مقابلہ میں اس خط سے تحقیقی و تاریخی فائدہ بھی ہے ۔ لہٰذا میں نے اردوے معلیٰ طبع شیخ مبارک علی کے متن کو ناقص کرنے سے پہلو تہی کی ۔

ویژه ، در آرزوے دیدن اوست
کہ نگہ داشتم بہ دیدہ نگاہ

قلمرو مہر و وفا را داد پیشۂ داور ، آغائے نام آور کہ سخن در ستائش این تاہو[1] کش یاہو سراے[2] سرودہ است ، ہمانا خود را از روے انصاف بہ شیوۂ خستہ نوازی و درویش ستائی ستودہ است ۔ یاد آوری را قدر دانی آں گاہ پنداشتہ باشم کہ برخود گماں کمالی داشتہ باشم ، ازاں جا کہ از عز و جاہ بہرہ و از علم و ہنر نشان نہ درم ہرآئینہ ازاں[3] نگریزد کہ سپاس قدر افزائی بجائے آرم[4] ۔

نگارش خواجہ در بارۂ نکوئی'قاطع برہان' نامہ نگار را بہ شگفت زار افگند ، چہ این سوادِ نامقبول طبائع دانش مندان ہند افتادہ است و دعوی مرا مسلم نمی دارند و گفتار مرا نمی پسندند[5] ، وازاں میان یکی کہ در زور آزمائی و مردم گزائی شیر شرزہ[6] و مار گرزہ را ماند ، بے ہنری خیرہ سری[7] از پارسی نا آگہی و از تازی بے خبری ،

۱- تاہو : شراب[کہ آں را در عرف ہند ٹھرّا نامند ۔ فرہنگ غالب]
یہ معانی حاشیۂ نسخہ مبارک علی صاحب لاہور میں موجود ہیں اور بظاہر غالب کے خط کی نقل سے منقول ہیں ۔ جناب عرشی صاحب نے یہ معانی فرہنگ غالب میں نقل بھی کیے ہیں ۔ میں نے اس کتاب سے بھی مقابلہ کر لیا ہے ۔ (فاضل)

۲- یاہوسراے : فقیر [غالب]

۳- ازاں نہ گریزد : یعنی ازاں گزیر و چارہ نہ باشد [غالب]

۴- پنج آہنگ ، نول کشور :''بہ جا آورم ۔''

۵- پنج آہنگ : ''نمی پسند ۔''

۶- شرزہ : بہ شین و زاے مفتوح صفت شیر بہ معنی خشم گیں ۔
گرزہ : بہ وزن شرزہ ، قسمے از مار ۔

۷- پنج آہنگ : ''خیرہ سر ۔''

چشمش چناں فروگرفت کہ ہم چوں دیوانگاں کف بر لب آورد و
ازاں کف بدانساں کہ تگرگ از ابر بارد ، و یخچہ[1] چند فرو ریخت ،
خواجہ سنجیدہ باشد کہ چہ گفتم ، و ازیں گفتن چہ خواستم - فرومایہ
کتابی نوشت و دراں فروکاس[2] نامہ ، جامع برہان قاطع را کہ یکی از
عوام دکن ست بہ ہمہ دانی نام گرفت ، و غالب را کہ جز زباں دانی
فرزانگانِ پارس گناہی ندارد بہ زبان خامہ بیاد[3] دشنام گرفت -
مبالغہ نہ پندارند و چناں اندیشند کہ چون مخنثاں در ستیزہ کف
بر کف زنند - و از قوم ہنود سوقیاں در موسم ہولی بہ تلنگ دائرہ[4]
دف زنند ، چہ گویند ، ہاں گفت بلکہ لختے تا سزا تر ازاں گفت -
حیف کہ گیتی را بہ داوری گاہ چون امیر علی شیر محتسبی
و مانند مولوی جامی مفتیِ نیست ، تا ایں آدم پیکر دیوسار ،
باد افراہ[5] ، نکوہش بجا و کیفر نفریں ناروا یافتی ، ناچار بدیں مایہ
خوشنودی کہ ہرگاہ ہوشمنداں سخن داں آں نگارش بے آرش[6] را خواہند
نگریست ، باد بروت[7] آں شعر از شعیر نہ شناس موجب ریشخندی[8]
خواہد بود ، خود را تسلی دادم -

۱- یخچہ : مرادف تگرگ و ژالہ - اردوے معلیٰ میں ''سغچچہ'' چھپ گیا ہے -
۲- اردوے معلیٰ : فروکاش - صحیح ''فروکاس'' جیسا کہ پنج آہنگ میں ہے - مرادف فرومایہ -
۳- اردوے معلیٰ : ''بہ یاد'' پنج آہنگ : ''بباد'' -
۴- تلنگ دائرہ : بہ تاے مکسور و لام مفتوح [فرہنگ رشیدی ، بہ کسرتین] تال سری - [غالب]
۵- باد افراہ : سزائے کار بد - کفیر ، مثلہ [غالب] -
۶- آرش : بہ راے مکسور بمعنی مغنی - [غالب]
۷- اردوے معلیٰ میں ''باد برودت'' غلط - تصحیح از پنج آہنگ -
۸- ''ریشخند وی'' ، پنج آہنگ -

گلۂ دشمن پیشکش از دوست ہمہ آں ہمی خواہد کہ چوں رسم نامہ نگاری از ہر دو سوے بہ میاں آمد دیگر ایں سلسلہ از ہم نہ گسلد و آمد و رفت نفس آسا متواتر و متوالی ماند ، منشہاے یکدیگری مہر گرائے و مہر درمیانہ ہم جاوید پائے باد ۔

بندۂ علی ابن ابی طالب
اسد اللہ المتخلص بہ غالب
[جنوری[1] ۱۸۶۵ع]

[۴۸] ایضاً (۲۱)

سید صاحب[2] !

تم "قدر" اور نور چشم میرزا عباس "قدر دان"۔ خاطر جمع رکھو نوکری تمھاری ہو جائے گی ۔ صاحب[3] کی اور راجا[4] کی تعریف کے

۱۔ خط میں 'دافع ہذیان'، مولوی نجف علی متوفیٰ ۱۲۹۸ھ کا ذکر ہے۔ یہ رسالہ سنہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۶۵ - ۱۸۶۴ع میں اکمل المطابع دہلی سے چھپا تھا ۔ اس لیے یہ تحریر ۱۸۶۴ع یا ۱۸۶۵ع ہی کی ہو سکتی ہے ۔ غالب نے سیاح کو ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ع کو یہ رسالہ پارسل کیا تھا اور اس کے بعد یا کچھ قبل لکھا تھا کہ مولوی نجف علی مرشد آباد میں ہیں ۔'پنج آہنگ' میں تاریخ اور "بندۂ علی ابن ابی طالب اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب" موجود نہیں ہے ۔ مہر صاحب نے بھی سنہ نہیں لکھا ہے ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع مبارک علی صفحہ ۴۱۶ ، مہیش صفحہ ۱۹۷ ، مہر صفحہ ۵۵۶ ۔

۳۔ کلیات قدر بلگرامی صفحہ ۳۹ پر ولیم ہینڈ فورڈ ڈائرکٹر تعلیمات صوبہ اودھ کی مدح میں قصیدہ موجود ہے ۔

۴۔ کلیات قدر بلگرامی ، صفحہ ۶۴ کے قصیدہ بنام راجا مان سنگھ کی طرف اشارہ ہے ۔

قصیدے واقعی گلدستے ہیں ، مگر میرزا کی مدح[1] کے قصیدے کو گلدستہ نہ کہو ، یہ تو ایک باغ ہے سر سبز و شاداب ، جس میں گلبن ہزار در ہزار ، میوہ دار درخت بے شمار ، زمین سراسر سبزہ زار بہت حوض ، بہت نہریں ، مٹی نظر نہیں آتی ، سبزہ یا لہریں - فقیر غالب تمہارا خیر خواہ اور تمہارے ممدوح کا دعا گو ہے -

سنہ ۱۲۸۲ھ [۱۸٦۵ع[2]]

[۳۹] ایضاً (۲۲)

حضرت !

فقیر نے شعر[3] کہنے سے توبہ کی ہے ، اصلاح دینے سے توبہ کی ہے۔ شعر سننا تو ممکن ہی نہیں - بہرا ہوں ، شعر دیکھنے سے نفرت ہے - پچھتر[4] برس کی عمر ، پندرہ برس کی عمر سے شعر کہتا ہوں - ساٹھ برس بکا ، نہ مدح کا صلہ ملا ، نہ غزل کی داد - بقول انوری :

۱- دیکھیے قصیدہ کلیات قدر صفحہ ۵۰ - پھر انھیں قدر بلگرامی نے عباس بیگ کا قطعہٗ تاریخ وفات لکھا اور خوب لکھا ہے :

ماہ جمادی الاول و یکشنبہ و دہم
شب آفتابکے بہ زمیں بے فشرد وائے
یعنی بہ مرد ڈپٹی عباس بیگ خان
ہے ہے گلی بہ باغ امارت فسرد وائے
برخواند قدر ، مویہ تاریخ ہجریش
عباس بیگ خاں بہادر بہ مرد وائے

۱۲۹٦ھ
(کلیات قدر ، صفحہ ۳۵۲) -

۲- اردوے معلیٰ میں صرف ہجری سنہ ہے -

۳- اردوے معلیٰ مبارک علی صفحہ ۳۱۹ ، مہیش صفحہ ۱۹۸ ، مہر صفحہ ۵۵۷ -

۴- سیاح کے نام ۲۵ اگست ۱۸٦۷ع کو چوہتر برس کی عمر لکھتے ہیں-

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح
وے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

سب شعرا سے اور احباب سے متوقع ہوں کہ مجھے زمرۂ شعرا میں شمار نہ کریں اور اس فن میں مجھ سے کبھی پرسش نہ ہو۔

اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب و المخاطب بہ نجم الدولہ، خدایش بیامرزاد!

[۱۸۶۷ع[1]]

۱- غالب نے فروری ۱۸۶۷ع میں معذرت نامہ لکھا تھا جو اشرف الاخبار میں چھپا۔ دیکھیے خط بہ نام سیاح نمبر مسلسل ۱۹ نسخۂ ہذا۔ اس لیے مہیش صاحب کی تجویز کہ یہ خط ۱۸۶۸ع کا ہے، درست نہیں۔ مہر صاحب نے سنہ نہیں لکھا — خط میں ”پچھتر برس کی عمر“ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔

[۵۰] بنام جناب منشی محمد ابراہیم خلیل[1] (۱)

غالب[2] کمینہ ، بازاری ، فرومایہ کا سلام !

خط کی پشت پر جواب لکھنے سے غرض یہ ہے کہ جس عبارت پر ساٹھ[3] کا ہندسہ ہے ، اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ جس شخص کا سینکڑوں روپیہ مہینہ کا صرف ہو ، اس کو دو چار آنوں میں زیر باری کا لفظ لکھنا گالی دینے سے بدتر ہے ، یا کوئی دوکاندار فرومایہ کسی اپنے بھائی دوکاندار کو لکھے۔ بہرحال بموجب آپ کی رائے کے زیر بار نہیں ہوتا اور آپ کا مجموعۂ اشعار بیرنگ بھیجتا ہوں - ۱۲

عفو کا طالب غالب

جمعہ ۴ جنوری سنہ ۱۸۶۱ع

۱- منشی محمد ابراہیم خلیل و فوق آروی : کلیات نظم و نثر نورالانوار آرہ سے ۱۸۷۳ع/۱۲۹۰ھ میں چھپ چکا ہے جس میں غالب کا ایک خط بھی ہے - (تلامذۂ غالب)

۲- یہ خط پہلی مرتبہ ''انقلاب'' لاہور ۱۹۳۷ع میں ، پھر عابد رضا صاحب بیدار نے 'ماہ نو' کراچی ، فروری ۱۹۶۲ع میں اشاعت کے لیے بھیجا - ''ماہ نو'' سے ہم نقل کر رہے ہیں -

۳- عربی رقموں میں -

[۵۱] به نام شیخ لطیف احمد' بلگرامی (۱)

میاں لطیف!

مزاج شریف؟[۲] غالبِ گوشہ نشیں کی دعا ۔ تمھارا مسودہ آیا ۔ کم تر جگہ اصلاح کی پائی، روش تحریر بھی مجھے پسند آئی ۔ دل خوش ہوا، لیکن :

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہ کونین و مدیحِ کے و جم را

سید ابن حسن خاں صاحب وہاں موجود، میں یہاں محض وجود بےوجود ۔ وہ تو میرے نزدیک علامہ ہیں اور جوان ہیں، میں ان کے نزدیک ایک مشتِ استخواں ہوں، وہ بھی بوسیدہ اور ناتواں ۔ اگر خاں صاحب وارستہ مزاج ہیں تو سید غلام حسنین قدر سہی، وہ تو میرے قدردان بھی ہیں اور شاگرد بھی ہیں ۔ اگر کچھ بھی اپنے دل و دماغ میں قوت پاتا تو اپنی طبیعت کو آپ سے اصلا دریغ نہ کرتا ۔ کیا لکھوں اور کیا کہوں؟ نور آنکھوں سے جاتا رہا اور دل سے سرور ۔ ہاتھ میں رعشہ طاری ہے، کان سماعت سے عاری ہے :

عتاب عروساں در آمد بجوش
صراحی تہی گشت و ساقی خموش

۱- شیخ لطیف احمد بلگرامی : کفایت اللہ عثمانی کے فرزند تھے۔ عربی فارسی سے آشنا تھے اور لکھنؤ اور کان پور میں قیام رہا ۔ پہلے سرور، پھر غالب کے شاگرد ہوے ۔(تلامذۂ غالب، صفحہ ۲۵۱)
۲- یہ خط اردوے معلیٰ شائع کردہ مبارک علی کے آخری صفحے ۹ ۲۱ اور خطوط غالب مہر کے صفحہ ۶۰۰ پر ہے ۔

فخر ایجاد و تکوین مولانا فضل حق ایسا دوست مر جائے[1]، غالب نیم مردہ نیم جاں رہ جائے؟

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

اگر جوان ہوتا اور بیمار تو آپ سے دعاے خیریت چاہتا۔ اسّی برس کا بڈھا ہونے آیا ہوں، دعاے مغفرت کا امیدوار ہوں۔ شراب کمبخت اب بھی چھوٹتی نہیں، نماز کا اب بھی عادی ہوتا نہیں:

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

نجات کا طالب غالب

[۱۸۶۸ع[2]]

۱- فضل حق صاحب نے ۱۲۷۸ھ میں انتقال کیا۔

۲- غالب نے اکمل الاخبار کے شمارہ اکتوبر ۱۸۶۸ع میں اسی قسم کی ایک عبارت اشاعت کو بھیجی تھی۔ ملاحظہ ہو "تاریخِ صحافت" جلد دوم، حصہ اول، از امداد صابری، صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳ -

[۵۲] بہ نام مظہر علی مارہروی (۱)

اسد اللہ' بے گناہ جس کا تخلص غالب اور خود اہل ہند کا مغلوب ہے ، مہتممانِ اخبارِ بلادِ ہند سے عموماً عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر کا استغاثہ از روے اکمل الاخبار اپنے صحائف میں درج فرما کر ممنون فرمائیں :

استغاثۂ غالب !

کئی ہفتہ پہلے ایک خط لکھنؤ سے بسبیل ڈاک انگریزی بصیغۂ بیرنگ میرے نام آیا ۔ 'راقم عبداللہ رئیس و معافی دار' کہاں کا ۔ بہرحال محصول دے کر میں نے خط لیا اور پڑھا تو اس میں لکھا تھا : ''تو نماز کیوں نہیں پڑھا کرتا ؟ خبردار ! نماز پڑھا کر اور نماز نہ پڑھے گا تو بعد مرنے کے بھوت بن جائے گا'' ۔ کل پنج شنبہ کے دن ایک اور خط بیرنگ آیا ۔ سرنامہ پر یہ عبارت مرقوم : ''انشاء اللہ لفافہ ھذا درشہر دہلی رسیدہ بہ ملاحظۂ اقدس جناب مستطاب نواب اسد اللہ غالب مرسلہ باد ۔ مرسلہ مظہر علی از مارہرہ ضلع ایٹہ بیرنگ ۔ تاریخ ۲ رجب ۱۲۸۵ھ روانہ شد ۔''

مضمون بعینہ یہی کہ 'نماز پڑھا کر ورنہ مرنے کے بعد بھوت ہو جاؤ گے ، والسلام علیک ۔ نام ندارد فقط ۔ مرسلہ مظہر علی از مارہرہ ضلع ایٹہ بسرکار خود تمام ہوا ۔

اب فقیر مکتوب الیہ کہتا ہے کہ پہلے خط میں ، میں نے عبداللہ

۱- ''تاریخ صحافت''اردو جلد دوم کا پہلا حصہ طبع دہلی صفحہ ۲۳۲ ، ۲۳۳ پر امداد صابری صاحب نے یہ خط اکمل الاخبار دہلی کے شمارہ اکتوبر ۱۸۶۸ع سے نقل کیا ہے ۔ اب تک یہ خط کسی مجموعے میں شریک اشاعت نہیں ہوا ہے ۔ (فاضل)

کو اسم فرضی سمجھ لیا تھا مگر اب دوسرے خط میں اس توضیح سے کاتب کا اسم و مقام لکھا ہوا ہے ، تو کیوں کر شک و شبہہ باقی رہے - پس اب میں قہر درویش بر جان درویش پر عمل کر کے چپ ہو رہتا ہوں مگر یہ حافظ کا شعر جواب میں لکھتا ہوں :

من اگر نیکم و گر بد تو برو خود را باش
ہر کسے آں درود عاقبت کار کہ کشت

یہ دوسرے شخص صاحب بے نام و مقام ہیں - اخبار میں دیکھ کر سمجھ لیں گے - شاید وہ پہلے صاحب بھی کسی اخبار میں مشاہدہ فرما لیں -

[اکتوبر ۱۸۶۸ع]

---

[۵۳] بنام جلیل الدین حسین[1] ابو محمد شاہ فرزند علی (صوفی منیری) (۱)

زبدۂ[2] اولادِ حضرت خیرالانام ، قبلہ و کعبۂ مجموع[3] اہل اسلام حضرت پیر و مرشد عالی مقام کی خدمت میں فقیر غالب کی بندگی قبول ہو۔ اپنے ابوالاباء کے بوڑھے غلام کو آپ نے اتنا کیوں شرمایا کہ وہ بے چارہ شرم سے پانی پانی ہوا جاتا ہے۔ کافی تھا ان اشعار کا بھیج دینا اور حک و اصلاح کی اجازت دینی۔ میری مدح آپ کے غلاموں کو موجب ننگ و عار اور میرے آباء و اجداد کو ذریعۂ عز و افتخار۔ حکم بجا لایا ، دو ایک جگہ املا کی صورت بدلی گئی ، کہیں مصرع کی جگہ مصرع لکھا گیا۔ بے غائلہ تکلف و تملق ، آپ کا کلام معجز نظام ہے۔ لفظ عمدہ ، ترکیب اچھی ، معنی بلند۔

فقیر اپنا حال زار لکھتا ہے :

اکہتر برس کی عمر ، پاؤں سے اپاہج ، کانوں سے بہرا ، دن رات پڑا رہتا ہوں۔ دو سطریں لکھیں ، بدن تھرایا ، حرف سوجھنے سے رہا ؛ قوتیں ساقط ، حواس مختل ، غذا قلیل بلکہ اقل :

۱- صوفی منیری : ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ ۹ شوال ۱۲۵۹ھ جنوری ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ٦ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء میں وفات پائی۔ متعدد تالیفات کے علاوہ مثنوی 'لواءالحمد' بھی چھپ چکی ہے۔ اس کے قلمی نسخے پر غالب کی اصلاحیں ابھی محفوظ ہیں۔

۲- علی گڑھ میگزین غالب نمبر ، صفحہ ۹۸- غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۵۹ میں معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۲۰ء سے نقل کیا گیا ہے۔

۳- علی گڑھ میگزین اور غالب کی نادر تحریریں :''مجموعۂ اہل اسلام۔''

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

ایام شباب میں کہ بحر طبع روانی پر تھا ، جی میں آیا کہ غزواتِ صاحبِ ذوالفقار لکھنا چاہیے - حمد و نعت و منقبت و ساقی نامہ و مغنی نامہ لکھا گیا - داستان طرازی کی توفیق نہ پائی ، ناچار اس آٹھ نو سو شعر کو چھپوا لیا - اغلاط 'برہان قاطع' از روئے انصاف نکالے اور اس کا ایک رسالہ مرتب کیا - 'قاطع برہان' اس کا اسم اور 'درفش کاویانی' اس کا علم - ان دونوں رسالۂ نا مطبوع کا ایک پارسل میں اور حضرت کے بھیجے اوراق بھی اس پارسل میں اور یہ خط جداگانہ ڈاک میں بھجوا دیا ، اور توقع رکھتا ہوں کہ اس کی رسید روزِ ورود یا دوسرے دن لکھی جائے -

[۱۸۶۷ع[1]]

۱- مرزا نے خط میں اکہتر برس کی عمر بتائی ہے اس لیے ۱۲۸۳ھ کے قریب کی تحریر ہے ، خواہ ۱۸۶۷ع کے آخر اور ۱۸۶۸ع کے شروع میں ہو ، یا کچھ پہلے - خلیق انجم نے دسمبر ۱۸۶۸ع یا فروری ۱۸۶۹ع تجویز کیا ہے - غالباً وہ عمر کا حساب عیسوی سنہ سے لگاتے ہیں جو غالب کے زمانے میں اس حد تک رائج نہیں تھا - اُس زمانے میں مسلمان اپنی عمروں کا حساب ہجری تقویم سے لگاتے تھے -

[۵۴] بہ نام محمد نعیم الحق آزاد (۱)

پیر و مرشد !

کیا حکم ہوتا ہے؟ احمق بن کر چپ ہو رہوں یا جو از روے کشف یقینی مجھ پر حالی ہوا ہے ، وہ کہوں ؟

اول رجب میں نوازش[۲] نامہ آپ نے کب بھیجا ؟ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا ، یہ جواب بھیجا ۔ اگر روانہ ہوا ہوتا تو وہ بھی پہنچ گیا ہوتا ۔ یہ بہرحال محبت کی گرمیٔ ہنگامہ ہے ، یہ جملہ محض آرائشِ عنوانِ نامہ ہے :

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

پنشن داروں کا اجراے پنشن اور اہل شہر کی آبادیِ مسکن یہاں اس صورت پر نہیں ہے جیسی اور کہیں ہے ۔ اور جگہ سیاست ہی[۳] منجملۂ ضروریات ریاست ہے ، یہاں قہر الٰہی ہی منشاے تباہی ہے ۔

خاص میری پنشن کے باب میں گورنمنٹ سے رپورٹ طلب ہوئی ہے ۔ ابناے روزگار حیران ہیں ۔ یہ[۴] بھی ایک عجیب بات ہوئی

۱۔ رسالۂ اردو ، اورنگ آباد ، جنوری ۱۹۳۴ع ، صفحہ ۱۹۲ ۔ مہر صفحہ ۳۵۷ ۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۳۲ میں انورالدولہ شفق کے نام سے چھپتا رہا ہے ۔

۲۔ مہر : ''آپ نے نوازش نامہ کب بھیجا ۔''

۳۔ مہر :''سیاست ہے کہ''۔ نقوش خطوط نمبر صفحہ ۴۲۰ :''پنشن داروں کا اجرائے پنشن . . . . جگہ سیاست ہی کے منجملہ ۔''

۴۔ مہر : ''کہ یہ بھی'' ۔

ہے - رپورٹ کی روانگی کی دیر ہے ، چند روز اور بھی[1] قسمت کا پھیر ہے -

دلی علاقۂ لفٹنٹ گورنر سے انقطاع پا گئی اور احاطۂ پنجاب کے تحت حکومت آ گئی - رپورٹ یہاں سے لاہور اور لاہور سے کلکتے جائے گی اور اسی طرح پھیر کھا کر نوید حکم منظوری آئے گی -

فعل لازمی کو جب متعدی کیا چاہیے تو پہلے مضارع میں سے مصدر بنا لینا چاہیے۔ 'گشتن' مصدر اصلی 'گردد' مضارع ، 'گردیدن' مصدر مضارعی ، 'گرداندن' و 'گردانیدن' مصدر متعدی - موافق اس قاعدے کے 'کردن' کا متعدی 'کناندن' و 'کنانیدن' نہ[2] 'کراندن' ۔ 'کراندن' تو 'کرانے' کی فارسی ہے - جیسے 'چلنے' کی فارسی 'چلیدن[3]' اور یہ شوخی طبع و ظرافت ہے - نہ اس میں صحت ہے ، نہ لطافت ہے -'کراندن' غلط اور 'کنانیدن' صحیح - 'گشتن' کو 'گشتاندن' اور 'رستن' کو 'رستاندن' نہ کہیں گے بلکہ 'گردیدن' و 'روئیدن' بنا کر 'گرداندن' و 'رویاندن' لکھیں گے - بلغا کے کلام میں 'کردن' کا متعدی شاید کہیں نہ آیا ہو - اگر آیا ہو گا تو 'کنانیدن' آیا ہو گا ، 'کراندن' ٹکسال باہر ہے - ۱۲

تذکیر و تانیث کا دائرہ بہت وسیع ہے - ''دہی'' ، بعض کہتے ہیں : ''دہی اچھا'' بعض کہتے ہیں : ''دہی اچھی'' - ''قلم'' ، کوئی کہتا ہے : ''قلم ٹوٹ گیا'' کوئی کہتا ہے : ''قلم ٹوٹ گئی'' - فقیر ''دہی'' کو مذکر بولتا ہے اور ''قلم'' کو بھی مذکر جانتا ہے - علی ھذا القیاس ''شنگرف'' بھی مذبذب ہے ؛ کوئی مذکر اور کوئی

۱- نقوش خطوط نمبر : ''اور یہی قسمت کا پھیر -''

۲- مہر : ''نہ کہ -''

۳- مہر : ''چلیدن ہے -''

مؤنث کہتا ہے ، میں تو 'شنگرف' کو مونث کہوں گا ۔

خلاصہ یہ کہ اس ہیچمدان کے نزدیک 'کردن' کا متعدی 'کنانیدن' ہے اور 'شنگرف' مونث ۔ ۱۲

خداوند ! آئین بندہ پروری بھول نہ جاؤ ، گاہ گاہ نامہ و پیام بھیجتے رہو ۔ کیا میں یہ نہیں لکھ سکتا کہ میں نے اس عرصے میں دو خط بھیجے اور آپ نے ایک کا جواب نہیں لکھا ؟ ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج صبح کو آپ کا خط آیا؛ ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا ۔ سچ یوں ہے کہ ڈاک میں اکثر خطوط تلف ہوتے[1] ہیں ۔ بیرنگ پر ضائع ہونے کا گمان کم ہے ۔ اس دستور کا بادی اور بانی میں ہوتا ہوں ، یہ خط بیرنگ بھیجتا ہوں ۔ آپ بھی اب جب کبھی بہ فرض محال خط بھیجیے تو بیرنگ بھیجیے ۔ زیادہ حد ادب ۔ ۱۲

عرضداشت غالب

نگاشتۂ چہار شنبہ ، سیوم شعبان و نہم مارچ سال حال ۔ ۱۲

[۱۲۷۵ھ[2] - ۱۸۵۹ع]

۱- مہر : "ہو جاتے ہیں ۔"

۲- انجم صاحب نے خلاف تقویم ۱۸۵۸ع لکھا ہے ۔

[۵۵] به نام عبدالجمیل جنون بریلوی (۱)

مہ[1] شوال کو کیا دیکھے جنونِ غم گیں
خنجرِ ناز نہیں ابروے خم دار نہیں

پیر و مرشد ! ماہِ شوال کو خنجر و شمشیر سے کیا علاقہ ؟ ہلالِ رمضان دیکھ کر تلوار کو دیکھتے ہیں اور ہلالِ شوال دیکھ کر سبز کپڑا مشاہدہ کرتے ہیں - ۱۲

اشعار بہت ہیں ، انہیں[2] سے کسی شعر کو مقطع کر دیجیے -

غالب ۱۲

ہفتم فروری سنہ ۱۸۶۴ع

[۵۶] ایضاً (۲)

حضرت[3] ! غزل سراسر ہموار و ذوق انگیز ہے - ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا - ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا -

---

۱- یہ شعر لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔نقوش خطوط نمبر صفحہ ۵ - عکس تحریر اور مہیش صفحہ ۱۲۳ میں یہ مصرعے قلم زد نہیں ہیں - نقوش میں جن صاحب نے خط اصل سے نقل کیے ہیں ، غالباً خطوط غالب ترتیب مہیش صفحہ ۱۲۳ کے پیش نظر -

۲- ''ان میں سے'' لکھا ہے حالانکہ خط میں صاف ''انہیں'' لکھا ہے -

۳- نقوش ، خطوط نمبر ، عکس تحریر صفحہ ۶ - مہیش صفحہ ۱۲۳ - جمیل نے گیارہ شعر اصلاح کے لیے بھیجے ہیں - ان پر اصلاح کا تذکرہ ہے - غزل کے چند شعر ہیں :

دشمنی پر جب کہ ہم سے یار ہے
پھر بھلا کیا شکوۂ اغیار ہے

تیسرے شعر کا ایک لفظ بدلا ہے :

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۸۱ پر)

مومن خاں کے اس مصرع میں تردد کیا ہے :

• تم سے دشمن کی مبارک باد کیا ؟

'سے' بہ معنی 'از' نہیں ہے بلکہ بہ معنی مثل و مانند ہے ، یعنی "چوں تو دشمن اگر تہنیت دہد بر آں چہ اعتبار ۔"

وصل[1] کے وعدے سے ہو دل شاد کیا

تم سے دشمن کی مبارک باد کیا ؟

یعنی اگر تم نے کہا کہ لو مبارک ہو ۔ کل ہم آئیں گے یا تمھیں بلائیں گے ، ہم ایسے وعدے سے کیا خوش ہوں ۔ تم جیسے دشمن کے مبارک باد دینے سے کیا ہوتا ہے ۔

غالب ۔ ۱۲

۱۹ مارچ سنہ ۶۴[۱۸]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸۰)

دل لگا کر ، دل کہیں لگتا نہیں

عشق ہے یا رب ، کوئی آزار ہے

"ہے" کو کاٹ کر "کیا" بڑھایا :

عشق یا رب کیا کوئی آزار ہے

آٹھواں شعر تھا :

وصل کیا ، بوسہ نہیں ملتا ہمیں

عشق مزدوری نہیں بیگار ہے

مصرع بدل دیا :

بوسہ اُس لب سے کبھی ملتا نہیں

۱۔ مرتب خطوط نمبر نقوش نے اس لفظ کو قلابوں میں رکھا ہے ، گویا خط میں نہیں ، حالانکہ عکس تحریر میں صاف موجود اور پڑھا جاتا ہے ۔ لیکن آخر میں اٹھارہ سو کا اضافہ کیا ہے اور بغیر علامت اصل خط میں صرف "۶۴" ہے ۔ نہ سینکڑہ ہے نہ "ع"۔

[۵۷] ایضاً (۳)

حضرت سلامت!

میاں قدرت اللہ صاحب کا تردد بجا، ''پیش از صبح صادق'' نماز کیسی؟ کاتب اول کی خوبی اور نقل کرنے والوں کی غفلت ہے۔ اصل فقرہ یوں ہے:

''خود بدولت پیش از صبح صادق برخاستہ بعد بانگ صلوۃ با جماعتِ فضلا نماز صبح ادا کردہ بہ جھروکہ درشن تشریف می آوردند''۔ ۱۲

حضرات نے ''بنفس نفیس'' بڑھا دیا اور ''برخاستہ'' کو بجبر اٹھا دیا۔

صبح صادق سے پہلے، یعنی دو تین گھڑی رات رہے اٹھتے اور ضروریات سے فراغت کرتے، وضو کے مراسم بجا لاتے۔ جب موذن اذان دیتا، جماعت کی نماز پڑھتے۔''رفع حوائج ضروری'' کو ''برخاستہ'' کے بعد مقدر چھوڑ جانا بلاغت ہے۔ یعنی اس وقت کے افعال بول و براز ہیں، اُن کا ذکر مکروہ طبع ہے عموماً اور بہ نسبتِ بادشاہ سوء ادب ہے خصوصاً۔ اور یہ جو فقیر ''بنفس نفیس'' کو غلط کہتا ہے، یہاں ایک دقیقہ ہے: یعنی بہت کام ایسے ہیں کہ آدمی آپ بھی کر سکتا ہے اور خادم سے بھی لے سکتا ہے، مثلاً چلم پر آگ دھرنا یا پائخانے میں لوٹا لے جانا، اور بہت کام ایسے ہیں کہ ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرا نیابتاً نہیں کر سکتا، مثلاً حقہ پینا یا پائخانے جانا۔ سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ پس افعالِ مشترکہ میں''بہ نفس نفیس'' لکھ سکتے ہیں اور افعالِ مخصوصہ میں ''بنفس نفیس'' کی قید لغو اور پوچ اور مہمل ہے۔

میں کروں کیا؟ فی الحال دودمانِ معنی کا وہ حال ہے جو

۱۔ آج کل، اگست ۱۹۴۹ع، سہیش صفحہ ۱۲۴، مہر صفحہ ۵۲۲۔

ہندوستان کا غدر کے بعد ہوگیا ۔ جہلا جانتے نہیں ، علما اعتنا نہیں کرتے۔ چھاپے کو توقیع الٰہی سمجھے ہیں ۔ نسخۂ مطبوعہ میں غلطی کا احتمال جائز نہیں رکھتے ، کاپی نویس کے جرم میں مصنف بے چارہ ماخوذ ہوتا ہے - ۱۲

داد کا طالب غالب
۸' مئی ۱۸٦۴ع

[۵۸] ایضاً (۴)

'شنوائی'[۲] بفتحۂ نون ہے ، بہ سکون نون وکلائے عدالت کی بولی ہے - ۱۲

''گر خیال رونق'' الخ یہ شعر یہ معنی دیتا ہے کہ اگر تم اس میں آیا نہیں [چاہتے] تو اس کو کیوں ویران کرتے ہو ۔ کیا آدمی جہاں جا کر رہا چاہتا ہے ، پہلے اس گھر کو ویران کر لیتا ہے ؟ یہ محل استفسار و استفہام کا ہے ۔ یعنی تم نے جو خانۂ دل کو اجاڑ دیا ،کیا تم یہاں نہیں آیا چاہتے ؟

'ہم کناری'[۳] مرادف ہم آغوشی مسلّم ، لیکن مستعمل نہیں ۔ 'ہم کنار' بولتے ہیں ، 'ہم کناری' نہیں بولتے ۔ مقطع اور لکھو ۔
غالب - ۱۲

۱- مطابق یکم ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ یوم یک شنبہ ۔
۲- نقوش ، خطوط نمبر ، عکس تحریر، صفحہ ۲۰ ۔ نقل خط صفحہ ۴۷ ۔
مہیش ندارد ۔
شنوائی پر گفتگو کی بنیاد معلوم نہیں ۔ اس کے بعد کا شعر بھی نہیں ملا ۔ ''ہم کناری'' پر گفتگو اس شعر کی اصلاح سے متعلق ہے :

اے جنوں صبح سے اداس ہو تم
تھی مگر کس سے ہم کناری رات

شعر قلم زد کر دیا گیا ہے ۔

[۵۹] به نام میر حبیب اللہ خان[1] ذکا (۶)

بندہ پرور! پرسوں مولوی صاحب کا خط آیا ، ما کتب فیہ بہ سبیل نقل یہ . . . . (سادہ جگہ) 'آج مسودۂ[2] عرض داشت کا جو آپ نے مجھ کو بھیجا تھا ، پیش گاہ آقاے نامدار گزرانا ، اور اپنے نام کے خط کا بھی پیش کرنا مناسب جانا ۔ بعد ملاحظہ کے یوں ارشاد ہوا کہ ''قصیدہ اور عرض داشت کی تفتیش اور تلاش کی جاوے ، جو دارالانشاء میں ملے تو جواب لکھا جاوے ۔'' یقین ہے بعد گرد آوری کاغذات کے اگر عرض داشت مل گئی یا قصیدہ نکل گیا [؟آیا] تو جواب ملے گا ۔ ۱۰۲ ،

اب میں بقول صائب :

درماندۂ کار خودم ، حیران اطوار خودم
ہر لحظہ دارد نیستی چو قرعہ' رمال ہا

یوں سمجھا ہوا تھا کہ نو لفافے جو علی التواتر یکے بعد دیگرے ارسال ہوئے ہیں ، متواتر دارالانشا میں پہنچے اور منشی نے چاک کرکے

۱- حبیب اللہ خاں کے نام یہ خط 'عود ہندی' و 'اُردوے معلیٰ' اور خطوط غالب مہیش و مہر میں موجود نہیں ۔ مبارز الدین رفعت نے دیوان صائب قلمی نسخہ مملوکہ' مرزا حسین علی خاں مرحوم شعبہ' انگریزی جامعہ' عثمانیہ سے نقل کرکے 'نگار' اپریل ۱۹۵۹ع میں شائع کیا تھا ۔ مزید خطوط کے لیے دیکھیے عود ہندی حصہ' اول ۔ (مرتضیٰ حسین فاضل)

۲- غالب نے نواب شمس الامراء مختار الملک میر تراب علی خاں کے نام ایک قصیدہ بھیجا تھا (دیکھیے کلیات جلد دوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۳۶۱) ۔

پھینک دیے ہوں۔ مانا کہ یوں ہی ہوا۔ بشرطِ التفاتِ مولانا میرا مطلب اس صورت میں بھی فوت نہیں ہوتا ، یعنی مولوی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ جو نذر اس کی میری معرفت گزری ہے ، اس کے قبول ہونے کی عـز اطلاع میں وہی لکھا جائے جو قصیدہ و عرضداشت کے گزرنے کے بعد لکھاجاتا۔ مولوی مؤیدالدین صاحب جو حضرت کے مقرب اور اس حضرت میں میرے مقرب ہیں ، بہ کلمۂ موجز کہہ سکتے ہیں ۔ مگر میں ان سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا وہ نو کاغذ دفتر سے نکل کر پیش ہوئے یا نہیں؟ ۱۲

آگے اس سے جس دن دیوان کا پارسل اور خط مولانا کو بھیجا ہے، اس کے دوسرے دن ایک پارسل اور ایک خط آپ کو میں نے بھیجا ہے ۔ آج تک اس پارسل کی رسید میں نے نہیں پائی ۔ سخت مشوش ہوں ۔ اگر وہ پارسل پہنچ گیا ہے تو اس کی رسید لکھیے اور اگر نہیں پہنچا تو وہاں کے ڈاک گھر میں دریافت کیجیے اور میرے اس خط کا جواب لکھیے۔

نجات کا طالب غالب - ۱۲

ہاں خوب یاد آیا ؛ وہ قصیدہ بھی اس کلیات میں مطبوع ہو گیا ہے[1] - صفحہ ۳۶۶ سطر ۱۲ - دفتر سے قصیدے کا کاغذ نکلنے کی صورت میں بھی قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزر سکتا ہے ۔

والسلام مع الاکرام

[دسمبر[2] ۱۸۶۳ع]

۱- اس قصیدے کا مطلع ہے :

در مدح سخن چساں نہ گویم
شرطست کہ داستاں نہ گویم

(دیکھیے کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، جلد دوم ، صفحہ ۳۶۱)۔ یہ قصیدہ غالباً ۱۸۶۱ع میں لکھا ہے ۔

۲- کلیات کا پہلا ایڈیشن ستمبر کے بعد مرزا صاحب کو ملا ہے اس لیے یہ خط دسمبر ۱۸۶۳ع یا اس کے بعد کا قرار پاتا ہے ۔

[۶۰] بنام' منشی سخاوت حسین (۱)

مشفقی'، مکرمی ، منشی سخاوت حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ !
سبحان اللہ ! آپ کے خط کا جواب نہ لکھوں ؟ اپنے کو نفرین کروں ، اگر شتاب نہ لکھوں ۔ اس وقت ڈاک کے ہرکارے نے تمھارا خط دیا ۔ ادھر پڑھا اُدھر جواب لکھنے کا قصد کیا ۔ میں ایک شخص گوشہ نشین ، فلک زدہ ، اندوہ گیں ، نہ اہل دنیا نہ اہل دین ۔ مجھ سے نکمے آدمی کا جو کوئی مشتاق ہو ، اس کے خط کا جواب لکھنا کیوں مجھ پر شاق ہو ۔ ظاہرا تم خود مجمع حسن اخلاق ہو ورنہ کیوں تم کو میرا اس قدر اشتیاق ہو ۔ ہاں ، ایک بری بھلی شاعری ، اس کا حال یہ ہے کہ آگے جو کچھ کہا سو کہا ۔ اب شاعر بھی نہیں رہا ۔ بہرحال تمھاری فقیر نوازی کا شکر گزار اور طالب دیدار ہوں ۔

نجات کا طالب غالب

چاشت گاہ دوشنبہ ، ۴ فروری ۱۸۶۱ع

۱۔ سخاوت حسین مدہوش بدایونی سنہ ۱۸۲۰ع میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۱ع میں انتقال کیا ۔ معزز و خطاب یافتہ ، سیاسی و عوامی آدمی تھے ۔ غالب سے اتنا عشق تھا کہ اپنی بچی کو غالب کا شعر سنانے پر ایک اشرفی فی شعر انعام دیتے تھے ۔

۲۔ یہ خط "سراج سخن" فروری ۱۸۹۴ع ، پھر آج کل فروری ۱۹۶۰ع اور اردوے معلیٰ دہلی ۱۹۶۱ع میں شائع ہوا ، گوپی چند نارنگ صاحب نے مدہوش پر معلوماتی مضمون لکھا ہے ۔ اردوے معلیٰ ، صفحہ ۹۵ ببعد ۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۳۸ ۔

[٦١] بنام قاضی نورالدین حسین فائق (۱)

مخدوم مکرم حضرت قاضی محمد نورالدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ برخوردار مرزا شہاب الدین خاں بہادر نے یہ اجزا مجھ کو دیے۔ نظم سے میں نے بالکل قطع نظر کی ۔ کامل صاحب کی یہ نثر، جو آغاز میں ہے ، اس کو بھی نہیں دیکھا۔ صرف آپ کی نثر کو دیکھا اور اس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا ۔ بعض موقع پر منشاے اصلاح لکھ دیا ہے ۔ مجھ کو یہ پایہ نہیں کہ آپ کی نثر میں دخل کروں ۔ بفحوائے ''الامر فوق الادب'' حکم بجا لایا ہوں ۔ مرحبا ، آفریں ! بخدا خوب نثر لکھی ہے ۔ اللہ سبحانہ آپ کو مدارجِ اعلیٰ کو پہنچاوے اور سلامت رکھے۔

مرقوم ، دوشنبہ [۱۴[۲]] جولائی ۱۸۶۲ عیسوی

خوشنودی احباب کا طالب غالب

۱۔ قاضی نور الدین فائق : بھڑوچ ، گجرات کے مشہور عالم و شاعر تھے۔ ان کا انتقال ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں ہوا۔ موصوف نے ۱۲۶۸ھ میں ''مخزن شعرا'' گجراتی شاعروں کا تذکرہ مرتب کیا جو ۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اردو نے چھاپا۔ اسی تذکرے کے آخر میں غالب کا یہ خط بھی ہے ۔ غالب نے ان قاضی صاحب کے بارے میں ''مسخرہ چوتیا'' لکھا ہے ۔ دیکھیے خط بنام شہاب الدین خاں نمبر مسلسل جلد اول صفحہ ۳۲۱ ، بنام سیاح نمبر مسلسل ۳۳ - علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۹۷ ، سہر صفحہ ۶۰۶ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۴ ، غالب کی پانچ تحریریں 'آج کل' دہلی ، جون ۱۹۵۰ء -

۲۔ نگار ، کراچی تذکروں کا تذکرہ نمبر میں ۱۴ جولائی درج ہے جو مطبوعہ خط میں نہیں ہے ۔ ممکن ہے ۷ ، ۱۴ ، ۲۱ ، ۲۸ میں سے کوئی تاریخ ہو ، یعنی ۱۴ قطعی نہیں ہے -

[۶۲] به نام حکیم[1] محب علی (۱)

چہار شنبہ[2] ہنگام نیم روز

بندہ[3] پرور! آپ کی تحریر سے مستنبط ہوتا ہے [کہ آ]پ مجھ سے میرٹھ میں [ملے] تھے؟ مگر میں ہر چند یاد کرتا ہوں مجھ کو وہ صحبت اور آپ کی ملاقات کی صورت یاد نہیں آتی۔ بہ ہر حال ارسالِ مسودات کی خواہش مقبول اور حک و اصلاح کی خدمت بجا لانی بہ دل منظور۔ تمہارے ابوالاباء کا کہ وہ ابوالائمہ بھی ہے، غلام ہوں، علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام۔ ۱۲

"ماہ نیم ماہ" مانگتے ہو، یہ نہیں جانتے ہو کہ وہ آسمان ہی ٹوٹ پڑا، جس پر ماہ نیم طلوع کرتا۔ بات یہ ہے کہ جس طرح مسافر سفر میں آدھی منزل طے کرکے دم لیتا ہے، میں نے آدم سے ہمایوں تک کا حال لکھ کر دم لیا تھا۔ قصد تھا کہ اب جلال الدین اکبر کی سلطنت کا حال لکھوں گا کہ ناگاہ یہ فتنۂ عظیم حادث ہوا اور اکبر و ہمایوں کے خاندان کا نام و نشان جاتا رہا۔ "عرفت ربی

۱- حضرت محمد حنفیہ کی بتیسویں پشت میں تھے۔ ان کے والد حکیم مشتاق علی مین پوری میں مطب کیا کرتے تھے۔ محب علی خود بھی حکیم تھے۔(حواشی، غالب کی نادر تحریریں، صفحہ ۱۵۶)۔اصل خط پر مکتوب الیہ کا نام نہیں ہے۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے مشکور علی کے حوالے سے سرنامہ تجویز کیا ہے۔

۲- خلیق انجم نے چار شنبہ کے بعد [۱۸ جنوری] اور خاتمۂ خط میں (۱۸ مئی ۱۹۶۳ع) لکھا ہے۔

۳- غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۵۳، ہندوستانی الہ آباد ۱۹۳۴ع مع عکس تحریر خط۔

بفسخِ العزائم''۔ ۱۲

'پنج آہنگ'، 'مہر نیمروز'، 'دستنبو'، 'قاطع برہان'، 'دیوان اردو' یہ پانچ رسالے البتہ کتب میں شمار کیے جائیں۔ 'باد مخالف' کئی ورق کی ایک مثنوی ہے منجملہ اُن مثنویوں کے جو ''کلیات نظم فارسی'' میں مندرج ہیں، بجائے خود کتاب نہیں ہے۔ ہاں یہ تو فرمائیے کہ قاطع بر[ہان] آپ کے ہاتھ کہاں سے آئی ؟ شاید نواب مصطفیٰ خاں صاحب سے آپ نے لی ہوگی۔ ماخذ 'قاطع برہان' ضرور لکھیے - ۱۲

گماں زیست بود بر منت ز بے دردی
بد است مرگ ولے بدتر از گماں تو نیست

ہے ہے ! تم اب تک یہ جانتے ہو کہ 'غالب' شعر کہتا ہے یا کہہ سکتا ہے ؟ ایک پانو رکاب میں، ایک ہاتھ باگ پر ۔ اس صورت میں کیا کہوں گا اور کیا لکھوں گا ؟ اخ مکرم و معظم نواب مصطفیٰ خاں گواہ ہیں کہ اب [شعر] نہیں کہتا ۔ اللہ، اللہ، لا موجود الا اللہ - ۱۲

غالب - ۱۲
[۱۸۶۳ع[1]]

۱- انجم صاحب نے ۱۸ مئی تاریخ نہ معلوم کس بنا پر درج کی ہے، بہرحال خط کا انداز ۱۸۶۳ع ہی کا ہے۔

[۶۳] به نام عزیز[1] صفی پوری (۱)

خان[2] صاحب عنایت مظہر سلامت !

آپ کا مہربانی نامہ آیا ۔ اوراق 'پنج رقعہ[3]' نظر فروز ہوئے ۔ خوشامد فقیر کا شیوہ نہیں ، نگارش تمھاری 'پنج رقعہ[4]' سابق کی تحریر سے لفظاً و معناً بڑھ کر ہے ۔ اس میں یہ معانی نازک اور الفاظ آبدار کہاں ؟ مگر ایک امر سے تمھیں آگاہ کرتا ہوں کہ یہ نثر ظہوری کی نہیں ہے ۔ ارادت خاں متخلص بہ 'واضح' عالم گیری سرداروں میں سے ایک شخص تھا ۔ 'مینا بازار' و 'پنج رقعہ' اس کی فکر کا نتیجہ ہے ۔ توالی کسرات کی طرز ایجاد کی ہوئی اس کی ہے ۔ موجد سے مقابلہ بہتر نکلا ، یعنی تم نے خوب لکھا ہے : ع

نقاش ، نقش ثانی بہتر کشد ز اول

جہاں آپ نے فقیر کا مطلع لکھا ہے ، وہاں آپ بہ عرف میرے معترف

۱۔ عزیز اللہ شاہ کا اصل نام محمد ولایت علی خاں ولایت تھا لیکن شاہ مخدوم خادم صفی پوری کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد نام بدل لیا ۔ عزیز صفی پوری اور ان کے اباء و اجداد شاہان اودھ کے دبیر تھے۔ عزیز ، فارسی کے ماہر و صاحب قلم ادیب تھے۔ ۲۶ کتابیں لکھی ہیں ۔ عزیز ، صفی پور ضلع اناؤ میں ۶ صفر ۱۲۵۹ھ مطابق ۸ مارچ ۱۸۴۳ع کو پیدا ہوئے اور ۱۳ محرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ع کو صفی پور ہی میں جان بحق ہوئے (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۳۴ ، نقوش مکاتیب نمبر حاشیہ صفحہ ۱۰۸) ۔

۲۔ نقوش مکاتیب نمبر صفحہ ۱۰۸ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۱۰۲ ۔

۳۔ ''پنج رقعہ عزیز اللہ خاں'' شائع ہو چکی ہے ۔

ہوئے ہیں ۔ متوقع ہوں کہ یا شعر نکال ڈالو یا عرف کی جگہ تخلص لکھ دو ۔

نجات کا طالب غالب

[۱۸۶۵ع[1] بیعد]

[۶۴] ایضاً (۲)

''سخن شناس[2] نہ' دلبرا، خطا ایں جاست'' ! یہ جملہ کہ ''یا میرا شعر نکال ڈالو یا عرف کی جگہ تخلص لکھ دو'' موجب ملال خاطر کیوں ہوا ؟ اور اس سے یہ مفہوم کیوں کر پیدا ہوا کہ میں تمھارے کلام کو اصلاح نہ دوں گا ۔ تمھیں غور کرو کہ شعر کو علاقہ تخلص سے ہے یا نام سے؟[3] . . . . عرف سے ۔ میں نے تو اصلاح دی ، تم نے برا مانا؛ ذہن تمھارا معوج ہے ، اکثر کجی کی طرف جاتا ہے ۔ تمھاری اس نثر میں حک و اصلاح کی گنجائش نہیں ۔ 'پنج رقعہ' سابق سے لفظاً و معناً تمھاری عبارت بہتر ہے ۔ اس قول کو باور نہ کرو گے تو منشا اس کا وہی اعوجاجِ طبع ہوگا مع سوء ظن - ۱۲

نجات کا طالب غالب

[۱۸۶۵ع[4] بیعد]

۱- سنہ کا تعین میں نے اندازے سے کیا ہے ۔

۲- نقوش مکاتیب صفحہ ۱۰۹ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۱۰۱ ۔

۳- یہاں نقطے ہیں ۔

۴- نقوش اور 'غالب کی نادر تحریریں' میں سنہ موجود نہیں ہے ۔

[۶۵] بہ نام احمد حسین مینا' مرزا پوری (۱)

بندہ[۲] پرور !

کل دوپہر کو آپ کے عنایت نامے کے ساتھ ہی جناب اخگر کا مہربانی نامہ مع غزل پہنچا ، آج جواب آپ کو لکھتا ہوں ۔ غزل میں نے دیکھ لی ، سوائے دو ایک جگہ کے کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی ۔ آج اس فن میں وہ یکتا ہیں ، خدا ان کو سلامت رکھے ۔ وہ بلامبالغہ سراپا تصویر محبت ہیں ۔ نظم تو نظم ، ان کی نثر کے فقرے بھی قیامت ہیں ۔ اس دوبارہ عطیے اور اس یاد آوری کا احسان مانا ۔ میری جانب سے قدر افزائی کا شکریہ ادا کر دیجیے گا کہ حضرت نے اس ہیچمیرز ہیچمدان کو قابلِ خطاب و لائقِ جواب سمجھا ۔ میں دروغ گو نہیں ، خوشامد میری خو نہیں ، غزل دیکھی ، الفاظ متین ، معانی بلند ، بندش دل پسند ، مضمون عمدہ ۔ سوائے دو ایک جگہ کے اور غزل بھر میں ایک نقطے کی بھی گنجائش نہ تھی ، اصلاح کیا دیتا ؟ بجنسہ واپس کرتا ہوں ۔

اب یہاں سے روئے سخن حضرت اخگر کی طرف ہے :

۱۔ صفدر مرزا پوری صاحب نے مرقع ادب میں انھیں "امیر الشعرا مولانا احمد حسین مینا" لکھا ہے ۔ تلامذۂ غالب میں مالک رام کہتے ہیں کہ مینا اور تمنا ایک ہی شخص ہیں ۔ سری رام نے خم خانۂ جاوید میں سید احمد حسین تمنا کو شاگرد داغ لکھا ہے اور ایک غزل قلمبند کی ہے ۔ ممکن ہے کہ احمد حسین نے پہلے مینا اور اس کے بعد تمنا تخلص کر لیا ہو ۔

۲۔ مرقع ادب ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۱ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۹۷ ، مہر ندارد ۔

قبلۂ حاجات ! میرا حال کیا پوچھتے ہیں ، زندہ ہوں مگر مردے سے بدتر - جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے ، اب تو اس سے بھی بدتر ہے - مرزا پور کیا آؤں ، اب سوائے سفر آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت - جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلب گار ہوتا ، بوڑھا ہوں دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں :

دم واپسیں بر سر راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

سچ تو یہ ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا - طبیعت میں وہ مزا ، سر میں وہ سودا کہاں ، پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے ، اس سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں - حواس کا بھی بقیہ میرے اس شعر کا مصداق ہے :

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

حوادثِ زمانہ و عوارضِ جسمی سے نیم جان ہوں ، اس سرائے فانی میں اور کچھ دنوں کا مہمان ہوں -

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

جب تک جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد ، بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا -

'سانس' میری زبان پر مذکر ہے - رند کا یہ مطلع :

۱- یہ خط مرقع ادب ، صفدر مرزا پوری جلد ۲ صفحہ ۲۱ ببعد میں موجود ہے -

سانس دیکھی تنِ بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے ، جاتے جاتے

میرے لیے سند نہیں -

بندہ پرور ! لکھنؤ اور دہلی میں تذکیر و تانیث کا بہت اختلاف پائیے گا - 'سانس' میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر اہل لکھنؤ اسے مؤنث کہیں تو میں ان کو منع نہیں کر سکتا ، خود 'سانس' کو مؤنث نہ کہوں گا - آپ کو اختیار ہے ، جو چاہیے کہیے - مگر 'جفا' کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے - کبھی کوئی نہ کہے گا : 'جفا کیا' -

چشم بد دور ، حضرت کی طبیعت نہایت اعلیٰ اور مناسب اس فن کے ہے - اللہ نگاہ بد سے محفوظ رکھے -

نجات کا طالب غالب

[۱۸۶۷ء[1]]

[۶۶] ایضاً (۲)

جان[2] غالب !

کل تمہاری دونوں غزلیں بعد اصلاح ٹکٹ دار لفافے کے اندر رکھ کر بھجوا دی ہیں - مطلع تو تم نے میری زبان سے کہا ہے :

ادائے یوسفی ہے لوٹ قاتل کے لڑکپن پر
سوادِ دیدۂ یعقوب کے دھبے ہیں دامن پر

اس زمین میں میری بھی غزل ہے اور ناسخ و آتش کی بھی

۱- میرے خیال میں اس کا خط زمانہ تحریر ۱۸۶۷ء یا ۱۸۶۶ء ہے۔

۲- مرقع ادب جلد ۲ صفحہ ۱۹ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۸۱۔

غزلیں میں نے دیکھی ہیں ۔ تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے ،گردن کا قافیہ بھی مجھے پسند آیا ۔

نزاکت ان کی وقت قتل ، مقتل میں یہ کہتی ہے
یہ اتنے خونِ ناحق جس سے آٹھیں ، اس کی گردن پر

غرضکہ ساری غزل بے مثل و لاجواب ہے ، کیوں نہ ہو ابھی تمھارا شباب ہے ۔ زمین شعر کو آسماں پر پہنچایا ہے ، اس غزل میں تو تم نے جوانی کا زور دکھایا ہے ۔

قصیدہ کا وعدہ نہیں کرتا ۔ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف آئے گا اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا ۔ بندہ پرور ! میرا کلام کیا نظم کیا نثر ، کیا اردو کیا فارسی ، کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا ۔ دو چار دوستوں کو اس کی فکر تھی ، وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کرتے تھے ، سو ان دوستوں کا زمانۂ غدر میں گھر ہی لٹ گیا ۔ نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا ۔ پھر میں اپنا کلام نظم و نثر کہاں سے لاؤں ۔

مولوی فرزند علی صاحب اخگر کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا ؟ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ان میں جمع ہیں ۔ فقیر تو ان سے مل کر بہت خوش ہوا ۔ آنکھیں ان کے حسن صورت سے روشن اور دل ان کے حسن سیرت سے مسرور ہوگیا ۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی ۔ میں یونہی خدمت گزاری کو حاضر ہوں ۔ جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں ۔ میرا سلام اور یہ پیام کہہ دیجیے گا ۔

تمھارے دیدار کا طالب غالب

۱۳ جولائی سنہ ۱۸۶۷ع

[۶۷] به نام مولوی نعمان[1] احمد (۱)

جان[2] بر سر مکتوب تو از ذوق فشاندن
از عہدۂ تحریر جوابم بدر آورد

ابر رحمت سلامت! یاد آوری کا شکر بجا لاتا ہوں - کیوں اتنی میری تعریف کی جو میں اپنے کو اس کے لائق نہیں پاتا ہوں - ہرگز میں ایسا نہیں کہ خدا نے مجھ سے پہلے کوئی ایسا نہ پیدا کیا ہو - غایت ما فی الباب یہ ہے کہ سخنورانِ گذشتہ کا طرز شناس اور ان نازک خیالوں کا پیرو ہوں اور مبداء فیاض سے مجھ کو اُن کی تقلید میں پایۂ تحقیق ملا ہے اور میں صاحب طرز جدید ہوں - اب یہاں میں ایک بات سچ کہتا ہوں ، آپ باور کریں - واللہ میرے ایجاد کیے ہوئے طرز میں آپ سے بہتر نثر کسی نے نہیں لکھی - نہ یہ مبالغہ ہے ، نہ تملق - خالصاً للہ آپ سچ ارشاد کریں کہ بعض اشخاص جو اس روش پر چلتے ہیں با آں کہ خوش رفتار نہیں لیکن مجھ کو برا جانتے ہیں اور برا کہتے ہیں - یہ حق ناشناسی اور نا انصافی ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب ضرور لکھیے -

جو 'قاطع برہان' میں کہیں کہیں سہو طبعی واقع تھا ، ناچار

۱- مولوی نعمان احمد خلف مولوی سبحان احمد ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ع کو پیدا ہوئے - آپ مہیوا ضلع سیتاپور کے تعلقہ دار تھے- ۱۹۰۲ع میں انتقال کیا - یہ خط جناب پروفیسر احتشام حسین صاحب نے دریافت کیے تھے - میں محترم موصوف کے شکریے کے ساتھ 'آج کل' دہلی کے شمارۂ فروری ۱۹۵۲ع سے نقل کر رہا ہوں -

۲- آج کل دہلی ، مہر صفحہ ۶۴۲ - میرے مہیا کردہ خطوط ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۷ -

اس کی ترمیم و تکمیل کے واسطے اسی نسخے میں کچھ بڑھایا اور ایک دیباچہ اور لکھا اور اس رسالہ کا 'درفش کاویانی' نام رکھا۔ کل یکشنبہ ہے ، پارسل ڈاک میں روانہ نہیں ہوسکتا ، پرسوں دو شنبہ کو بھیجوں گا۔ اس کے سوا وہ پرسش جس کا خط میں وعدہ ہے ۔ اس کا منتظر اور جلد پہنچنے کا آرزو مند ہوں ۔ اب کی خط کے عنوان پر جو خیال میں آئے گا وہ لکھوں گا اور معذور رہوں گا ۔

آئندہ 'خانی' ، 'نوابی' یا جو اور الفاظ اسم مبارک کے ساتھ معمول ہوں ، اُن پر اطلاع پاؤں ۔

اسد اللہ

شنبہ ۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع

(لفافے کی عبارت) :

مقام مھیوا ، پرگنہ مھولی ، ضلع سیتا پور پہنچ کر حضرت فلک رفعت مخدوم و مکرم معظم جناب نعمان احمد صاحب تعلقہ دار ، زاد مجدہ کی خدمت میں مقبول ہو ۔

جواب کا طالب غالب

پیڈ ، ضروری ۔ ۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع

[۶۸] ایضاً (۲)

مولانا[1] و بالفضل اولانا ! فقیر میں جہاں اور عیب ہیں ، ایک یہ بھی عیب ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا ۔ حکام سے بہ سبب ریاست خاندانی کے علاقے کے اکثر ملاقات رہتی ہے اور معاملات بھی آ پڑتے ہیں ۔ کبھی خوشامد کسی کی نہیں کی ۔ بھلا حضرت سے جھوٹ کیوں بولتا اور آپ کی خوشامد کیوں کرتا ؟ ایسا عاصی بھی نہیں کہ واللہ باللہ

۱- آج کل فروری ۱۹۵۲ع ، مہر صفحہ ۶۴۳ ؛ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۹ ، افکار کراچی ، نگار رام پور فروری ۱۹۶۳ع ۔

کو تکیہ کلام جانتا ہوں ۔ موحدہ کو اور 'واو' کو قسمیہ جان کر از روے قسم کہا تھا اور اب بھی از روئے قسم کہتا ہوں کہ نثر کے اس شیوۂ خاص میں اور مدعیوں سے آپ بہتر ہیں ۔ آپ کو اپنا ہم فن اور اپنا ہم زبان سمجھ کر اپنا درد دل آپ کے سامنے کہا تھا ۔ آپ نے غم خواری نہ کی بلکہ الٹا اور آپ مجھ سے ملول ہوے ۔ خیر ، یہ بھی میرے بخت کی برگشتگی تھی کہ حضرت کے ذہن نے میرے خلافِ مقصود کی جہت انتقال کیا ۔

برسوں سے خطوط فارسی میں لکھنے چھوڑ دیے ۔ اب شہزادہ بشیرالدین بہادر نبیرۂ ٹیپو سلطان مغفور کے سوا کسی کو فارسی خط نہیں لکھتا ، اور یہ موافق ان کے حکم کے ہے ، اور وہ مطاع ہیں اور میں مطیع ۔ بہتّر برس کی عمر ، حواس مسلوب ، قویٰ مضمحل ، بصارت میں ضعف ، ہاتھ میں رعشہ مستولی ۔ اسے لو ، آپ کا خط آیا ، پڑھا ، جواب اور وقت پر حوالہ کر کے خط مع سرنامہ رکھ چھوڑا ۔ آج جو جواب لکھنے بیٹھا ، خط نہیں ملتا ۔ نہ بکس میں ، نہ کتابوں میں ، نہ طاق میں ۔ حیران کہ اب کیا کروں ۔ بارے جو کچھ یاد آ گیا اس کا جواب لکھا ۔

'قران' کے باب میں عرض یہ ہے کہ زہرہ و مشتری کا ایک برج اور درجہ و دقیقہ[1] میں برابر ہونا 'قران السعدین' ہے ، اور یہ 'قرانات جزئیہ' میں سے ہے اور اکثر واقع ہوتا ہے ۔ اور یہ قران جب[2] سلطنت موعود نہیں ۔ اگر کسی بادشاہ کے ہنگام ولادت یہ قران آ پڑا ہو گا ، بہ شرط آنکہ برج طالع میں یا 'اوتاد ثلثہ' یا

۱- فن ہیئت کی اصطلاح میں درجے کا ایک حصہ ۔

۲- میرے خیال میں ''حسب سلطنت موعود نہیں'' لکھا ہے ، نہ کہ ''جب'' ۔

'مائل اوتاد' میں واقع ہو کہ نظر اس کی 'مطالع موعود' پر ہو، تو وہ افادۂ صحت و عیش و عشرت کرتا ہے اور بس - وہ قرانات اور ہیں جو موجب تغیرِ اوضاعِ عالم و انتقالِ سلطنت ہوتے ہیں - ازاں جملہ ایک یہ قران تھا کہ زحل و مریخ، سرطان میں فراہم ہوئے تھے، سراسر ہندوستان کی خاک اڑا دی - قصہ مختصر جو بادشاہ 'صاحب قران' کہلاتا ہے، بہ اعتبارِ افراطِ جاہ و جلال و قوتِ حال کہلاتا ہے - طالعِ ولادت میں 'قران السعدین' واقع ہونا ضرور نہیں - 'صاحب قران' مرادف 'شاہنشاہ' ہے، سو بھی صرف سلاطین تمریہ میں دو شخص ''صاحب قران'' کہلاتے ہیں : 'امیر تمر' اور 'شاہ جہان' - تتبع کلام اساتذہ سے معلوم ہوا کہ خاقانی نے اپنے کو 'صاحب قران' لکھا ہے، اسی طرح فقیر نے بھی لکھا ہے -

سزد گر نویسند صاحب قرانم

اور بیانِ مدتِ توقیع نویسی علت نہیں ہے صاحب قرانی کہلانے کی -

فقط اسد اللہ

مہر : ''غالب ١٢٧٨ھ''

شنبہ[1]، ششم اکتوبر ١٨٦٦ع

از روے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں -

(لفافہ کی عبارت یہ ہے) :

مہیوا پرگنہ مہولی ضلع سیتا پور ٦ اکتوبر ٦٦ع - بیرنگ ضروری جواب طلب - بخدمت مخدوم و مکرم مولوی نعمان احمد صاحب زاد مجدہ مقبول باد -

از اسد

١- مطابق ٢٦ جمادی الاولی ١٢٨٣ھ -

[۶۹] ایضاً (۳)

حضرت ! آپ کو اپنے حال پر متوجہ پا کر اور مائل تحقیق جان کر کل چار سواد میں نے بہ سبیل پارسل روانہ کیے ہیں :

ایک 'دافع ہذیان' مصنف اس کے مولوی نجف علی ، مجمع البحرین علم فارسی و عربی - سبب تالیف یہ کہ ایک شخص عاسی فضول نے اپنی شہرت کے واسطے ''قاطع برہان'' کے مطالب کے رد میں ایک کتاب لکھی ، ''محرق قاطع برہان'' اس کا نام رکھا - عبارت مہمل ، مقاصد پوچ - مولوی نجف علی نے منصفانہ اس کے رد میں ایک رسالہ لکھا موسوم بہ ''دافع ہذیان'' فارسی قدیم کے طرز پر -

دوسرا رسالہ 'سوالات عبدالکریم' - یہ شخص طالب علم ساکن دہلی - اس نسخہ کے خاتمے پر 'استفتاء' ہے جس کو میں نے تیسرا سواد شمار کیا ہے -

چوتھا 'لطائف غیبی' یہ رسالہ زبان آردو میں ہے - اس کا حال اس کے مشاہدے سے کھلے گا - متوقع ہوں کہ اس پارسل کی رسید ضرور لکھیے گا -

اور پارسل سے کئی دن پہلے ایک خط بھیجا ہے - اس کے جواب کا بھی طلب گار ہوں -

اسد اللہ بے دست گاہ

۱۹ اکتوبر ۱۸۶۶ع

نظر بہ احتیاط یہ خط بیرنگ بھیجا ہے - قصور معاف - ۱۲

۱- آج کل ، فروری ۱۹۵۲ع ، مہر صفحہ ۶۴۴ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۱ -

(لفافے کی عبارت) :

ضلع سیتا پور تعلقہ مہیوا پرگنہ مہولی
بخدمت جناب مولوی نعمان احمد صاحب زاد مجدہ مقبول باد
از اسد یکرنگ ، بیرنگ
۱۸ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع ضروری ، جواب طلب

[۷۰] ایضاً (۴)

قبلہ[۲] ! آج خیال آیا کہ نامۂ مرقومہ ۳۱ آکتوبر کے بعد کوئی خط میرے حضرت کا نہیں آیا ۔ اس میں میری بھیجی ہوئی کتابوں کی رسید اور آپ کا عازمِ اکبر آباد ہونا مندرج تھا ۔ اکبر آباد کا ہنگامہ تمام ہوا ۔ غالب ہے کہ آپ بھی اپنے دارالریاست کو پہنچ گئے ہوں گے ۔ عجب ہے کہ وہاں پہنچ کر بھی آپ نے یاد نہ کیا ۔ للہ الحمد کہ اقبال نشان عالی دودماں مولوی (سلطان) احمد خاں کی نویدِ صحت از روے مکتوب معلوم ہو گئی ہے ۔ فقیر کی دعاے بے ریا آن کو

۱- احتشام صاحب فرماتے ہیں ''مہروں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ۱۹ اکتوبر کو ڈاک میں ڈالا گیا ، ۱۹ ہی کو دہلی کی مہر لگی ۔ ۲۰ اکتوبر کی دو مہریں ہیں ۔ بڑی مہر پڑھی جاتی ہے ۔ اس میں لکھا ہے ''TRAVELLING POST OFFICE N.W.P. اس کے بعد ۲۲ کی مہریں دو ہیں : ایک کانپور ، دوسرے لکھنئو کی ۔ ۲۳ اکتوبر کو سیتاپور کی مہر ہے''۔ اس کے ساتھ ہی دلچسپ نکتہ جس سے غالب کے خطوط پر کام کرنے والوں کو متوجہ رہنا چاہیے ، یہ ہے کہ اصل خط کے خاتمہ کا ترقیمہ ۱۹ اکتوبر اور لفافہ کی تاریخ محررہ ۱۸ اکتوبر ہے ، جیسا کہ عکس تحریر سے بھی معلوم ہوتا ہے ۔

۲- آج کل فروری ۱۹۵۲ع ، مہر صفحہ ۶۴۵ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۳ ۔

پہنچے[1] . . . . میں حسب الحکم خط بیرنگ بھیجتا ہوں ، مگر طریق احوط یہ ہے کہ آپ کے خطوط بھی بیرنگ روانہ ہوا کریں کہ فی الجملہ اس میں تلف ہونے کا اندیشہ کم ہے -

جانتا ہوں کہ آپ شعر کہتے ہوں گے - اگر میرا گمان سچ ہے تو جینا کہ نثر سے متمتع ہوا ہوں ، نظم سے بھی بہرہ اندوز ہوں - نامۂ غالب بے ادب -

تقصیر معاف ، جواب طلب

دو شنبہ ، ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع

(پتہ) :

ضلع سیتاپور پرگنہ مہولی مقام مہیوا - بوالا خدمت مولوی صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان مولوی نعمان احمد خان بہادر تعلقہ دار زاد مجدہ مقبول باد -

اسد یکرنگ بیرنگ ، ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۶ع

۱- یہ نشان اور خالی جگہ اصل خط میں ہے - دیکھیے عکس تحریر مطبوعہ آج کل ، فروری ۱۹۵۲ع -

[۱۷] به نام محمد محسن صدر الصدور (۱)

قبلہ! آپ سے رخصت ہو کر بھیگتا بھاگتا، بھوکا، جاڑا کھاتا، پرسوں ۱۱ بجے دن کو اپنے گھر پہنچا۔ اقربا و احبا کو زندہ و صحیح و سالم پایا۔ الشکر للہ! اب میں تندرست ہوں، اس سفر میں سراسر خستہ و رنجور رہا۔ اتمام سفر اختتام رنج تھا گویا۔

کیا عرض کروں، غازی آباد، شہر سے سات کوس ہے، شب کو وہاں[۲] مقام تھا۔ وہیں سے طبیعت اصلاح پر آنے لگی۔ قبض و انقباض رفع ہو گیا، صحت مع اعادۂ طاقت حاصل ہے۔ 'قاطع برہان' ثم 'درفش کاویانی' کا پارسل پہنچا ہے۔ خدا کے واسطے اس کو دیکھنا اور غور سے دیکھنا۔ جس طرح 'لطائف غیبی' کو دیکھا ہے، اس طرح نہ دیکھنا۔ تم نقادِ نقودِ معنی ہو، تم ہی داد نہ دو گے تو کون دے گا۔ یہ کتاب نہیں، گنجِ اسرارِ حکمت ہے 'من قال' سے قطع نظر، 'ما قال' کو دیکھو۔

بے دست گاہ، اسد اللہ، ۱۱ جنوری[۳] سنہ ۱۸۶۶ع

۱- عرشی صاحب اس خط کا مکتوب الیہ محمد محسن صدر الصدور کو مانتے ہیں، جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔
ہم نے یہ خط ''اورنٹیل کالج میگزین'' فروری ۱۹۴۷ع سے نقل کیا ہے۔ مہر صفحہ ۳۴۶۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۴۔

۲- مہر صاحب کے مجموعے میں ''وہیں مقام تھا'' ہے۔

۳- ۱۱ جولائی کا مکتوب اور ''پرسوں ۱۱ بجے دن کو اپنے گھر پہنچا'' یعنی ۹ کو دلی آئے، حالانکہ دوسرے مقامات پر، حتی کہ خود نواب صاحب رامپور کو اطلاع دیتے ہوئے ۸ جنوری لکھتے ہیں۔

[۷۲] به نام مولوی ضیاء الدین ضیاء (۱)

جناب[1] مولوی صاحب ! کرم از شما و کمی از ما - اچھوں کے ساتھ سب بھلائی کرتے ہیں - بروں کے ساتھ نیکی کرنی جواں مردی ہے - اگر اپاہج نہ ہوتا ، فوراً آپ[2] کے پاس پہنچتا - اب متوقع ہوں کہ آج اس وقت یا اور وقت مگر آج ہی ، آپ تشریف لائیں اور ضرور تشریف لائیں ، شام تک چشم براہ رہوں گا -

عنایت کا طالب

غالب - ۱۲

۲۷ فروری سنہ ۱۸۶۶ع

۱- تصحیح از عکس تحریر غالب مطبوعہ رسالہ ''ہندوستانی'' ۱۹۳۴ع صفحہ ۶۰۵ ، مہر صفحہ ۶۰۶، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۵-

۲- ۲ دسمبر ۱۸۶۷ع کو غالب نے مولوی امین الدین مولف قاطع القاطع کے خلاف ہتک حرمت کا دعویٰ کیا تو مولوی ضیاء الدین غالب کے خلاف گواہ تھے - (دیکھیے احوال غالب صفحہ ۱۳۹) حیات النذیر میں افتخار عالم مارہروی نے ان کی تاریخ وفات ۱۹۱۰ع کے قریب بتائی ہے -

[۷۳] بہ نام محمد[1] حسین خاں (۱)

جناب[2] محمد حسین خاں کو میرا سلام پہنچے - دو رات دن کی محنت میں میں نے اس نسخہ کو صحیح کیا ہے - غلط نامہ بھی اسی میں درج کر دیا ہے - گویا اب غلط نامہ بے کار محض ہو گیا ہے - خاتمے کی عبارت ، کیا میرا بیان ، کیا میر قمر الدین کا اظہار ، اب کچھ ضرور نہیں - کس واسطے کہ اب یہ کتاب اور مطبع میں چھاپی جائے گی - یہ مجلد گویا مسودہ ہے ، اسی کو بھیج دیجیے -

غالب - ۱۲

[۱۸۶۱ع]

۱- محمد حسین خاں ، مطبع احمدی دہلی کے مالک تھے - مرزا نے یہ خط اپنے دیوان اردو ، طبع سوم کے آخری صفحے پر اپنے قلم سے لکھا ، جو آصفیہ لائبریری حیدر آباد میں محفوظ ہے - یہی نسخہ کان‌پور سے ذی حجہ ۱۲۷۸ھ مطابق جون ۱۸۶۲ع میں اس خاتمے کے ساتھ شائع ہوا :''بخدمت ارباب سخن عرض کرتا ہے امید وار رحمت و غفران محمد عبدالرحمان بن حاجی محمد روشن خان طیب اللہ ثراہ ، کہ اس کے پہلے دیوان بلاغت نشان جناب نواب اسد اللہ خان غالب کا دہلی میں چھپا ، لیکن بہ سبب سہو و نسیان کے بعض مقام میں تغیر و تبدل ہوا ، اس لیے جناب مجمع لطف بے کراں محمد حسین خاں صاحب دہلوی نے بعد نظر ثانی اور تصحیح جناب مصنف کے ایک نسخہ میرے پاس بھیجا'' (مقدمہ دیوان غالب ، عرشی ایڈیشن ، صفحہ ۱۰۶) -

۲- ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے ''ہندوستانی'' الہ آباد (۱۹۳۴ع) صفحہ ۹۶ ، میں شائع کیا - غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۴۰ ، مہر ندارد -

[۴۷] به نام منشی نول کشور (۱)

منشی[1] صاحب ، جمیل المناقب جناب منشی نول کشور صاحب کو دولت و اقبال و جاہ و جلال روز افزوں نصیب ہو ۔

چونکہ احباب کامیابی و شاد کامیِ احباب[2] سے شاد ہوتے ہیں اس واسطے مجھے ان دنوں میں یاوریِ اقبال سے ایک امر خوشی کا پیش آیا ہے ، تو آپ کی خوشی کے واسطے لکھتا ہوں ، بلکہ نظر ہمدگر کے اتحاد پر تم کو تہنیت دیتا ہوں ۔

آپ کو مبارک ہو کہ اواخر ماہ گزشتہ کو جو حضرت فلک رفعت نواب معلیٰ الالقاب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمروِ پنجاب دہلی میں تشریف لائے ، تو سہ شنبہ کے دن ۳ مارچ[3] ۱۸۶۳ع کو اس گمنام گوشہ نشین کو یاد فرمایا اور از راہِ بندہ پروری کمال عنایت سے خلعت عطا کیا ۔

سبحان اللہ ! جو لوگ متعلق ہیں لفٹنٹ گورنر پنجاب سے ، وہ

۱- یہ خط سب سے پہلے مجھے ۲۵ مارچ ۱۸۶۳ع کے ''اودھ اخبار'' لکھنؤ صفحہ ۲۱۷ میں ملا ۔ دیکھیے میرا مضمون ، مطبوعہ نگار لکھنؤ جون ۱۹۵۰ع ۔ عود ہندی حواشی صفحہ ۲۹۵ ۔ غالب کی نادر تحریریں ، مہر صفحہ ۵۰۹ ۔ حاشیے میں لکھتے ہیں کہ ۲۵ اپریل ۱۸۶۲ع کے ''اودھ اخبار'' میں چھپا تھا ۔

۲- مہر : ''شادکامی سے''۔ ''ان دنوں یاوری اقبال'' ۔ ''پیش آیا ہے آپ کی'' ۔ ''کہ آخر ماہ گزشتہ'' ۔ ''نواب معلیٰ القاب'' ۔

۳- مہر : ۳۱ مارچ ۱۸۶۳ع''حالانکہ نگار میں صاف ۳ مارچ نقل ہوا ہے ۔ اور دوسرے رسائل مثلاً قومی زبان کراچی ، ہمایوں لاہور ، وغیرہ نے صحیح نقل کیا تھا ۔

قسمتوں کے کتنے اچھے ہیں ۔ جناب نواب معلی الالقاب کے مکارم اخلاق وہ روح افزا کہ جس سے مردہ زندہ ہو جائے ۔ صاحب والا مناقب ٹامس ڈگلس فورسائڈ[1] صاحب بہادر سکرٹر کے کلمات شفقت آمیز وہ روح آسا کہ جس کو سن کر بیمار شفا پائے ۔ میں . . . .[2] شادمان آیا بلکہ بوڑھا گیا جوان آیا ۔ سچ ہے :

وزیرے چنیں ، شہریارے چناں
جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں

[2]. . . . لفٹنٹ گورنر بہارد اور صاحب سکرتر بہادر کا کیا کہنا ہے
[2]. . . . آفتاب و ماہتاب ہیں ، مگر پنڈت من پھول سنگھ صاحب میر منشی بھی دیانت و امانت و کار پردازی و مظلوم نوازی میں انتخاب ہیں ۔ یہ نہ مبالغہ ہے ، نہ خوشامد ہے ، بیان واقعی ہے ۔ شاعرانہ سخن سازی کو میں نے دخل نہیں دیا ہے ، وہ لکھا ہے جو سچ اور واجبی ہے ۔ فقط[3]

دوام دولت سرکار انگریزی کا طالب
رنجور ، ناتواں اسد اللہ خاں غالب[4]
[اوائل مارچ ۱۸۶۳ع]

۱- مہر : ''فور سائیتھ ۔''
۲- تینوں منقوطہ حصے اخبار میں کرم خوردہ ملے تھے ۔
۳- مہر : ''فقط'' ندارد ۔
۴- ۱۸۶۳ع کی فائل میں پہلی چیز تو یہ خط ہے ، جس پر منشی صاحب کا نوٹ ہے :
''بخت مند ہر زمانے میں کامیاب ہوتے ہیں ، اہل جوہر تعظیم و توقیر کو انتخاب ہوتے ہیں ۔ دیکھیے ان دنوں میں سرکار نے کیسی مہربانی کی ، کمال قدردانی کی ۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۰۸ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰۷)

نے مرزا اسد اللہ خاں غالب کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور رئیس نوازی کی نظر سے بہ ذل التفات کر کے ہم چشموں کو ان کا اعزاز و اکرام دکھایا - زیادہ کیا احتیاج بیان ہے ، ان کے خط سے یہ حال عیاں ہے -''

''اودھ اخبار'' کے شمارہ مجریہ ۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء میں منشی جی کے سفر دہلی کا ذکر ہے اور ان لوگوں کے نام ، جن سے نول کشور کی ملاقات ہوئی - چونکہ اسی سفر میں منشی جی فارسی کلیات طباعت کے لیے لائے ہیں ، اس واسطے تاریخ کی تعیین سے کئی خطوں اور متعلقہ باتوں کے بارے میں یقینی فیصلے کیے جا سکتے ہیں - ۲۳ دسمبر میں روداد سفر کی اشاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر نومبر کے آخر اور دسمبر کے اوائل میں ہوا تھا - جناب مہر فرماتے ہیں :

''ستمبر ۱۸۶۱ء میں منشی نول کشور دہلی آئے اور غالب سے بھی ملے-'' غالب طبع ۴ صفحہ ۴۰۹ - پھر اسی مفروضے پر بحث فرمائی :

''نول کشور پریس سے مرزا کی پہلی کتاب ''قاطع برہان'' چھپی (۱۸۶۲ء) اسی سال سے کلیات کا اشتہار شروع ہوا -''

۳ جون ۱۸۶۳ء کے شمارے میں ہے :

''بوجہ عدم طیاری (کذا) تصویر جناب مرزا صاحب موصوف کلیات بخدمت شائقان تقسیم ہونا ملتوی تھا ، اب تیار ہو گئی - '' (صفحہ ۳۹) -

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارا مضمون ''غالب کے ایک اور خط کا انکشاف''(طبع نگار ، جون ۱۹۵۰ء ، صفحہ ۳۸ ببعد)

[۷۵] بہ نام محمد حسین[1] خاں (۱)

مشفقی[2] و مکرمی جناب محمد حسین صاحب کو فقیر غالب کا سلام پہنچے -

اسد اللہ ، ہر ہفتے 'دبدبۂ سکندری' کے معائنے سے سرور آٹھاتا ہے - رام پور کے حالات پڑھ کر نہایت خوش ہے - ایک رباعی آپ کو اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ 'دبدبۂ سکندری' میں جہاں رام پور کا آپ لفظ لکھتے ہیں ، پہلے یہ رباعی لکھ دیا کیجیے اور علی الدوام اس کا التزام رہے ، یعنی ہر اخبار میں اس مقام پر یہ رباعی لکھی جایا کرے اور وہ رباعی یہ ہے :

آں کیست کہ جسم ملک را جاں باشد ؟
آں کیست کہ ہمسر سلیماں باشد ؟
آں کیست کہ انجمش بہ فرماں باشد ؟
کس نیست مگر کلب علی خاں ، باشد !

اور ایک قطعہ اس مراد سے لکھتا ہوں کہ جہاں رام پور کی نمائش گاہ کا ذکر لکھو ، اس عبارت کے خاتمے پر یہ قطعہ لکھ دو ، اور اگر یہ نمایش گاہ کے ذکر کے بعد پہنچے تو اس کی اطلاع لکھ کر دینا - یہ قطعہ ایک ہی بار لکھا جائے گا :

۱- محمد حسین خاں (متوفیٰ ۱۹۰۴ع) رام پور کے نیم سرکاری اخبار ''دبدبۂ سکندری'' کے مالک و مدیر تھے - غالب کے یہ خطوط یکم جولائی ۱۸۸۹ع میں چھپے تھے، جہاں سے اثر رام پوری نے آج کل ، ستمبر ۱۹۵۱ع میں شائع کیے- ایک خط غالباً ۲۵ فروری ۱۸۶۸ع کا ''مکاتیب غالب'' صفحہ ۱۱۸ پر چھپا ہے جس میں مرزا صاحب نے یکم جنوری ۱۸۶۸ع سے اخبار بند کرنے اور ان کے نام پرچہ نہ بھیجنے کا حکم لکھا ہے -

۲- آج کل ستمبر ۱۹۵۱ع صفحہ ۲۵ ، مہر صفحہ ۶۰۷ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۷ ، مہر : ''مشفق مکرم'' -

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش
بر آراست نوابِ عالی جناب
بشب ، زہرہ و مہ قنادیل سقف
بود پیشکارش بروز آفتاب

ز غالب چو پرسیدہ شد سالِ آں
چنیں گفت آں رندِ خانہ خراب
از انجا کہ در بزمِ عیش و سرور
ز بخشش جہانی شدہ کامیاب

چو بینی نہایت ندارد طرب
بگو سالِ آں "بخششِ بے حساب"

۱۲۸۳ھ

'بخشش بے حساب' کے ۱۲۸۵ھ ہوتے ہیں - جب 'طرب' کی 'ب' کے عدد کو دور کر دیجیے تو ۱۲۸۳ھ ہوتے ہیں - فقط
مگر بھائی صاحب ! نواب صاحب سے بغیر اجازت لیے اور کہے ہرگز نہ چھاپنا -

جواب کا طالب غالب
۱۱' اپریل ۱۸۶۷ع

۱- رباعی کی اجازت کے لیے غالب نے ۱۶ اپریل ۱۸۶۷ع کو خود بھی نواب کلب علی خاں کو خط لکھا تھا - دیکھیے مکاتیب طبع ۶ صفحہ ۶۹ اور قطعۂ نمایش بے نظیر کے لیے مکتوب ۱۴ اپریل ۱۸۶۷ع جس میں صرف تین شعر لکھے ہیں :

نمایش گہے در خور شان خویش
برآراست نوّاب عالی جناب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱۱ پر)

(لفافے کا پتہ) :

رام پور، آزاد خاں کا بنگلہ ۔ دبدبۂ سکندری کا مطبع، خان صاحب مشفق مکرم محمد حسین خان صاحب کی خدمت میں پہنچے ۔

بیڈ ضروری

[۷۶] ایضاً (۲)

خان[۱] صاحب مشفق مکرم محمد حسین خان صاحب کو غالب کا سلام پہنچے ۔

آگے میں نے ایک خط مع ایک قطعہ اور ایک رباعی کے بھیجا ہے ۔ یقین ہے کہ آپ نواب صاحب سے اجازت لے کر اس کو موافق میری خواہش کے چھاپ دیں گے الخ (مکتوب الیہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے باقی عبارت نہیں چھاپی)

راقم اسد اللہ خاں

۲۵ اپریل ۱۸۶۷ع

(پتہ لفافہ) :

رام پور کے ڈاکخانے میں پہنچ کر فضل حسین خان پوسٹ ماسٹر کے پاس پہنچے۔ وہ اپنی مہربانی سے 'دبدبۂ سکندری' کے مطبع میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱۰)

بہ بیں چوں طرب را نہایت نماند
بود سال آں بخشش بے حساب
خدایا ! پسند و خداوندگار
کہ از طبع غالب رود پیچ و تاب

مکاتیب صفحہ ۶۹ ، ۷۰ ۔ نیز کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور، جلد اول صفحہ ۵۰۲ ۔

۱- آج کل ستمبر ۱۹۵۱ع صفحہ ۲۵ ، مہر صفحہ ۶۰۷ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۹ ۔

مشفقی و مکرمی محمد حسین خاں صاحب کے پاس بھجوا دیں -

[۷۷] ایضاً (۳)

شفیق[1] مکرم محمد حسین خاں صاحب کو فقیر اسد اللہ کا سلام -
آپ کا مہربانی نامہ پہنچا، مطالب دل‌نشین ہوئے - ۷۴ کی عمر ہوئی ، اگر سن تمیز ۱۴ برس سے رکھیے تو ساٹھ برس کا نیک و بد سیاہ و سفید کا تجربہ‌کار ہوں ، اور حقیقت ہر بات کی کماحقہ فوراً ذہن میں آ جاتی ہے - واللہ تاللہ ثم باللہ ! تمھارا خط پڑھتے ہی مجھ کو یقین آ گیا ، آپ بھی اس کو یقین سمجھیےگا اب جو تم کو دوست صادق الولا جانا تو حقیقت لکھتا ہوں - الخ (باقی خط نقل نہیں کیا گیا) -

۵ محرم ۱۲۸۴ھ [۱۰ مئی ۱۸۶۷ع]

۱- آج کل ستمبر ۱۹۵۱ع صفحہ ۲۵ ، مہر صفحہ ۶۰۸ "الخ" ندارد. غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۸۰ - یہ تینوں خط مکاتیب غالب میں نہیں ہیں - مہر صاحب نے ۱۰ مئی ۱۸۶۷ع کو بریکٹ میں اور باہر "۲۵ اکتوبر" لکھا ہے -

[۷۸] به نام نواب امین الدین احمد خاں بہادر والیِ لوہارو (۱)

۳ مارچ[1] ۱۸۶۷ع

اے میری جان!

کس وقت میں مجھ سے غزل مانگی کہ میرے واسطے نکیرین کے جواب دینے کا زمانہ قریب آ گیا۔ میرا حال اب جس کو دریافت کرنا ہو، وہ اہلِ محلہ سے دریافت کر لے۔ تمھاری خاطر عزیز ہے، فکر کی، بارے نفسِ ناطقہ نے بری بھلی طرح مدد دی، تو شعر پہنچتے ہیں، لیکن نہ شاعرانہ، نہ عارفانہ۔

غزل[2]

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں
میں دشتِ غم میں آہوے صیاد دیدہ ہوں

ہوں دردمند، جبر ہو، یا اختیار ہو
گہ نالۂ کشیدہ، گہ اشکِ چکیدہ ہوں

جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں ہوا دہن
از بسکہ تلخیِ غمِ ہجراں چشیدہ ہوں

نہ سبحہ سے علاقہ، نہ ساغر سے رابطہ
میں معرضِ مثال میں دستِ بریدہ ہوں

۱- نقوش مکاتیب نمبر ۱۰۶، حواشی دیوان غالب عرشی ۳۸۹، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۶۔

۲- یہ غزل سب سے پہلے ''اردو'' دکن، پھر دیوان غالب طاہر ایڈیشن میں شائع ہوئی۔ عرشی صاحب نے بیاض علائی سے خط اور غزل نقل کی ہے۔

ہوں خاکسار، پر نہ کسی سے ہے مجھ کو لاگ
نہ دانہٗ فتادہ ہوں ، نہ دام چیدہ ہوں

جو چاہیے ، نہیں وہ مری قدر و منزلت
میں یوسفِ بہ قیمتِ اول خریدہ ہوں

ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے مری جگہ
ہوں میں کلامِ نغز ، ولے نا شنیدہ ہوں

اہلِ ورع کے حلقے میں ہر چند ہوں ذلیل
پر عاصیوں کے فرقے میں ، میں برگزیدہ ہوں

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئنے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

---

[۷۹] بہ نام نواب علاء الدین خاں صاحب (۱)

صاحب! آگ برستی ہے، کیوں کر آگ میں گر پڑوں ؟ مہینا ، ڈیڑھ مہینا اور چپکے رہو ، دے و بہمن بہت دور ہے ، آبان و آذر میں بشرط حیات قصد کروں گا ۔

یہ چند ورق یوسف مرزا نے از روئے 'دہلی اردو اخبار' کاتب سے لکھوا کر رکھے تھے اور میرے پاس پڑے ہوئے تھے ۔ ثاقب کو دیے تاکہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ تم کو بھیج دے اور تم میری طرف سے میرے بھائی اور اپنے والد ماجد کو دو۔ جب اٹھا کر دیکھا کریں گے تو کئی منٹ کی دل لگی کو یہ اشعار مکتفی ہو جائیں گے ۔

یہ سطریں جواب میں ہیں تمھارے اُس خط کے جو آج اس وقت ڈاک سے میں نے پایا ہے ۔

نیم روز، دو شنبہ ، ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ
مطابق ۳۰ ستمبر ۱۸۶۱ع

۱۔ اردوے معلیٰ غالب نمبر حصہ دوم ، دہلی یونیورسٹی میگزین صفحہ ۷۰ ۔
خطوطِ غالب از مہیش پرشاد میں علائی کے نام خط نمبر ۱۰ مجریہ ۲۵ ستمبر میں ہے :"عقرب و قوس کے آفتاب ، یعنی نوبر دسمبر میں قصد تو کروں گا"۔غالباً علاء الدین خاں نے یاد دہانی کی ، اس کے جواب میں یہ خط لکھا ۔ اس کے بعد پھر شکوہ کیا گیا تو خط نمبر ۱۱ مکتوبہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۱ع لکھا ۔ دیکھیے خطوط طبع الہ آباد ۳۳۱ ۔

[۸۰] ایضاً (۲)

خوشی[1] ہے یہ آنے کی برسات کے
پئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں
گر آغاز موسم میں اندھے ہیں ہم
کہ دلی کو چھوڑیں لوہارو کو جائیں؟

سوا 'ناج' کے جو ہے مقلوب 'جان'
نہ واں آم پائیں، نہ انگور پائیں
ہوا حکم باورچیوں کو کہ ہاں
ابھی جا کے پوچھو کہ 'کل کیا پکائیں'

وہ کھٹے کہاں پائیں املی کے پھول
وہ کڑوے کریلے کہاں سے منگائیں؟
فقط گوشت، سو بھیڑ کا ریشے دار
کہو اس کو ہم کھا کے کیا حظ اٹھائیں؟

خوانی بسوئے خویش و ندانی کہ مردہ ام
دانی کہ مردہ را رہ و رسم خرام نیست
نے 'شیخ سدو' ام، نہ 'الہ بخش' مرگ من
از عالم جنابت و مرگ حرام نیست

[۱۸۶۷ء[2]]

۱- غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۸۵، بحوالہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۶۷ - یہ رقعہ علائی کی بیاض میں بلا تاریخ درج ہے، دیکھیے "دیوان غالب، شرح غالب" صفحہ ۳۷۴ از مولانا عرشی -

۲- میرے خیال میں یہ رقعہ ۱۸۶۷ء سے متعلق ہے -

[۸۱] بہ نام نواب شہاب' الدین خاں ثاقب (۳)

میاں ثاقب صاحب[۲]!

کہاں پارسل بناتا پھروں ، کہاں ڈاک میں بھجواتا پھروں؟ تم اس کتاب کو لوہارو بھیج دو اور جلد بھیج دو۔

نیم روز ، دو شنبہ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۸ھ ، مطابق ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع

غالب

۱- مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب ، مولود ۱۸۴۰ع ، متوفی اپریل ۱۸۶۹ع نواب ضیاءالدین خاں کے فرزند اور مرزا غالب کے محبوب بھانجے تھے۔

۲- یہ رقعہ گوپی چند نارنگ صاحب کو ذخیرۂ سہیش پرشاد سے دستیاب ہوا ہے - دیکھیے اردوے معلیٰ دلی یونیورسٹی میگزین غالب نمبر حصہ دوم صفحہ ۴۷ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۱۷۱ -

[۸۲] به نام نواب یوسف علی' خاں ناظم (۱)

حضرت ِ ولی ِ نعمت ، آیۂ رحمت ، سلامت !

بعد ِ تسلیم معروض ہے - توقیع ِ وقیع عز ِ ورود لایا - بذریعۂ ہنڈوی سو روپے بابت جنوری ۱۸۶۵ع معرض ِ وصول میں آئے -

دیکھیے کب غسل فرماتے ہیں آپ
دیکھیے کب دن پھریں حمّام کے

زیادہ حد ادب - ۱۲

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب

۸ فروری سنہ ۱۸۶۵ع

۱- نواب یوسف علی خاں خلف محمد سعید خاں نواب رام پوز ۵ ربیع الثانی ۱۲۳۱ھ مطابق ۵ مارچ ۱۸۱۳ع کو پیدا ہوے اور جمعہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ع کو وفات پا گئے اور قلعہ کے امام باڑے میں اپنے والد کے برابر دفن کیے گئے - خلیفہ غیاث الدین مؤلف غیاث اللغات اور مرزا غالب سے دہلی میں فارسی پڑھی - صدر الدین آزردہ اور مولوی فضل حق سے عربی و فلسفہ و منطق پڑھی - مومن و غالب سے اصلاح اشعار میں مدد لی- غالب کا ان سے تعلق ۱۸۵۶ع میں ہوا - مکاتیب غالب ،مرتبہ عرشی رامپوری طبع اول میں ۲۴ اور طبع ششم میں ۴۴ خط نواب صاحب کے نام ہیں - ۱۶ خط رسیدیں ہیں - مذکورہ بالا خط خواجہ احمد فاروقی نے دارالانشاء رام پور سے حاصل کرکے آج کل دہلی اپریل ۱۹۵۴ع صفحہ ۹ میں شائع کیا - مکاتیب میں یہ خط شائع نہیں ہو سکا -

غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۶۱ -

بحضور والا سرور جناب مہاراجہ صاحب ... دام اقبالہ و زاد افضالہ
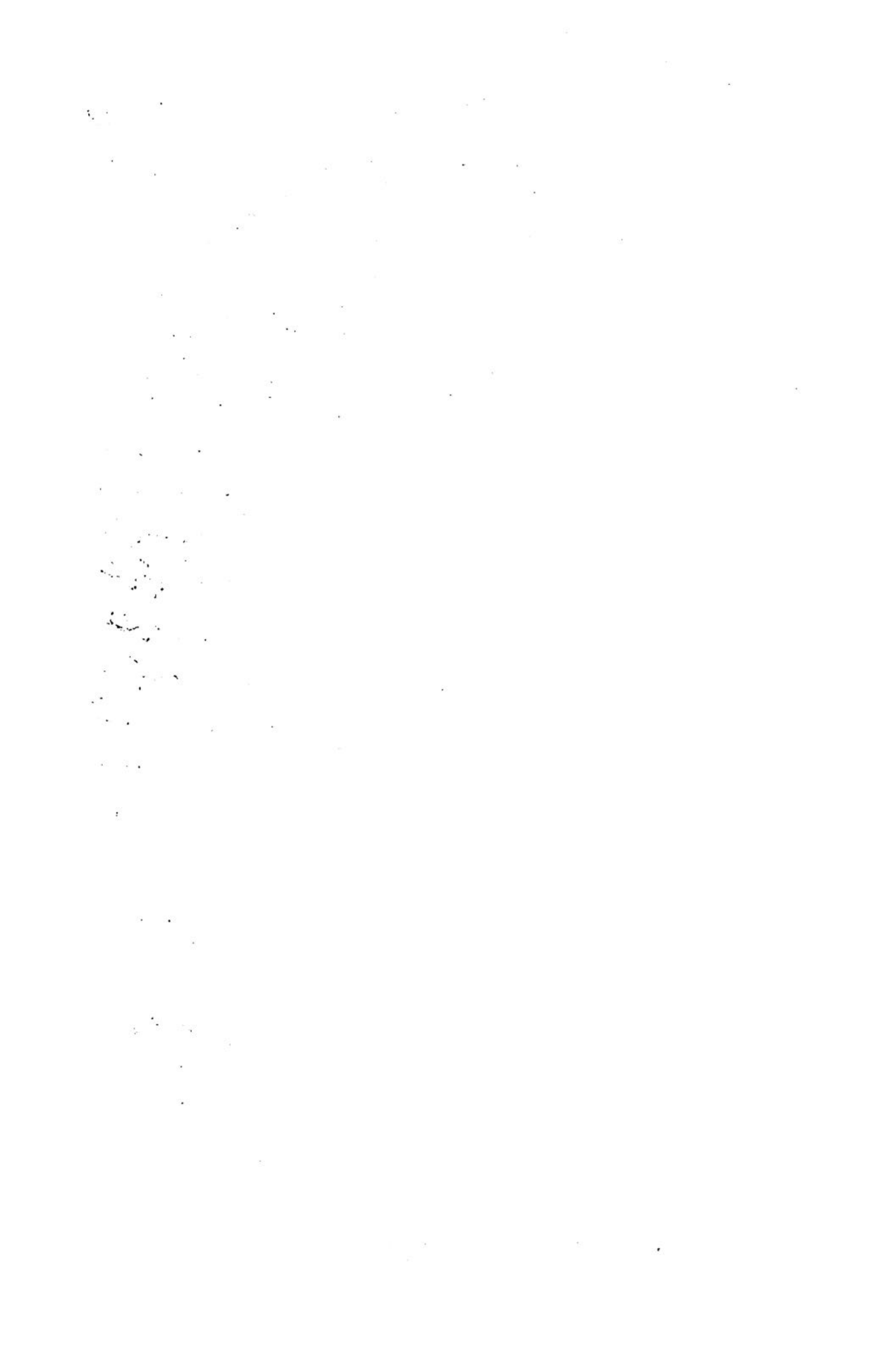
لوازم نیاز و تسلیم از روی مودت و ارادت بجا می آرد و مطالب و مقاصد را بربان آرزو عرضہ میدارد بہ گوشہ نشینی سرکار فیض آثار انگریزی کا بعوض جاگیر پنسن دار اور گورمنٹ کی دربار میں سات پارچہ اور تین رقم خلعت پانے والا اور حضرت قدر قدرت ملکہ معظمہ دوران کا مداح اور بقلم وزرای شاہنشاہی سارق فلک خشنودی کا پانی ہوئی ہوں درین ولا منشی کشوری لال صاحب نے کہ وہ میرے شفیق اور حضور کے خیر خواہ ہیں مجھ پر مسودہ عرضداشت اور سکہ حضور کے فرمانے میں حضور کے خدمت بجا لانیکو اپنا فخر و سعادت سمجھتا ہوں اور عرضداشت کا مسودہ اس نیاز نامہ میں ملفوف بھیجکر یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ مسودہ پسند آئے تو یہہ کاغذ مجکو واپس ملجائے اور اگر اسے مسودہ کے موافق عرضداشت لکھنی منظور ہو تو میرا بھیجا ہوا یہ مسودہ کہ مہر و دستخط میرے دفتر میں رہے اور حرف بحرف مطابق اسکے عرضداشت لکھی جائے میری لکھی ہوئی فقرو نہیں اور فقری داخل نکئے جائیں اور کوئی لفظ بدلا نجائے اسم مبارک کے سکہ کے باب میں عرض یہہ ہے کہ اگر سنہ جلوس اسکو قرار دیجئے کہ ہندوستان میں بادشاہی ملک دری ہوئی تو یہہ بات نامناسب ہے کیا وہ اس سے پہلی بادشاہ نہ تھیں اور اگر وہ سال منظور رکھئے کہ جس سال میں ولایت میں تخت پر بیٹھی ہیں تو یہہ تکلف محض ہے بہتر یہ ہے کہ دو سن لکھی جائیں ایک از روی اصطلاح ۱۸۵۸ عیسوی اور ایک موافق رواج ملک وملت سمبت ۱۹۱۵ سکۂ مبارک کے تین نقشے بھیجتا ہوں دو مع تصویر اور اوسمیں سکہ منظوم یعنی ایک شعر جیسا کہ سلاطین ماضی کا رسم تھا میں دستور ہے اور ایک نثر ان نقشوں میں سے جو نقشا سری مہاراج کی پسند آئے وہ حضور کو مبارک ہووے

اب نیازمند اس عنایت کا متوقع ہے کہ آیندہ میں راج کا متوسل اور سری مہاراج کا تنخواہ دار گنا جاؤں اور جو کام میرے لائق ہو بے تکلف اوسکے سرانجام کا مجکو حکم ہوا کرے زیادہ حد ادب بہارستان جاہ و جلال بےخزان و بہار دولت و اقبال جاودان باد

نیاز نامہ اسد اللہ خان غالب متخلص بہ غالب نگاشتہ پنجم نومبر ۱۸۵۸ع

ان سب میں ... ایک کو کہ موزوں اور فصیح ہو اوسکو ... کر دیجئے

یہ عکس پہلی مرتبہ اس مجموعہ میں شائع ہو رہا ہے

[۸۳] به نام مہاراجا سردار سنگھ والیِ بیکانیر (۱)

حضور وافرالسرور جناب سری مہاراجہ صاحب والا مناقب ، عالی شان قلزمِ فیض و احسان دام اقبالہ و زاد افضالہ ۔

لوازمِ نیاز و تسلیم ہا از روے مودت و ارادت بجا می آرد و مطالب و مقاصد را بہ زبانِ اردو عرضہ می دارد ۔

یہ گوشہ نشین سرکار فیض آثار انگریزی کا بعوض جاگیر پنسن دار اور گورنمنٹ کے دربار میں سات پارچہ اور تین رقم خلعت پانے والا اور حضرت قدر قدرت ملکہٴ معظمہٴ دوراں کا مداح اور بہ قلم وزرائے شاہنشاہی سارٹی فکٹ خوشنودی کا پائے ہوئے ہے ۔ دریں ولا ، منشی کشوری لال صاحب نے کہ وہ میرے دوست اور حضور کے خیرخواہ ہیں ، مجھ پر مسودہ عرضداشت اور سکہٴ حضور کی فرمائش کی ۔ میں حضور کی خدمت بجا لانے کو اپنا فخر و سعادت سمجھتا ہوں اور عرضداشت کا مسودہ اس نیاز نامہ میں ملفوف بھیج کر یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ مسودہ پسند نہ آئے تو یہ کاغذ مجھ کو واپس مل جائے ، اور اگر اسی مسودہ کے موافق عرضداشت لکھنی منظور ہو تو میرا بھیجا ہوا یہ مسودہ کہ بہ مُہر و دستخط میرے ہے ، دفتر میں رہے اور حرف بہ حرف مطابق اس کے عرضداشت لکھی جائے ۔ میرے لکھے ہوئے فقروں میں اور فقرے داخل نہ کیے جائیں اور کوئی لفظ بدلا نہ جائے ۔ اسمِ مبارک کے سکّہ کے باب میں عرض یہ ہے کہ اگر سنہِ جلوس اس کو قرار دیجیے کہ ہندوستان میں بادشاہی عمل داری

۱۔ سردار سنگھ (متوفیٰ ۱۸۷۲ع) کے والد کا نام رتن سنگھ تھا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰ پر)

ہوئی تو یہ بات نا مناسب ہے ۔ کیا وہ اس سے پہلے بادشاہ نہ تھیں ؟ اور اگر وہ سال منظور رکھیے کہ جس سال میں ولایت میں تخت پر بیٹھی ہیں ، تو یہ تکلف محض ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ دو سنہ لکھے جائیں : ایک از روے اطاعت ۱۸۵۹ع اور ایک موافق رواج ملک و ملت سنبت ۱۹۱۵ - سکہ مبارک کے تین نقشے بھیجتا ہوں ، دو مع تصویر ، اور اس میں سکہ منظوم یعنی ایک شعر جیسا کہ سلاطین ماضی کا ہر ملک میں دستور ہے ۔ اور ایک نثر ، ان نقشوں میں سے ۔ جو نقشہ سری مہاراج کی پسند آئے وہ حضور کو مبارک ہو ۔

اب نیاز مند اس عنایت کا متوقع ہے کہ آیندہ میں راج کا متوسل اور سری مہاراج کا دولت خواہ اور دعا گو گنا جاؤں گا اور جو کام میرے لائق ہو ، بے تکلف اس کے سر انجام کا مجھ کو حکم ہوا کرے ۔

زیادہ حد ادب

بہارستان جاہ و جلال بے خزاں و بہار دولت و اقبال جاوداں باد !

نیاز نامۂ اسد اللہ خاں شاعر، غالب تخلص

نگاشتۂ پنجم جنوری سنہ ۱۸۵۹ع

(مُہر) : خان بہادر نظام جنگ

نجم الدولہ دبیرالملک اسد اللہ

۱۲۶۷ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱۹ سے)

سردار سنگھ ۱۸۵۲ع میں گدی نشین ہوے ۔ انگریزوں کی امداد کے صلے میں انھیں اکتالیس مواضع معافی میں عطا ہوئے تھے ۔ بیکانیر ریاست کا سکہ الگ ہوتا تھا ۔ مہاراجا گنگا سنگھ کے زمانے میں چاندی کے سکے پر ایک رخ تاج دار برطانیہ کی تصویر ، دوسری طرف یہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۲۱ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲۰ سے)

تحریر تھا : ”مہاراجہ گنگا سنگھ والی بیکانیر“ اور سنہ عیسوی -
اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ صاحب نے ۱۸۵۹ع میں اپنے سکۂ جدید کے لیے تاج دار برطانیہ کو درخواست دینا چاہی ہے اور منشی کشوری لال نے غالب سے گفتگو کی ہے - مرزا صاحب نے ایک فارسی نثر اور ریاست کے لیے دو سکے لکھ کر بھیجے کہ ایک پسند کر لیا جائے :

به عهد دولت وکٹوریه به بیکانیر
نمود سکۂ سردار سنگھ زر را زیر
نمود سکۂ سردار سنگھ ، زر را زیر
ز روے نام و نشان در دیار بیکانیر

عام سکے کی عبارت کے لیے تین فقرے لکھے :

* ”ملکۂ زمان کوئن وکٹوریہ سریر آراے ہند و انگلینڈ -
* کوئن وکٹوریہ ، تخت نشین ہند و انگلینڈ -
* کوئن وکٹوریہ اورنگ آراے ہند و انگلینڈ -“

ان میں سے تیسرے نمونے کو منشی شیونرائن نے پسند کر کے صواد (ص) بنا دیا ہے -

* منشی کشوری لال ، اور منشی شیو نرائن کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں -
* اس سلسلے میں مرزا کو ایک ہزار روپیہ ملا ، جس کا اندراج ریاست کی فائل میں ہے - (اطہر ہاپوڑی ، غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط ، آج کل ۱۵ فروری ۱۹۴۷ع) -

کونسل نشینوں کے نواب صاحب کے حسنِ صورت و فرطِ خلق و لطفِ تقریر سے بہت راضی و خوشنود ہوے اور ان کی رائے سب کو پسند آئی ۔

این مراتب کہ دیدہ ای جزویست
کار کلی ہنوز در قدرست

روز افزونیِ دولت و اقبال کے مدارج ابھی بہت سنوں گا اور دیکھوں گا ، انشاء اللہ العظیم ۔

تم سلامت رہو قیامت تک
دولت و عز و جاہ روز افزوں

دوامِ دولت کا طالب
غالب ۔ ۱۲
۲۶ جنوری ۱۸۶۷ع

[۸۷] به نام مولوی ضیاءُ الدین خاں ضیاء دہلوی (۱)

بخدمت جناب مولوی صاحب معظم ، مسلّم علمائے عرب و عجم ، مولوی ضیاء الدین خاں صاحب ضیاء دہلوی نبیرۂ نواب سابق بستی دارا پور -

جناب[۲] مولوی صاحب ! میں نے ایام دبستان نشینی میں 'شرح مأۃ عامل' تک پڑھا - بعد اس کے لہو و لعب اور آگے بڑھ کر فسق و فجور و عیش و طرب میں منہمک ہوگیا - فارسی زبان سے لگاؤ اور شعر و سخن کا ذوق فطری و طبعی تھا - نا گاہ ایک شخص[۳] وارد ہوا کہ ساسان پنجم کی نسل میں سے ، معہذا منطق و فلسفہ میں مولوی فضل حق مرحوم کا نظیر اور موحد و صوفی صافی تھا ، میرے شہر میں وارد ہوا - اور لطائف فارسی بحت[۴] اور غوامض فارسی آمیختہ بہ عربی اس سے میرے حالی ہوئے - سونا کسوٹی پر چڑھ گیا - ذہن معوج نہ

۱- مولوی ضیاءالدین خاں خلف محمد بخش ، دلی کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر عربی تھے - بعض بڑے بڑے انگریزوں کو انھوں نے عربی پڑھائی تھی - ایڈنبرا یونیورسٹی سے ایل ایل ڈی کی سند پائی اور حکومت سے شمس العلماء کا خطاب پایا تھا - ''انشاے اردو'' میں ان کی دو تین تحریریں یادگار ہیں - قاطع برہان اور قاطع القاطع کے سلسلے میں غالب نے مولوی امین الدین پر ہتک حرمت کا دعویٰ کیا تو مولوی ضیاء الدین خاں نے غالب کے خلاف گواہی دی تھی -

۲- ہندوستانی الہ آباد ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۸ ، مہر صفحہ ۶۰۲ ، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۴۱ -

۳- مہر : ''ایک شخص کہ ساسان نجم'' وارد ہوا - ندارد -

۴- بحت : خالص -

[۸۵] ایضاً (۲)

حضرتِ ولیِ نعمت، آیۂ رحمت سلامت!

بعد[1] تسلیم معروض ہے: ورودِ توقیع و نوید عفوِ رواں پروری کے سو روپے بابت تنخواہ اکتوبر ۱۸۶۶ع از روے ہنڈوی ملفوف معرضِ وصول میں آئے۔

یا امیر المسلمین[2]! حضرت کا عزم رونق فزائے اکبر آباد سن کر چاہا کہ وہاں آؤں۔ ریل کی سواری کی تاب ہرگز نہ پائی۔ منزل بہ منزل جانے میں سوچا کہ آگرہ سات منزل، رام پور چھ منزل۔ یہاں جو جاؤں وہیں کیوں نہ جاؤں؟ عزم مصمم کیا کہ اپنے فرزند اور آپ کے غلام کو بھیجوں، وہ بھی خوش خوش آمادۂ رہ روی ہوا۔ ناگاہ تپِ محرقہ نے اسے گھیرا اور شانے کا درد علاوہ۔ مہینہ بھر ہوا کہ نہ تپ اترتی ہے، نہ شانے کا درد جاتا ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں کی تجویز سے فصد بھی کھلی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کسی شب کو کچھ سو رہتا ہے ورنہ ساری رات جاگتا ہے اور ہائے ہائے کرتا ہے۔ اس کے ساتھ سب جاگتے ہیں:

راحتے نیست در آں خانہ کہ بیماری ہست

۱۔ یہ خط آرزو صاحب نے آج کل مئی ۱۹۵۲ع میں شائع کیا تھا۔ غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۲، مہر صفحہ ۶۵۲۔ مکاتیب میں نواب کلب علی خاں کے نام ۷۳ خط ہیں، یہ خط بلحاظ تاریخ مکتوب نمبر ۳۳ کے بعد کا ہے، جس میں اسی سفر کا ذکر ہے۔ یہ سفر لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس کے سلسلے میں ہوا اور نواب صاحب باوجود علالت کلکتے گئے۔ اور ۳۱ جنوری ۱۸۶۷ع کو واپس ہوئے۔

۲۔ غالب کی نادر تحریریں "یا امیرالمرسلین"۔

مجمل یہ ہے اور مکرمی میر محمد ذکی صاحب عرض کریں گے۔
زیادہ حد ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

عریضۂ اسد اللہ خاں بے دستگاہ
معروضۂ دو شنبہ ۵ نومبر ۱۸۶۶ع

[۸۶] ایضاً (۳)

حضرت[۱] ولی نعمت، آیۂ رحمت سلامت!

بعد تسلیم معروض ہے، کل حضرت کے اقبال سے ایک مسرت تازہ مجھ کو پہنچی۔ تفصیل اس کی یہ کہ اقبال نشان میرزا شہاب الدین خان انگریزی خواں ہے، اخبار انگریزی دیکھا کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے انگریزی اخبار میں دیکھا کہ جناب نواب قبلہ جو شریک[۲] اجلاس کونسل ہوئے، نواب گورنر جنرل بہادر مع اور

۱- آج کل مئی ۱۹۵۲ع، آرزو "غالب کے تین غیر مطبوعہ خطوط" (صفحہ ۱۹، ۲۰)، غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۷۵، مہر، صفحہ ۶۵۳۔

۲- خط نمبر ۳۸، ۸ جنوری ۱۸۶۷ع کو لکھا گیا جس میں کونسل کی تفصیل دریافت کی تھی۔ زیر نظر خط عرشی صاحب کے مجموعے میں نہیں ہے، گویا اس خط سے اطلاع حالات کی خبر دی گئی، لیکن اس کے بعد ایک خط اور ہونا چاہیے جو غالباً ابھی تک نہیں ملا۔ پھر ۱۴ فروری کا مکتوب نمبر ۳۹ ہے جس میں رام پور میں آمد اور قیام و دوبارہ کلکتہ جانے کے لیے رائے دریافت کی گئی ہے۔

[۸۴] بہ نام نواب کلب[1] علی خاں صاحب (۱)

حضرت ولی[2] نعمت آیہ[3] رحمت سلامت !

بعد تسلیم معروض ہے کہ آج شہر میں شہرت ہے کہ حضرت امیر المسلمین نے مفتی[2] صدر الدین مرحوم کی زوجہ کو پانسو روپے، مفتی جی کی تجہیز و تکفین کے واسطے رام پور سے بھیجے ہیں - فقیر کو بھی توقع پڑی کہ میرا مردہ بے گور و کفن نہ رہے گا - جیسا کہ مرزا جلال اسیر کہتا ہے :

جرعہ[4] لطف تو بعد از ما بما خواہد رسید

میں نے کل ایک خط نواب مرزا خاں[3] کو لکھا ہے - خدا جانے وہ حضرت کی نظر سے گزرے یا نہ گزرے - اس خط میں ، میں نے

۱- محمد کلب علی خاں خلف محمد یوسف علی خاں : مولود ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۸۳۵ء متوفی ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء - نواب کلب علی خاں ، نواب تخلص کرتے تھے- فارسی میں مرزا محمد تقی سپہر کاشانی کے شاگرد تھے اور کلام ایران بھیجتے تھے- اردو میں امیر مینائی سے تلمذ تھا - غالب کی عزت کرتے تھے اور ان کے سابقہ اعزازات و وظائف ادا کرتے رہے - مکاتیب غالب طبع اول میں ۶۵ اور طبع ششم میں ۷۳ خط ہیں - یہ خط سب سے پہلے خواجہ احمد فاروقی نے آج کل دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۸ پر اور مختار الدین آرزو نے آج کل مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۰ پر شائع کیا - غالب کی نادر تحریریں صفحہ ۸۸ ، مہر صفحہ ۶۴۷ -

۲- مفتی صدر الدین‌خاں آزردہ نے ۱۵ جولائی ۱۸۶۸ء کو انتقال کیا -

۳- نواب مرزا خاں داغ مراد ہیں جو رام پور میں تازہ وارد تھے - غالب و داغ کے خطوط اب تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں -

زوجۂ مفتی جی کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ لاولد ہے اور ساٹھ روپے کرایے کے مکان اس کے تحت میں ہیں ۔ امین الرحمٰن اس کا بھانجا ہے ، مفتی جی کا کوئی نہیں ۔

اب اپنی حقیقت عرض کرتا ہوں ؛ آخر عمر میں[۱] تین التماسیں ہیں آپ سے : ایک تو یہ کہ ہزار بارہ سو روپے کا قرض رکھتا ہوں ، چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں ادا ہو جائے ۔ دوسرا[۲] التماس یہ کہ حسین علی خاں کی شادی آپ کی بخشش خاص سے ہو جائے اور[۳] یہ سو روپے مہینہ جو مجھے ملتا ہے ، اس کے نام پر اس کے حین حیات قرار پائے ۔ یہ دو خواہشیں[۴] خواہ میری زندگی میں ، خواہ میرے بعد اجرا پائیں ۔ ۱۲

تم سلامت رہو قیامت تک
دولت و عز و جاہ روز افزوں

عرضداشت ، دولت خواہ
اسد اللہ

روز شنبہ ، ۵ ربیع الثانی ۲۷ جولائی سال حال
[۱۲۸۵ھ—۱۸۶۸ع[۵]]

۱- اس زمانے میں غالب اپنی زندگی سے مایوس اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے بہت پریشان تھے ۔ وہ باقر علی خاں اور حسین علی خاں کے معاملے میں کوئی مستقل روزگار یا آمدنی کے خواہش مند تھے ۔ یہ خواہش بار بار لکھتے رہے ۔ آخر بعدِ وفاتِ غالب ، حسین علی خاں رام پور میں نوکر ہو گئے ، بیوی کو وظیفہ ملا ۔

۲- مہر : " دوسری التماس " ۔

۳- مہر : "اور (تیسری التماس یہ کہ) ۔"

۴- مہر : "دو خواہشیں (یعنی دو آخری) ۔"

۵- لفافہ پر "۲۷ جولائی ۱۸۶۸ع" درج ہے ۔ فاروق ۔

تھا ، زبان دری سے پیوند ازلی اور استاد بے مبالغہ جاماسپِ عہد و بزرجمہرِ عصر تھا ۔ حقیقت اس زبان کی دل نشیں و خاطر نشاں ہوگئی ۔ ۱۲

اہل پارس جو قدمِ عالم کے قائل ہیں ، وہ مثل ہنود کے آفرینشِ عالم کا آغاز و انجام و سر و بن نہیں بتاتے ۔ ہمارے مذہب کے موافق بھی کیومرث وغیرھم کی سلطنت کو دو چار ہزار سے کم نہ گزرے ہوں گے ۔ تالہ[1] اور نجوم ، طب اور فقہ اور انشاء اور انشاد[2] کون سا علم اور کون سا فن ہوگا جو اس گروہ میں نہ ہوگا ؟

سکندر جب ایران پر مسلط ہوا تو ارسطو نے کتاب خانۂ دارا سے بہت سے علوم یونانی زبان میں نقل کیے ۔ اللہ اللہ ! اس گروہ کو دیکھیے جن کا کلام علم حکمت میں حکمائے یونان کا ماخذ ہو ۔ اگر ابوعلی سینا ، قابوس[3] وشمگیر کے کتاب خانے سے کتب حکمائے یونانیہ لے کر مطالبِ حکمی کو زبانِ عرب میں نقل نہ کرتا تو اکابرِ عرب میں سوائے مسائل فقہیۂ شرعیہ ، علمِ معقول کا نشان نہ پایا جاتا ۔ ۱۲

دو تین ہزار برس قبل آج سے ، کہ عرب و عجم بیگانۂ ہمدگر تھے ، اہل پارس اپنے مطالبِ علم ، بلکہ علومِ متنوعہ کو کس زبان میں شرح کیا کرتے تھے ؟ اور تعلیم و تعلم و سوال و جواب کا مدار

۱- تالہ : (ت ، زبر ، ا ، زبر ، ل مشدد ، پیش ، ہ ساکن) خدا پرستی ۔
۲- انشاد : شعر پڑھنا ۔ شعر کہنا مراد ہے ۔
۳- شمس المعالی قابوس بن وشمگیر بن زیار ۔ زیاری خاندان کا چوتھا بادشاہ جو ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا اور ۴۰۳ھ میں وفات پائی ۔ اس کا مقبرہ گنبد قابوس کے نام سے مشہور ہے ۔ مشہور یہ ہے کہ بو علی سینا نے نوجوانی میں نوح بن منصور کے قیمتی کتب خانے سے فائدہ اٹھایا تھا ۔

کن الفاظ پر ہو گا ؟ بے شبہہ وہ الفاظ پارسی ہوں گے ۔

جب خلیفہ ثانی کے عہد میں یزدجرد مارا گیا ، اور پارس پر اعراب مسلط ہوئے ، درفش کاویانی کا جواہر آمود[1] چمڑا ، پارہ پارہ ہوکر غازیان اسلام پر بٹ گیا ۔ کتاب خانے پارس کے ، کیا بادشاہی اور کیا امرا اور رعایا کے ، چولھے میں جھونکے گئے ، یعنی ان سے حمام گرم ہوئے ۔ جیسا کہ میں نے ایک جگہ اس واقعے کو فارسی عبارت میں لکھا ہے — و ھی[2] ھذا :

"کتاب خانہائے پارسیاں ، افروزینۂ گلخن گرمابہائے بغداد شد ، بہانۂ احکام آتش پرستی ہم بہ آتش باز گشت ۔"

اگرچہ بلاغت خاص اہل عرب کے حصے میں آئی ہے ، لیکن فصاحت میں اہل پارس بھی اعراب کے شریک ہیں ۔ بالجملہ اعیان عجم و بلغاے عرب میں امتزاج و اختلاط و مہر و محبت و قرب و قرابت پیدا ہوئی ۔ اختلاف مذہب اٹھ گیا تھا ۔ اور ریاست و سیاست بہ صلاح و صوابدید فریقین ہونے لگے تھے ۔ طبیعتیں تھیں دراک ، فارسی و عربی کو باہم ربط دے کر ، ایک 'اردو' پیدا کیا ۔ سبحان اللہ ! وہ زبان نکلی کہ نہ نری فارسی میں وہ مزا ، نہ نری عربی میں وہ ذوق ۔ زبان فارسی کے قواعد کے کتب خاکستر ہوگئے تھے ، اس پر طرہ یہ کہ عربی کے قواعد کے بڑے بڑے جلیل القدر رسالے مرتب ہوگئے تھے اور ہوتے جاتے تھے ۔ بے چارہ فارسی زبان ، غریب الوطن بے سر و سامان ، نہ اس کی کوئی فرہنگ ، نہ اس کے قوانین کا کوئی رسالہ ، نہ علم پارسی کا کوئی عالم باقی ۔ دو چار ہزار لغت و اسم و فعل ، زبان زد اہل عصر

۱۔ مہر : "جواہر آمیز" 'آمود' صحیح ۔ جواہر آمود ۔ درفش کاویانی : چمڑے کا جھنڈا جس کو جواہرات جڑے ہوئے تھے ۔

۲۔ "عبارت" کی مناسبت سے ضمیر مؤنث لائے لیکن اشارہ مذکر ہے ۔

ہوں گے ۔ فارسی کا صرف کہاں ، فارسی کا نحو کہاں ؟ فارسی زبان ، اعراب کی لونڈی ، جو چاہا نام رکھ دیا ۔ 'ضوء النہار' کہہ کر یاد کیا۔'او[1] لونڈی !' 'اری چھوکری !' کہہ کر بلا لیا ۔ سو بھی ، جو اکابر فریقین موجد اردو زبان ہوئے تھے ، وہ تسمیہ قواعد فارسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ۔ سنہ ۸۰۰ یا[2] سنہ ۹۰۰ ہجری میں ہوسناک لوگ فارسی کی[3] فرہنگ لکھنے پر متوجہ ہوئے ، نہ ایک نہ دو ، بلکہ ہزار دو[4] ہزار فرہنگیں فراہم ہو گئیں ۔ یہاں تک کہ قتیل نو مسلم لکھنوی اور 'ملا غیاث الدین ، ملائے مکتب دار رام پوری اور کوئی روشن علی جون پوری ۔ اور کہاں تک کہوں ، کون ، کون .[5] . . . . جس کے جی میں آئی وہ متصدی تحریر قواعد انشاء ہو گیا ۔ میں ان سب کو یا ان میں سے مختص فلاں و بہاں کو اپنا مطاع کیوں کر جانوں ؟ اور کس دلیل سے ان کے تحکم کو مانوں ؟ - ۱۲

پارسیان سابق جو جانتے نہ تھے کہ فاعل کس کو کہتے ہیں اور جمع کس مرض کا نام ہے ، امر کا صیغہ کون جانور ہے اور اسم جامد کس قسم کے پتھر کو کہتے ہیں ، انھوں نے کبھی نہ کہا ہو گا کہ 'دانا' و 'بینا' صیغۂ اسم فاعل اور 'نالاں' و 'گریاں' صیغۂ فاعل یا حالیہ ہے ۔ ایک جماعت نے کہہ دیا کہ الف نون افادۂ معنی فاعلیت کرتا ہے ۔ ایک صف پکار اٹھی کہ الف نون حالیہ ہے ۔ خدا جانے اہل پارس صیغۂ امر کو اپنی زبان میں کیا کہتے ہوں گے ،

۱- مہر : ''اور لونڈی'' ۔
۲- مہر : ''یا'' ندارد ۔
۳- ہندوستانی : ''کی''۔ مہر : ''کے فرہنگ'' ۔
۴- مہر : ''ہزار در ہزار'' ۔
۵- 'ہندوستانی' الہ آباد میں اسی طرح جگہ خالی ہے ۔

اور الف فاعل کا ان کی لسان میں کیا نام ہوگا ؟ آخر یہ فن امور دینی میں سے تو نہیں ہے کہ جو امام اعظم کے قول کو نہ مانے وہ مرتد ہے ۔ قوتِ قیاس کا مادہ اوروں میں تھا ، ہم کو مبدء[1] فیاض سے یہ قوت عطا نہیں ہوئی ؟ پھر الف نون حالیہ کے وجود کے اعتراف میں ، میں ہی منفرد نہیں ہوں ، بقول تمھارے اور اشخاص بھی ہیں ۔ سوال اسی قدر ہے کہ الف نون حالیہ موجود ہے یا نہیں؟ سائل کا جواب وہیں تمام ہوا جہاں[2] تم نے فرمایا کہ سابقین افتاں و خیزاں کے الف نون کو حالیہ لکھ گئے ، لاحقین نے کہا کہ یہ الف نون فاعل کا ہے ۔ خیر ایک تردد اگر پیدا ہوا تو تسمیہ میں پیدا ہوا ۔ متاخرین کا قول ، متقدمین کے کلام کا ناسخ اور الف نون حالیہ کے وجود کا مُبطل تو نہیں ہوا ؟ بہ ہر حال یہی لکھ دو کہ بعض لوگ اس الف نون کو فاعل کا الف نون بتاتے ہیں اور بعض الف نون حالیہ کہتے ہیں ۔ قصہ مختصر ، کاغذ استفتا مع دستخطِ حضرات یا بے دستخط کل میرے پاس بھیج دیجیے۔ ۱۲

تھوڑی سی[3] تقریر ، اگرچہ خارج از مبحث ہے ، لیکن اس واسطے وہ تقریر تحریر میں لاتا ہوں کہ پھر مجھے کچھ لکھنا نہ پڑے ۔ اہل پارس کے (کی ؟) منطق میں 'رواں و دواں' مع نظائر ، کہ وہ بہت ہیں ، کسی اسم کے ساتھ مختص نہیں ۔ اہل عرب نے ، بلکہ توبہ توبہ ، میں ان کو کیوں متہم کروں ؟ فرہنگ نگارانِ ہند نے یہ نام موافق اپنے قیاس کے رکھے ۔ ہم افادۂ معنیِ فاعلیت لینے[4] والوں کے قیاس

۱۔ مہر : ''مبداے'' ، لفظ 'فیاض' نہیں ہے ۔
۲۔ مہر : ''یہاں تم نے فرمایا'' ۔
۳۔ مہر : ''تھوڑی تقریر'' ۔
۴۔ مہر : ''معنی فاعلیت کے قیاس کو نہیں مانتے ۔''

کو نہیں مانتے ، الف نون حالیہ کہنے والوں کی ہم نے مطابقت رائے کی ہے -

فارسی میں اسم فاعل دو صورت پر ہے : یا گوینده یا گویا ، صیغہ ہائے امر کے مابعد جو الف نون ہے وہ حالیہ ہے - ہاں فعل کا ایک توہّم سا گزرتا ہے - سو ، اگر بامعانِ نظر دیکھیے تو ویسا ہی وہم مفعولیت کا بھی پایا جاتا ہے - پس نظر اس بات پر کہ فاعلیت کی حالت اور مفعولیت کی حالت معاً پائی جاتی[1] ہے ، یہ الف نون حالیہ ہے اور اپنے وجود کے اثبات میں قواعد نحویۂ عربیہ کا محتاج نہیں - خاص افتادن ، میں دیکھو کہ یہ نہ 'آفتنده' مستعمل ہے ، مثل گوینده ، نہ 'افتا[2]' مسموع و موجود ہے مثل 'گویا' - 'افتاں' صیغۂ فاعل کہاں سے آ گیا ؟

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ 'افتاں' کو ہم اسم فاعل جب مانتے کہ 'افت' 'بیُفت' بمعنی امر ، اہل زبان کی[3] — یعنی جو مالک ملکۂ اردوے فارسی و عربی ہیں — ان کی نظم و نثر میں آیا ہوتا — اصل مادہ 'افتاں' جو 'افت' ہے ، موجود نہیں - افتاں کہاں سے بہ معنی فاعل نکل آیا ؟ مگر ہاں ، گرنے کی حالت جس پر طاری ہو وہ افتاں ہے ، از روئے حالت نہ بحسب فعل - 'میرنده' کہو 'مردن' میں سے کیوں نہ بنایا ؟ صیغۂ فاعل متروک رہا - صرف صیغۂ مفعول یعنی 'مرده' پر قناعت کی - اور یہ جو قبلۂ اہل سخن فردوسی طوسی علیہ الرحمۃ کے ہاں آیا ہے :

۱- مہر : ''معاً پائی جاتے ہی''-
۲- مہر : ''نہ افتاد مسموع موجود ہے''-
۳- مہر : ''اہل زبان یعنی جو مالک''-

میران کسے را[1] و رگز میر

مجاز ہے ، امر بھی اور تعدیہ بھی ، متاخرین میں سے بھی **عبدالقادر بیدل** کہتا ہے : [ع]

بمیر اے سرکش ناپاک تا یکدم بیاسائی

بلکہ اردو میں بھی گراں جان آدمی کو کہتے ہیں[2] . . . . **اے فلاں** کے فلاں مر چُک ۔ سودا کہتا ہے : [ع]

جیتا رہے گا کب تک اے خضر مر کہیں

یہ سب بطریق مجاز ہے ۔

خلاصہ یہ کہ الف نون فاعل نہ فارسی بحث میں تھا ، نہ **فارسی** آمیختہ بہ عربی میں ہے ۔ قیاس کو میں مانتا نہیں ۔ **الف نون** ، **جہاں** اسمائے جامد کے آگے ہے ، جمع کا ہے اور جہاں صیغہ ہائے امر کے آگے ہے ، حالیہ ہے ۔

والسلام بالوف الاحترام[3] ۔

پہلا رقعہ بعد پڑھنے کے یا نقل لینے کے ، استفتا[4] کے کاغذ کے ساتھ مجھ کو واپس مل جائے ۔

نجات کا طالب غالب ۔ ۱۲
مُہر : اسد اللہ
۱۲۷۸ھ
[۱۸۶۴ع]

۱- مہر : ” کسے داد “۔

۲- مہر میں یہ خالی جگہ نہیں ہے ۔ علاوہ ازیں ، ”اے“ کو ”اے“ لکھا گیا ہے ۔

۳- مہر ”بہ الوف احترام“ ۔

(حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۱۱۳۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳۳)

۴۔ سوالات عبدالکریم، مطبوعہ اکمل المطابع دہلی غالباً ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ع میں چھپے۔ اس کے آخر میں ایک محضر یا استفتا تھا جس میں دو سوال تھے ؛ پہلے تو یہ کہ ''قواعد مقررۂ فارسی کے مطابق صیغۂ امر کے بعد مجرد الف افادۂ معنی فاعلیت کرتا ہے اور اسم جامد کے آگےنون مفید معنی جمع ہے۔ الف نون سے معنی فاعل لینے کا قصد کرنا ناشی غفلت سے ہے یا نہیں ؟'' دوسرا سوال یہ ہے کہ ''رواں و دواں و افتاں و خیزاں ، یعنی صیغہ ہائے امر کے آگے الف نون جو آتا ہے وہ حالیہ کہلاتا ہے۔ الف نون حالیہ کے وجود کا منکر مسلمات جمہور کا منکر ہے یا نہیں''۔ (آج کل دہلی فروری ۱۹۵۳ع صفحہ ۹)۔ زیر نظر خط غالباً اسی بحث سے متعلق ہے۔ اور مولوی ضیاء الدین خاں نے غالب کی ہمنوائی نہیں کی ہے۔ میں اس خط کو ۱۸۶۴ع کا مانتا ہوں ، انجم صاحب ۱۸۶۱ع اور مہر صاحب بے تاریخ لکھتے ہیں۔

[۸۸] بہ نام فرقانی[1] میرٹھی (۱)

واقعی[2] فخر گرگانی نے لکھا ہے اور اس کا قول سند مکمل ہے ، لیکن یہ معلوم رہے کہ متقدمین از راہ تحکم و زبردستی بہت کچھ کہہ گئے ہیں ، متاخرین نے ترک کر دیا ہے ، جیسے میر و میرزا 'لہو' کو 'لوہو' اور طرف کے مرادف 'اور' بوزن شور لکھتے تھے ۔ متاخرین نے ترک کر دیا ۔

بھائی ! میں کیا کہوں ، یہ بزرگوار کیا کیا کچھ کہہ گئے ہیں ۔ ما قبل شین مصدری مکسور ہوتا ہے ۔ 'نازش' و 'سازش' اور اس کے نظائر بہت ہیں ۔ خاقانی کے ہاں حاصل بالمصدر 'کاستن' کا اور 'نکاہش' ضمیر کے شین کے ساتھ قافیہ کیا ہے ۔ نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ ، نہ ایک خاقانی نے بلکہ بہت اساتذہ نے ۔

۱۔ جناب خان بہادر سید ابو محمد صاحب نے غالب کی اس تحریر کا عکس شائع کیا ہے اور غالب پر ایک انگریزی نوٹ بھی چھاپا ہے ۔ درحقیقت یہ نوٹ 'قاطع القاطع' کی ایک عبارت صفحہ ۴۲ سے متعلق ہے ، جس میں امین الدین نے 'آواز' ، آوازہ گشتن ، کی سند دے کر غالب کے اعتراض کا جواب لکھا ہے ۔ ابو محمد صاحب نے فرقانی کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے کہ موصوف میرمنشی تھے۔

۲۔ فخر گرگانی کے شعر یہ ہیں :

اگر نومید ازیں دربار گردم
بہ زشتی در جہان آواز گردم

دوسرا شعر ہے :

گہی گفتی ، ہم اکنوں باز گردم
بہل تا در جہاں آواز گردم

بھلا میں تم سے پوچھتا ہوں 'آب کجا' 'شراب کجا' کے ساتھ 'تا بکجا' کا قافیہ جائز رکھو گے؟ یقین ہے کہ نہ رکھو گے۔ اب ہم نہ حافظ پر اعتراض کریں گے، نہ اس امر خاص میں تتبع کر سکتے ہیں۔

قصہ مختصر، میں نے مانا کہ 'قاطع القاطع' نے دو سو قافیوں میں ایک اعتراض دفع کیا۔ آگے کیا کرے گا؟ اور دفع اعتراض اس طرح کہ سوائے ایک شخص کے دوسرے کے کلام سے سند نہ ملے؟

داد کا طالب

غالب ۱۲
[۱۸۶۴ع[1]]

۱- چونکہ قاطع القاطع ۱۲۸۳ھ میں چھپی تھی اس لیے یہ رقعہ اسی زمانے کا ہوگا، یعنی ۱۸۶۴ع یا ۱۸۶۵ع کا

[۸۹] جواب استفتا به نام زکی (۱)

تاریخ گوئی کی ایک بحث

'یہ سگِ دنیا کہ اسد کہلاتا ہے اور تخلص اپنا غالب بتاتا ہے، قول 'المامور معذور'' کا پاس کرتا ہے اور حضرات[۲] انجمن فیض سے التماس کرتا ہے کہ میں استفتا کے سزاوار نہ تھا، اور اب جو پوچھا گیا تو سچ سچ کہتا ہوں کہ:

میں فنِ تاریخ و معما سے بیگانہ ہوں، دیوان میں جو تاریخیں مندرج ہیں، بیشتر مادے اوروں کے اور قطعے فقیر کے ہیں۔ کبھی کوئی مادہ بھی عامیانہ کہہ دیا ہوگا۔

ہاں حضرت مبداء فیاض نے گنجینۂ معنی سے بہت کچھ حصہ مجھ کو دیا۔ میں نے سراسر قصیدہ و غزل و مثنوی و رباعی میں صرف کیا، البتہ بزورِ قوتِ ابداع مادۂ تاریخ میں نیا شیوہ نکالا:

زسالِ واقعۂ میرزا مسیتا بیگ
ممات راست شمار ائمہ امجاد (۱۲)
صحیفہ ہائے سماوی مبیّن از عشرات (۴)
حدیقہ ہائے بہشتی مشخص از آحاد (۸)
(۱۲۴۸)

۱۔ اردوے معلی طبع دہلی میں 'معزور' ہے اور 'اردو نامہ' کراچی میں ''المامور و معذور'' ہے۔
۲۔ اردو نامہ کراچی مطابق متن، لیکن اردو، دہلی شمارہ ۲ میں پہلے محبی ڈاکٹر مختار الدین صاحب آرزو نے یہ تحریر ''مناظرۂ معنی و زکی''

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۳۸ پر)

ایضاً :

از بروجِ سپہر جوئی مات
عشرات از کواکبِ سیار
(۱۲۷۰)

یہ دونوں قطعے کلیات فارسی ، منطبعہ اود(ھ) اخبار لکھنؤ میں چھاپے گئے ہیں ، اور وہ مجلد ، مجموع بلاد ہند میں پہنچ گئے ہیں۔ اشرف البلاد حیدر آباد میں اگر دو چار نہ ہوں گے تو ایک نسخہ میرا بھیجا ہوا ، جناب منشی حبیب اللہ خان ذکا کے پاس ضرور ہوگا۔ اس میں مشاہدہ کیا جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳۷)

سے حاصل کر کے ''اردوے معلیٰ'' دہلی یونیورسٹی میگزین شمارہ ۲ میں شائع کی ، اور موضوع تحریر یہ بتلایا کہ حیدر آباد دکن کی ایک مسجد کے لیے مرزا محمد زکی لکھنؤی نے مصرع تاریخ لکھا :

شد بنا ایں مسجد از بہر صلواۃ

وجیہ الدین معنی نے اعتراض کیا کہ ''ۃ'' کے عدد چار سو نہیں، پانچ ہیں ، اور زکی نے کہا ت اور ۃ دونوں کے چار سو ہیں۔ بحث نے طول کھینچا تو اساتذہ سے استفسار کیا گیا۔ مرزا سے بھی پوچھا گیا تو انھوں نے یہ تحریر لکھی۔ اب یہ پورا مناظرہ کتابی شکل میں جناب محمد اشرف صاحب انجینئر حیدر آباد کے پاس موجود ہے۔ 'سفینہ' سے مراد غالباً ''مناظرۂ معنی و زکی'' ہے۔

دوسری مرتبہ یہ تحریر ''اردو نامہ'' شمارہ ۵ میں تحسین سروری نے شائع کرائی ، جس سے معلوم ہوا کہ ''اس کتاب میں ۲۵ ، ۳۰ اکابر کی تحریروں کا یہ مجموعہ پچاس ساٹھ صفحات کا ہے۔''

'اردوے معلیٰ' اور 'اردو نامہ' کی روایتوں میں کچھ اختلاف ہے۔ میں نے تحسین صاحب کی روایت کو مقدم کیا ہے اور حاشیے میں اختلافات نقل کر دیے ہیں۔

اب بہ اتباعِ حکمِ احباب جس فن کو نہیں جانتا اس کے خصوص میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے یہ مسائل اس سفینے کے سوا کبھی نہیں دیکھے ۔ اب جو دیکھے تو باللہ ، اس سے زیادہ نہیں سمجھا کہ ایک گروہ تائے دراز کے چار سو عدد اور تائے مستدیرہ[1] کے پانچ عدد گنتا ہے ۔

پس نہ جناب نواب صاحب وجہ[2] الدین خان بہادر 'معنی' اپنے دعوے میں منفرد ہیں اور نہ حضرت سید صاحب میر محمد زکی اپنے دعوے میں تنہا ہیں ۔ جو ایک جہت اختیار کروں تو دوسری جہت والوں کو کہ وہ بھی کثیر اور سب فاضل و نحریر[3] ہیں ، کیا جواب دوں اور ان کے دلائل کو کن دلائل سے رد کروں ؟

امید کہ حضرات طرفین بموجب ''لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا'' اس پیرِ ہفتاد[4] و شش سالہ ، ضعیف الحواس کو معفو[5] فرمائیں ۔

(۱۲۸۴ھ)

(۱۸۶۸ع)

مُہر : نجم الدولہ دبیر الملک

اسد اللہ خاں

نظام جنگ بہادر ۱۲۶۷ھ

۱- اردوے معلیٰ دہلی ''مدورہ''۔

۲- اردوے معلیٰ دہلی ''وجیہ الدین'' ہے ۔

۳- اردوے معلیٰ دہلی ''نحریر'' ندارد ۔ نحریر : فاضل ، عالم متبحر۔

۴- غالب ، قمری حساب سے تہتر اور شمسی حساب سے اکہتر برس سے کچھ زیادہ عمر میں فوت ہوئے ۔ ''ہفتاد و شش سالہ'' سہو کتابت ہے یا غالب کا تسامح ۔

۵- اردوے معلیٰ ، دہلی : '' کو معاف فرمائیں'' ۔

[۹۰] مکتوب' به نام ؟ (۱)

جناب عالی! نامۂ وداد پیام عز صدور لایا - حضرت کو اب تو یقین آیا کہ بغیر توسط کے بھی ڈاک کے ہرکارے گم نام کا نام جانتے ہیں - اس بقعۂ معمور سراسر سرور میں غالب مغموم بہت مسرور ہے - اور کیوں نہ ہو فقیر کی قدر و منزلت ، کیا اہالی شہر اور کیا والی شہر ، ہر دو جانب سے ارزش سے بڑھ کر ہے -

ارمغان کی فرمائش سر آنکھوں پر، مگر یہاں کا ارمغان، اہل شہر کی کشش سیرت و صورت اور روش خلوص و مروت ہے، یا نواب عالی‌جناب معلی القاب کا دیدار پر انوار اور گل افشانی گفتار ہے - شہر کا حال یہ ہے کہ ذوق شعر گوئی و شعر فہمی کا جو پایہ میں نے یہاں پایا ، جمع اہلِ ہند کو بھی میسر نہ آیا - رام پور کہاں ہے ، اِس باب میں روکش شیراز و اصفہان ہے - ہر شخص شعر کا فریفتہ ، شعر ہر شخص پر فریفتہ شہر یار کا حال یہ کہ سچ عرض کرتا ہوں ، نواب صاحب کو پروردگار نے جیسا حسن و تناسب اعضاء و اندام دیا ہے ، ویسا ہی حسن تخیل و اعجاز کلام دیا ہے - چند روز ہوئے ، بیاض مردف کے اوراق برائے اصلاح مرحمت فرمائے ، لیکن اس سحر حلال کو کوئی کیا ہاتھ لگائے - خدا کی قسم ، مجھے اس شخص کے حسن صورت پر رشک آتا ، اگر اپنے تئیں اس کا ہم عصر پاتا - بھلا شیریں کلامی

۱- یہ خط جناب اسرار الحق صاحب (بھوپال) کو ایک ناقص الطرفین مطبوعہ رسالے میں ملا تھا - اس لیے مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا - نہ یہ معلوم ہوا کہ رسالہ کون سا تھا - صرف یہ معلوم ہوا کہ رسالہ ستمبر ۴ . ۹ ۱ ع کا تھا اور خط بھیجنے والے کوئی نواب صاحب تھے - (صحیفہ ، جولائی ۱۹۶۹ع صفحہ ۹۱)

پر نہ کیوں رشک آئے۔ دعا گو کہتا ہے کہ خدا اسے نظر بد سے بچائے۔ میں نے تو حضور سے صاف صاف عرض کر دیا کہ ان اشعار کے پردے میں ولی نعمت نے معانی کی پریوں کو بند کیا ہے۔ فقیر نے حسب ارشاد خداوند نقطہ ہائے اصلاحی کو ان کی دفع نظر بد کے لیے دانہ ہائے سپند کیا ہے۔ سن کے گلے سے لگا لیا۔ اور فرمانے لگے کہ ''مرزا صاحب! آپ کے نقوش قدم پر قدم رکھنے سے بے ادبی ہوئی ہے تو معاف فرمائیے۔ مگر اس میں ہماری عقیدت کو دخل ہے۔ اس جسارت پر ہنسی نہ اڑائیے۔'' عرض ہوا تھا کہ میرے معروضات میں مبالغے کا شائبہ بھی نہیں۔

اور سنو تعجب کرو گے کہ فرزند دلبند بھی نواب صاحب کو اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ کا مالک ملا ہے۔ خوش گفتار، صاحب کردار غرض کئی دن سے یہی اوراق غزلیات پڑھ رہا ہوں۔ کہیں کہیں غلطی املا ہے۔ اور بس۔ اغلاط کو بناتا اور کاتب ناہنجار کو بزبان قلم بتاتا چلتا ہوں۔ واسطے تمہارے دو غزلیں ارمغان بھیجتا ہوں۔ انصاف سے کام لو، کہاں قلم لگاؤں۔ ضد کی اور بات، کیا یہی کہے جاؤ گے، تونے خواہ نخواہ نواب مصطفیٰ خاں سے بڑھا دیا۔

والسلام مع الاکرام

جواب کا طالب، غالب

نگاشتہ صبح پنجشنبہ نہم فروری سال حال ۱۲

[۱۸۶۰ء]

۱- صحیفہ، غالب نمبر، جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۹۲ پر سنہ نہیں ہے۔ لیکن غالب پہلی مرتبہ جنوری ۱۸۶۰ء میں رام پور آئے۔ اس لیے یہ خط ۹ فروری ۱۸۶۰ء ہی کا ہے۔ تقویم اور خطوط غالب کی رو سے جمعرات، ۹ فروری اسی سنہ کے مطابق ہے۔ فاضل

غـزلـیات

میں نے کہا کہ دعوئے الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

تاثیر آہ و زاریِ شب ہائے تار، جھوٹ
آوازۂ قبولِ دعائے سحر غلط

سوزِ جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ، افترا
شورِ فغاں سے جنبشِ دیوار و در غلط

ہاں، سینے سے نمایشِ داغ دروں دروغ
ہاں آنکھ سے تراوشِ خونِ جگر غلط

بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہیں
اظہارِ پاک بازی و ذوقِ نظر، غلط

لو صاحب! آفتاب کہاں اور ہم کہاں
غافل نہیں ہم، اس کو نہ سمجھیں اگر غلط

مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز پیش کشِ نامہ بر، غلط

پوچھو تو کوئی، مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
کہتے ہو، جان دی ہے سرِ رہ گزر غلط

ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اڑائی خبر غلط

آیت نہیں، حدیث نہیں جس کو مانیے
ہے نظم و نثرِ اہلِ سخن سر بسر غلط

یہ کچھ سنا جواب میں **ناظم** ستم کیا
کیوں یہ کہا کہ دعوئے الفت مگر غلط

دیگر

مٹی نہ وصل میں بھی کلفتِ زمانِ فراق
تمام رات کہی ہم نے داستانِ فراق
جہاں میں کیا نہیں ہوتی خزاں کے بعد بہار
بہارِ وصل نہ کیوں ہو پس از خزانِ فراق
خوشا حبیب و ادا ہائے دل ستانِ حبیب
بدا ، فراق و الم ہائے جاں ستانِ فراق

———

سپاس نامہ بخدمت ولیم کولڈ اسٹریم[1] صاحب بہادر

صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان ، علماء کے قدر افزا اور علم کے قدرداں ، خدا کی عبادت کرنے والے اور خلق پر مہربان ۔ جنات مستطاب ولیم کولڈ اسٹریم صاحب بہادر سے عرض کیا جاتا ہے کہ آج دہلی میں جو شخص حق گذار اور حق شناس ہے ، آپ کے تشریف لے جانے سے بہت غمگین اور اداس ہے ۔ آپ کے باعث سے اس شہر میں علم نے وہ رواج پایا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے دلی کو خطۂ یونان بنایا ۔ انبیاء کے معجزوں میں بڑا معجزہ ہے مردے کو جلانا ، مگر ہمارے نزدیک اس سے کم نہیں ہے جاہل کا عالم بنانا ۔ آپ نے جو ہر طرف ہزار در ہزار جاہل ، عالم بنا دیے ہیں ، گویا پنجاب احاطہ کے قلم رو میں جہاں تک نظر کام کرے ، مردے جلا دیے ہیں ۔ روح ، مربی جسم کی اور علم ، مربی عقل کا ہے ۔ دانش مند لوگ کیوں نہ جانیں کہ علم رتبے میں روح سے سوا ہے ۔

اب جس ملک میں تشریف لے جائیں گے ، جیسا یہاں والوں نے آپ سے فیض پایا ہے ، وہاں والے بھی فیض پائیں گے ۔ اور اگر دہلی کی سوسائٹی کے ممبروں کو اس ملک کے آدمیوں پر رشک آئے گا تو آخر بہ اتفاق ہمدگر یہ امر قرار پائے گا کہ نہیں ، حسد کی جگہ زنہار نہیں ، دریا کے پانی میں بخل درکار نہیں ، رواجِ علم مجموع ممالک میں دو چند ہونے دو ، جیسے تم کامیاب ہوئے ، اوروں کو بھی بہرہ مند ہونے دو ۔

۱۔ ولیم کولڈ اسٹریم ''دہلی سوسائٹی'' کے آنریری سکریٹری تھے ۔ ۱۸۶۵ء میں ان کا دہلی سے لاہور تبادلہ ہوگیا ۔ ''دہلی سوسائٹی'' نے ان کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں غالب کا یہ سپاس نامہ پیش ہوا ۔ (دیکھیے 'افکار' ، غالب نمبر ، صفحہ ۵۹) ۔

سپاس نامہ بہ نام ولیم کولڈ اسٹریم

قرۃ العین سجاد ابن حسین سلمہ اللہ تعالیٰ

خوبی دین و دنیا تمکو ارزانی تمہارے خط کی دیکھنے سے آنکھیں
روشن ہوگئیں دلکو چین آگیا چشم بد دور خط اچھا عبارت
اچھی اردو میں مطلب نویس اچھی ہو حق تعالیٰ تمکو عمر و
دولت عطا کرے اپنے والد ماجد کو سلام کہنا اپنے بہائی
مظفر میرزا کو دعا کہنا اکبر میرزا کو دعا کہنا زیادہ زیادہ
نجات کا طالب غالب ۱۵ مارچ سنہ ۱۸۶۵ روز چہار شنبہ

یہ عکس پہلی مرتبہ شریک اشاعت ہو رہا ہے

معہذا، یہ بات بھی دل نشین ہے اور ہم کو اس کا یقین ہے کہ ہمارے حضرت کہیں رہیں، ہم کو بھول نہ جائیں گے اور وہیں سے ہماری ترقی میں توجہ فرمائیں گے:

یا ربِ! اس سرورِ دلاور کو
اس خداوندِ بندۂ پرور کو
شاد و آباد و شاداں رکھیو!
اور ہم سب پہ مہرباں رکھیو!

[۲۸ جولائی سنہ ۱۸۶۵ع]

۱- خاتمے میں مرزا الٰہی بخش صدر انجمن کا نام ہے اور اس کے نیچے دستخط ہیں - مرزا الٰہی بخش کے علاوہ پچیس دستخط اردو میں اور اٹھارہ انگریزی میں ہیں - اردو کے دستخط یہ ہیں:

جیون لال آنریری مجسٹریٹ - غلام حیدر خاں - راجا سالک رام - مہیش داس آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی - نیاز پیوند نانک چند - محمد ضیاء الدین - غلام رضا - محمد حسین - عبدالقادر - راجہ دیبی سنگھ - محمد لطیف حسین - حکم چند - . . . . . . لعل - سالک رام شاہو دہلی - خدا بخش - محمد نصیر الدین - میر . . . خاں رسالہ دار - الفت حسین - دینا ناتھ - ولایت علی - محمد . . . . ھاص دہلی - نجات کا طالب غالب - بختاور سنگھ - کالے خاں - شام لعل - شیخ محبوب بخش آنریری مجسٹریٹ دہلی -

انگریزی دستخط: جی سی پی - جیمز اسمتھ - آئی سی ویٹلے - . . . ؟ - ڈبلیو اسکاٹ - شہاب الدین احمد - رام چندر - چندو لال - خواجہ؟ - ایچ؟ - رائٹ آنریبل اسکیٹ اسمتھ - چھناملل - رام کشن - شیخ محبوب بخش آنریری مجسٹریٹ - پنڈت گوپا سہائے اسسٹنٹ منیجر دلی اینڈ لنڈن بینک لمیٹڈ - ایشور؟ - سندھنا مل؟ اکاؤنٹنٹ دلی اینڈ لنڈن بینک لمیٹڈ - پیارے لال سکریٹری، دلی سوسائٹی - وزیر سنگھ - ڈبلیو ایچ بیلیو آنریری سکریٹری دلی سوسائٹی - کپور چند گپتا؟ کورنین -

کتابیات

بنیادی ماخذ :

۱۔ اردوے معلیٰ حصہ اول طبع اول :
اکمل المطابع دہلی جمعہ ۶ مارچ ۱۸۶۹ع

۲۔ اردوے معلیٰ حصہ اول و دوم طبع اول :
مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ع

۳۔ اردوے معلیٰ حصہ اول و دوم طبع اول :
مطبع فاروقی دہلی ۱۹۰۴ع بہ بعد

۴۔ اردوے معلیٰ مکمل طبع اول :
شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۲۳ع

۵۔ اردوے معلیٰ حصہ اول :
رام نرائن لعل ، الہ آباد ۱۹۵۲ع

۶۔ مکمل اردوے معلیٰ طبع اول :
مطبع مجیدی کان پور ۱۹۲۲ع

۷۔ خطوط غالب ، جلد اول ، مرتبہ مہیش پرشاد و حواشی ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی طبع اول :
ہندوستانی اکیڈیمی ، صوبہ متحدہ الہ آباد ۱۹۴۱ع

۸۔ خطوط غالب ، مرتبہ جناب غلام رسول صاحب مہر
طبع دوم : شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۶ع

۹۔ عود ہندی طبع اول : مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۸۶۸ع

۱۰۔ عود ہندی تصحیح و تحقیق مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی
طبع اول : مجلس ترقی ادب ، لاہور جون ۱۹۶۷ع

۱۱- انشائے اردو، تالیف ۱۸۶۷ء کریم الدین :
مطبع سرکاری، لاہور ۱۶ مارچ ۱۸۷۲ء
۱۲- مکاتیب غالب، امتیاز علی عرشی طبع اول :
مطبع قیمہ بمبئی ۱۹۳۷ء
۱۳- " " " " طبع ششم: رامپور ۱۹۴۹ء
۱۴- علی گڑھ میگزین غالب نمبر مختار الدین آرزو،
طبع اول : ۴۹، ۱۹۴۸ء
۱۵- نادرات غالب، تالیف آفاق حسین دہلوی طبع اول :
کراچی ۱۹۴۹ء
۱۶- غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم طبع اول :
دہلی فروری ۱۹۶۱ء
۱۷- مرقع ادب، حصہ دوم، صفدر مرزا پوری :
لکھنئو سنہ ؟
۱۸- اردوے معلیٰ، دہلی یونیورسٹی میگزین غالب نمبر
حصہ اول و دوم : ۱۹۶۰ء
۱۹- نقوش مکاتیب نمبر اور دوسرے نمبر : لاہور ۱۹۵۷ء

ثانوی ماخذ :

۱- اردوے معلیٰ مطبع مجتبائی کانپور سنہ ۱۹۲۲ء
۲- " " طبع رام نرائن لعل الہ آباد ۱۹۲۴ء
۳- " " طبع مبارک علی لاہور، ۱۹۲۶ء و ۱۹۳۰ء
۴- " " طبع فرمان علی لاہور سنہ ندارد
۵- " " طبع کلکتہ، اردو گائڈ ۱۸۸۳ء
۶- " " طبع لاہور اکیڈمی ؟
۷- " " طبع اکمل المطابع دہلی ۱۸۹۱ء
۸- " " طبع فاروقی دہلی دسمبر ۱۹۱۰ء

۹- اردوے معلیٰ ، طبع فاروقی دہلی ۱۸۹۶ع
۱۰- " " طبع الناظر پریس لکھنٔو سنہ ؟
۱۱- عود ہندی ، طبع نول کشور ۱۹۴۱ع و مئی ۱۸۸۷ع
۱۲- عود ہندی ، طبع مبارک علی لاہور سنہ ندارد
۱۳- نوادر غالب ، مختارالدین احمد آرزو :
علی گڑھ میگزین ۱۹۴۹ع
۱۴- آثار غالب ، قاضی عبدالودود صاحب :
علی گڑھ میگزین ۱۹۴۹ع

۱۵- خطوط غالب ، مرتبہ مہیش پرشاد :
طبع انوارالمطابع لکھنٔو سنہ ندارد
۱۶- خطوط غالب مالک رام (مہیش پرشاد) :
طبع انجمن ترقی اردو ہند ، ۱۹۶۶ع
۱۷- خطوط نمبر ، نقوش لاہور ،
طبع اپریل و مئی سنہ ۱۹۶۸ع

۱۸- ادبی خطوط غالب ، مرتبہ مرزا محمد عسکری :
طبع انوار بک ڈپو کراچی ۱۹۶۲ع ، لکھنٔو ۱۹۳۲ع
۱۹- رقعات غالب ، مرتبہ عبدالرحمان شوق امرتسری :
وزیر ہند پریس امرتسر ۱۹۱۴ع
۲۰- یادگار غالب ، حالی ، مرتبہ خلیل الرحمان داؤدی :
طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۶۳ع نیز طبع علی گڑھ
۲۱- غالب ، غلام رسول مہر طبع چہارم ۱۹۴۶ع
۲۲- غالب نامہ، محمد اکرام طبع دوم بمبئی ۱۹۳۹ع
۲۳- ذکر غالب ، مالک رام طبع سوم دہلی ۱۹۵۵ع
۲۴- کلیات نثر غالب ، فارسی طبع نول کشور ۱۸۷۱ع

۲۵- تلامذۂ غالب ، مالک رام :

طبع اول ہند سنہ ندارد [۱۹۵۷ع ؟]

۲۶- روح غالب، محی الدین زور، حیدر آباد دکن ، ۱۹۳۹ع

۲۷- فرہنگ غالب ، امتیاز علی عرشی ، رام پور ، ۱۹۴۷ع

۲۸- نادر خطوط غالب ، محمد اسماعیل رسا :

کاشانۂ ادب لکھنؤ ۱۹۳۹ع

۲۹- سبدچین ، مالک رام دہلی ۱۹۳۸ع

۳۰- دیوان غالب ، امتیاز علی خاں عرشی دہلی ۱۹۵۸ع

۳۱- غالب تاریخ کے آئینہ میں ، نظیر حسنین زیدی :

سکھر ۱۹۶۳ع

۳۲- حیات غالب ، شیخ محمد اکرام :

فیروز سنز ، لاہور طبع اول : سنہ ندارد

۳۳- کلیات غالب، نظم فارسی، ترتیب مرتضیٰ حسین فاضل

طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۶۷ع

۳۴- احوال غالب ، مختار الدین احمد علی گڑھ ۱۹۵۳ع

۳۵ حیات آشوب ۔ امداد صابری دہلی ۱۹۵۶ع

۳۶- دیوان فارسی ۔ طبع مطبع دارالسلام دہلی ۱۸۴۵ع

۳۷- کلیات غالب نظم فارسی :

(۱) " " طبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۲ع

(۲) " " " " " " ۱۸۸۳ع

(۳) " " " " " " ۱۸۹۳ع

(۴) " " " " " " ۱۹۲۵ع

۳۸- مثنوی ابر گہر بار :

طبع اکمل المطابع دہلی، ۱۸۶۳ع/۱۹۶۶ع طبع کراچی

۳۹- مقدمہ وابتدائیہ مثنوی ابر گہربار،
از مرتضیٰ حسین فاضل - تحسین سروری
اردو، کراچی جنوری ۱۹۶۶ع
۴۰- انتخاب غالب - تصحیح امتیاز علی خاں عرشی
طبع بمبئی ۱۹۴۲ع
۴۱- باغ دو در، طبع اورینٹل کالج میگزین لاہور -
۱۹۶۰ع و ۱۹۶۱ع
۴۲- متفرقات غالب، مسعود حسن ادیب، رامپور ۱۹۴۷ع
۴۳- سبد باغ دو در : تلخیص و حواشی امتیاز علی عرشی -
مشمولہ اردو، غالب نمبر، کراچی، مارچ ۱۹۶۹ع
۴۴- قاطع برہان، غالب، نول کشور لکھنئو ۱۸۶۳ع
۴۵- نکات و رقعات غالب، سراجی، دہلی ۱۸۶۸ع
۴۶- غالب، عبداللطیف، ترجمہ معین الدین حیدرآباد دکن
۴۷- مکاتیب الغالب، احسن مارہروی علی گڑھ ۱۹۳۶ع ؟
۴۸- قتیل اور غالب، اسد علی انوری دہلی ۱۹۳۹ع
۴۹- آب حیات، محمد حسین آزاد لاہور طبع دوازدہم
۵۰- خم خانۂ جاوید (تین جلدیں) سری رام، لاہور،
لکھنئو، دہلی -
۵۱- آثار الصنادید، سرسید احمد خاں، طبع لکھنئو ۱۹۰۰ع
۵۲- مقالات محمد حسین آزاد، آغا محمد باقر :
مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۶۶ع

۵۳- تذکرۂ علمائے ہند ، رحمان علی لکھنؤ ۱۸۹۴ء
۵۴- صنادید عجم ، مہدی حسن الہ آباد ۱۹۴۱ء
۵۵- محرق قاطع برہان ، سعادت علی دہلی ۱۲۸۰ھ
۵۶- ساطع برہان ۔ دہلی ۱۲۸۰ھ
۵۷- قاطع القاطع ، امین الدین دہلی ۱۸۶۴ء
۵۸- نکات غالب ، نظامی بدایونی بدایوں ۱۹۲۷ء
۵۹- غالب کے لطیفے ، انتظام اللہ شہابی دہلی ۱۹۴۷ء
۶۰- غالب نام آورم ، نادم سیتا پوری لکھنؤ ۱۹۶۱ء
۶۱- مرزا غالب کی شوخیاں ، عبدالباری ، آسی
لکھنؤ ۱۹۶۵ء
۶۲- قاموس المشاہیر ، نظامی بدایونی ، بدایوں ۱۹۲۶ء
۶۳- آئینہ غالب ، ادارۂ آج کل دہلی ۱۹۶۴ء
۶۴- مقدمہ رسوم ہند ، خلیل الرحمان داؤدی
مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۶۱ء
۶۵- فغان بے خبر ، الہ آباد تالیف امیرالدین احمد : ۱۳۰۹ء
۶۶- خونابہ جگر، تالیف امیر الدین احمد نامور پریس
۶۷- صوبہ شمالی مغربی کے اخبارات و مطبوعات ،
محمد عتیق صدیقی : علی گڑھ ۱۹۶۲ء
۶۸- صحافت پاکستان و ہند میں ، عبدالسلام خورشید :
مجلس ترقی ادب ، لاہور ۱۹۶۳ء
۶۹- انشائے بہار بے خزاں، غلام امام شہید، لکھنؤ ۱۹۱۱ء
۷۰- انشائے سرور، مرزا احمد علی ،کان پور لکھنؤ ۱۹۱۶ء
۷۱- خطبات گارساں دتاسی ، (ترجمہ) اورنگ آباد ۱۹۳۵ء

۷۲- جنتری پنجاه ساله مع ضمیمه، صفی الدین
حیدر آباد دکن ۱۸۹۷ء
۷۳- تقویم تاریخی، عبدالقدوس ہاشمی، کراچی ۱۹۶۵ء
۷۴- تقویم ہجری و عیسوی، ابوالنصر محمد خالدی
کراچی ۱۹۵۲ء
۷۵- تاریخ بنارس - محمد رفیع عالی، ایڈیشن ۱۸۹۰ء

(متعدد مآخذ کا ذکر حواشی میں ہے)

اشاریہ

ابیات

ا

پ

ت

ج

چ

ش

ص

ض

ط

ع

غ

گ

ل

م

ن

و

ہ

ی

اسماء و اعلام

ب

چ

ح

ز

س

ش

غ

ف

ق

ک

ن

و

ی

اماکن و مقامات

ڈ

ر

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

کتب و مجلات

ن

متفرقات

توضیحات

صفحہ ۱۱۳ :

مولوی نجف علی کے احوال میں اضافہ کیجیے :

مولوی صاحب کی تالیف ''نظم مناقب'' کا ایک خطی نسخہ مجموعہ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے - یہ رسالہ منظوم نواب افضل الدولہ مختار الملک بہادر کے لیے لکھا گیا ہے - فارسی میں ائمہ اہل بیت[4] کی مدح کی گئی ہے جسے ۱۲۸۳ھ میں نظم کیا ہے - فہرست نگار نے لکھا ہے کہ مؤلف کے فرزند ، نذیر حسن سحا اور امیر حسن سہا داغ کے شاگرد تھے - اور صاحب زادی کا دیوان مطبوعہ ، انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں موجود ہے -

صفحہ ۲۰۸ سطر ۸ :

تذکرۂ شعرائے ہند ، مؤلفہ رٹی گن کا نام غالباً ''مظہرالعجائب'' تھا - مسلم ضیائی نے اس تذکرے پر گفتگو کے ذیل میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے :

۱ - 'مظہر الحق' کے بجائے 'مظہر حق' صحیح ہے جو تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۳ھ نکلتے ہیں - لیکن غالب انہیں مظہر الحق ہی لکھتے تھے - ضیائی صاحب کہتے ہیں : ''دیوان ظہور میں صرف ایک مقام پر نظم میں مظہر الحق ہے ورنہ مظہر حق ہی ہے -''

۲ - مظہر الحق کے بعد انوارالحق نے اس تذکرے میں اضافہ کیا اور مظہر العجائب ، دو ہزار شاعروں کے حالات و کلام پر مشتمل تھا جو ضائع ہو گیا -

یہ تذکرہ رٹی گن ، غالب ، مظہر الحق اور انوار الحق کی مشترکہ کوششوں سے مکمل ہوا تھا - (العلم ، کراچی ، غالب نمبر ، ۱۹۶۹ع) -

صفحہ ۲۶۸ :

بہادر شاہ کا سکہ حافظ غلام رسول ویران نے کہا تھا اور غدر سے

اس کا کوئی تعلق نہیں - غدر کے سلسلے میں گوری شنکر جاسوس نے انگریزوں کو خفیہ اطلاع دی تھی کہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۷ع کو جب بہادر شاہ نے دربار کیا تو غالب نے سکہ پیش کیا :

بہ زر زد سکۂ کشور ستانی سراج الدین بہادر شاہ ثانی

(ذکر غالب ، طبع چہارم ، صفحہ ۱۳۲)

صفحہ ۳۱۸ سطر ۲۴ :

حکیم میر اشرف اور غالب کے تعارف و تعلق کی تاریخ کے لیے دیکھیے خط نمبر ۱۸۰ صفحہ ۳۲۸ ، اردوے معلیٰ طبع ، زیر نظر نیز صفحہ ۳۳۲ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۴۴ ، ۳۴۹ ، ۳۵۴ ، ۳۵۹ وغیرہ -

صفحہ ۴۱۱ سطر ۱۷ :

اردوے معلیٰ طبع اول میں ''مجھے کیوں شرمندہ کیا الخ'' پہلے خط کا تتمہ ہے - لیکن درحقیقت یہ مستقل رقعہ ہے جیسا کہ مہیش پرشاد صاحب کے مجموعے میں ہے - میں نے ''۲۲۵ ایضاً'' اور (۱۰) کا اضافہ کیا اور پہلے خط سے اسے جدا کر کے لکھا ہے -

صفحہ ۴۲۷ :

عزیز الدین ابن اساس الدین (مولود ۱۷ صفر ۱۲۴۴ھ ، متوفی ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ) کے بھائی حکیم سعید الدین کامل غدر کے دنوں رام پور میں تھے- جب غدر فرو ہوا اور مالکان املاک کی چھان بین شروع ہوئی تو تحقیقات کرنے والے انگریز افسر نے کہا کہ فتوائے جہاد میں سعیدالدین کا بھی نام ہے ، اس لیے سعید الدین کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیے - غریب سعید الدین کی زندگی خطرے میں پڑی تو ایک محضر تیار کیا گیا جس میں معززین شہر نے تصدیق کی کہ حکیم صاحب اُن دنوں رام پور میں تھے اور نواب صاحب رام پور نے لکھا کہ سعیدالدین حکومت کے وفادار تھے- یہ خط اسی سلسلے سے متعلق ہے- (اردو ، سہ ماہی ، کراچی غالب نمبر ۲ صفحہ ۱۶۲) -

صفحہ ۴۳۳ :
حکیم غلام نجف خاں کی ولادت ۲۴ شعبان ۱۲۲۴ھ مطابق ۵ اکتوبر ۱۸۰۹ع اور تاریخ وفات ۱۸۸۹ع ہے -
(حکیم محمود احمد برکاتی : حکیم غلام نجف خاں ... العلم ، کراچی غالب نمبر ، صفحہ ۴۶۸ بیعد) -

صفحہ ۴۵۹ :
حکیم ظہیرالدین بن حکیم غلام نجف خاں ۳۷ - ۱۸۴۰ع میں پیدا ہوئے - ۱۸۶۵ع میں ان کی پہلی شادی ہوئی اور ان کی اہلیہ سے رضی‌الدین خاں کی ولادت ہوئی - ۱۸۷۴ع میں دوسرا عقد کیا جس سے ریاض‌الدین پیدا ہوئے مگر وہ بچپنے میں مر گئے - (العلم ، غالب نمبر صفحہ ۴۷۵)

صفحہ ۴۵۹ :
مرزا تفضل حسین خاں حکیم ظہیرالدین کے بہنوئی تھے -
(العلم ، غالب نمبر ، صفحہ ۴۷۶)

صفحہ ۴۶۵ :
خط نمبر ۲۶۵ اور صفحہ ۴۸۳ کے خط نمبر ۲۷۸ و ۲۷۹ درحقیقت حکیم احمد حسن صاحب کے نام ہیں - لیکن مرتب اردوے معلیٰ طبع اول اور خود غالب نے ابراہیم علی خاں کے سلسلے میں اتفاقاً درج کر دیے ہیں -

صفحہ ۵۲۵ سطر ۵ :
''سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے'' - اردوے معلیٰ طبع اول کی اس عبارت کو مہیش پرشاد نے صحیح لکھا ہے :''سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے -''

صفحہ ۵۷۹ سطر ۹ :
''غالب کی شکایت کی تھی''- مہیش پرشاد کے مجموعۂ خطوط غالب کے برخلاف اردوے معلیٰ طبع اول میں ہے :''غالب کی شکایت کی تھی -'' صحیح ''شفاعت'' ہے جس کے لیے دیکھیے اردوے معلیٰ نسخۂ زیر نظر صفحہ ۵۹۶ -

صفحہ ۷٦٦ :

''جز دفع غم زیادہ نبودست کام ما''اردوے معلی طبع اول میں''زیادہ'' خطوط غالب مہیش پرشاد میں ''ز بادہ'' ہے۔

صفحہ ۸۳٦ :

جواہر سنگھ جوہر کی تاریخ وفات کے بارے میں جناب وزیرالحسن صاحب عابدی کے مملوکہ نسخہ' گلستان سخن کے حاشیے پر تحریر ہے :

''منشی جواہر سنگھ جوہر صاحب مرحوم مغفور ، قوم کھتری ساکن گندھی گلی خلف الرشید رائے چھجمل...غدر کے بعد دہلی میں تحصیل دار کے بعد پنشن یاب رہے - ۱۸٦۹ع میں سفر آخرت اختیار کیا ۔

(اردو ، کراچی غالب نمبر ۲ ، صفحہ ۲۳۵)

صفحہ ۱۱۴۴ :

کولڈ اسٹریم کے سلسلے میں ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' جلد اول (طبع مجلس ترقی ادب) کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۵ع میں کولڈ اسٹریم لندن میں تھے اور ''ولنکنزان'' کے ماسٹر آف دی بنچ تھے ۔ (کتاب مذکور ، صفحہ ۳٦) ۔

تصحیحات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۷	شکوہ آباد	بلند شہر (پھاسو ضلع بلند شہر کا پرگنہ ہے)
۳	۱۵	صفحہ ۳۹۸	صفحہ ۳۹۹
۳	۱۶	۱۸۹۷ع	۱۷۹۷ع
۲۳	۳	اس کے اس میں اور	اس کے اس ہیں ہیں اور
۳۰	۷	خطوط کے برعکس	خطوط کے عکس
۳۰	۱۷	سرخوش کے	سرخوش نے
۳۱	۲۳	۸۹ کمیاب خط	۹۱ کمیاب خط
۳۲	۶	خوصاً زبان	خصوصاً زبان
۵۶	۵	جشن و دبستان	جشن دبستان
۵۷	۱۹	(صفحہ ۱۱)	صفحہ ۱۰
۵۹	۱۸	۳ مئی ۱۸۶۵ع صحیح	۳۱ مئی ۱۹۶۵ع صحیح
۶۳	۵	اگر باز پرس ہوئی	اور اگر باز پرس ہوئی
۷۱	۳	ٹوپیان منگوائیں	ٹوپیاں منگائیں
۷۲	۲	مہربانی ہے حق	مہربانی ، حق
۷۵	۲	اپنا مفصل حال	اپنا حال مفصل
۸۹	۱۳	اور تم سے منگاؤں	اور کیا تم سے منگاؤں
۱۰۳	۳	سات سو روپیہ ذات کا	سات سو روپیہ درماہہ ، ذات کا
۱۰۴	۲	میں سطر کٹ گئی	میں ایک سطر کٹ گئی
۱۰۴	۷	دستخط پہچان کر	دستخط کو پہچان کر
۱۲۱	۱۱	ہرگوپال نرائن	ہرگوپال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۱۰	ان پاس	ان کے پاس
۱۲۵	۳	ان کو جو	ان کی جو
۱۲۵	۲۱	بارہ اپریل چھپا	بارہ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء چھپا
۱۳۰	۲۱	سوم ستمبر	سویم ستمبر
۱۳۴	۲۰	۱۸۶۲ء	۱۸۶۰ء
۱۳۵	۶	حاتم علی	حاتم علی صاحب
۱۳۵	۸	جواب لکھو	جواب جلد لکھو
۱۳۶	۱۰	اور نکالو لیکن خیال میں رہے	اور طرح نکالو۔ لیکن یہ خیال میں رہے
۱۴۵	۵	بھرت پور کے	بھرت پور سے
۱۶۲	۵	اس دن میں	اس دس دن میں
۱۶۳	۱۵	پہلوتہی کی	پہلوتہی کیا
۱۶۳	۱۸	تو یہ مدعائے	تو یہ تو مدعائے
۱۸۴	۱۷	اور تعجب کی بات	اور زیادہ تعجب کی بات
۱۸۶	۱۹	بھائی قاسم علی	بھائی! میر قاسم علی
۱۹۰	۹	یقین ہے پہنچ	یقین ہے کہ پہنچ
۱۹۱	۶	کو معلوم نہیں	کو نہیں معلوم
۱۹۱	۸	کہ کول بھیجوں	کہ خط کول بھیجوں
۱۹۳	۱۱	کے پاس بھیج دینا	کے پاس اندور بھیج دینا
۱۹۴	۲	ارزن گردد	ارزن ارزد
۱۹۴	۱۳	فقیر کو فقیر کا	فقیر کو حقیر کا
۲۰۳	۱	اور ان کا کہا ہوا	اور اگر ان کا کہا ہوا
۲۰۴	۵	سعی سے دریغ نہ کرنا	سعی دریغ نہ کرنا
۲۳۲	۲	انھوں نے کہا	انھوں نے لکھا
۲۳۴	۱۶	تو ہمارے دوست	تو ہمارے تمھارے دوست
۲۴۲	۱۹	کتاب پر نہ	کتاب پر بھی نہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۴	۴	اور جسن خط دیکھ کر	اور خط کا حسن دیکھ کر
۲۵۳	۷	ناساز گاری	ناسازی
۲۶۰	۷	ربیع الثانی کی بیسویں	ربیع الثانی کی چوبیسویں
۲۶۱	۱	آگے حضرت کی	آگے حضرت صاحب کی
۲۶۷	۱	نہیں کر سکتا	مدد نہیں کر سکتا
۲۶۹	۶	منگوا بھیجیے	منگوا کر بھیجیے
۲۸۱	۱۲	ژرف گاہے	ژرف نگاہے
۲۸۲	۶	انگریز[ی]	انگریزی
۲۸۲	۷	عود ہندی انگریزی اردوے معلی انگریزی اردوے معلی انگریز	عود ہندی انگریز
۲۸۹	۱۶	خط بہ دستور آپ کے	وہ خط بہ دستور آپ کے
۲۸۹	۱۷	ارولی کاغذ	ارولی سفید کاغذ
۲۹۴	۱	شیوۂ خاص مبدع	شیوۂ خاص کا مبدع
۳۰۹	۱۳	کلیات سی	کلیات فارسی
۳۰۹	۱۵	۱۲۵۴ھ	۱۲۷۴ھ
۳۰۵	۳	بس اتنا ہی دم	بس اب اتنا ہی دم
۳۲۶	۹	ملنے کو بھی نہیں آئے	ملنے کو بھی تو نہیں آئے
۳۲۷	۲	جی ان کو	جی ان کے
۳۲۷	۱۰	اور اس کا احوال	اور ان کا احوال
۳۸۸	۲	صاحب سیکرٹری	صاحب سکرٹر
۳۵۴	۲	قلم و دوات	قلم دوات
۳۵۴	۷	کرو کہ تم نے	کرو ، تم نے
۳۶۴	۱۴	الک واقعی	الک صاحب مر گیا واقعی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶۶	۶	زوائد کو راو وقت	زوائد کو اور وقت
۳۶۸	۸	یقین ہے امی	یقین ہے کہ امی
۳۷۰	۴	اپنا ہم عرف	اپنا عرف
۳۷۰	۱۸	صاحب یہ بھی فرماتے	صاحب بھی یہی فرماتے
۳۷۱	۱۲	بہرحال جو کچھ	بہرحال کچھ
۳۷۳	۴	میں بجار جاؤں	میں بھی بجار جاؤں
۳۷۴	۱۴	پھر پار	ہر یار
۳۸۴	۶	حسین مرزا بھی	حسین مرزا صاحب بھی
۳۸۵	۷	آج پانچ ہزار چھپ	آج پانچ ہزار ٹکٹ چھپ
۳۸۸	۱	یہ پیغام	یہ پیام
پشت سرورق		۹۶۹۱ع	۱۹۶۹ع
۴۳۴	۱۴	کی طرف بنام	کی طرف سے بنام
۴۳۵	۱۵	ان سے کہہ دو	ان سے یہ کہہ دو
۴۴۰	۷	تقصیر ہوئی؟	تقصیر ہوئی ہے؟
۴۴۴	۱۷	کثیرلااحباب	کثیرالاحباب
۴۵۰	۱۲	کار پردازا سرکار	کار پردازان سرکار
۴۶۳	۱۸	برنج مفقود	برنج مفقود محض
۴۷۲	۱	سید حمد حسن	سید احمد حسن
۴۸۸	۱۹	لطیفہ ہے، عود ہندی	لطیفہ ہے، اردو میں ندارد عود ہندی
۴۹۵	۱۲	ہم تم کو بھی	ہم تم دونوں کو بھی
۵۰۳	۱۲	ملکہ	ملکھا
۵۰۳	۲۲	ہونا چاہیے تھا	ہونا چاہیے تھا، جیسا کہ اردوے معلی کی طباعت کے وقت کیا گیا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۹	۷	چپ ہو رہتا ہے	چپ رہنا ہے
۵۲۵	۵	امتیاز کیا رہے	امتیاز کیا ہے
۵۲۸	۱۴	میم صاحب اور بچوں	میم اور بچوں
۵۳۷	۴	خط اگر دونوں	خط دونوں اگر
۵۵۷	۲	میں اس کے سامنے	اس کے سامنے
۵۵۸	۷	تعریف کی نثر	کی تعریف کی نثر
۵۵۹	۱۵	آیا ہوں بہرحال	آیا ہوں ، ہوں - بہرحال
۵۶۱	۱۷	خرفات متن میں	خرافات متن میں
۵۶۳	۹	گھوڑوں پر پہلے	گھوڑوں پر سوار پہلے
۵۷۰	۴	مرحم درکار	مرہم درکار
۵۸۰	۶	لاتا ہوں	لانے والا ہوں
۵۸۸	۴	کی رو کو	کی رد کو
۵۹۲	۱۲	مرزا صاحب	مرزا صائب
۵۹۷	۱۵	پاس آیا ہے	پاس آیا
۵۹۸	۱۰	زیادہ ، حد آداب	زیادہ ، حد ادب
۶۰۴	۱۳	قصد ، بائیس	فصد ، بائیس
۶۰۴	۱۶	اس کو زائل نہ کر سکیں	اس کو زائل کر سکیں
۶۰۴	۲۵	....	۴- اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۳۱۵
۶۰۵	۱۴	اردوے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۳۱۵	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۰۹	۱۸	غالب ، میرن صاحب . . . . تا . . . میرن صاحب تھی	یہ ڈھائی سطریں حذف کر دیجیے
۶۲۴	۲	دوالی تعطیل ہوچکی	دوالی کی تعطیل ہوچکی
۶۲۴	۱۱	دسترس کو تم بھی	دسترس کو تو تم بھی
۶۲۴	۱۴	کچھ سچے کچھ جھوٹ	کچھ سچ کچھ جھوٹ
۶۲۶	۱۹	مگر جو کچھ واقع	مگر خیر جو کچھ واقع
۶۵۲	۱۱	مظفر حسین خاں	مظفر حسین خاں صاحب
۶۵۵	۱۴	غرض دستگاہ	عرضِ دستگاہ
۶۵۶	۱۳	حسین میرزا	حسین مرزا صاحب
۶۵۸	۹	ہم نے تو عوض	ہم نے تم کو عوض
۶۶۳	۸	کہ فن تاریخ کو	کہ میں فن تاریخ کو
۶۷۳	۳	کیٹھم	کنتیٹھم
۶۷۸	۲۳	۲- مہیش چیف ندارد	۲- اردو چیف ندارد
۶۸۷	۶	کچھ تدبیر کرو	کچھ تبرید کرو
۶۹۳	۱۰	میری ہو مصرع	میری ہو
۶۹۳	۲۲	۱۸۲۹ء	۱۸۵۹ء
۶۹۴	۱۸	جی چاہتا ہے	جی چاہے
۶۹۷	۱۱	کسی سبب سے	کس سبب سے
۶۹۷	۱۶	نے جو لکھا اور وہ	نے لکھا اور وہ
۶۹۸	۲	آج آ گیا ہم فلک	آج آ گیا ہے - ہم فلک
۷۰۰	۱۵	اس کا جواب بھی	اس کا بھی جواب
۷۰۱	۲	ولایت عرضی	ولایت کی عرضی
۷۰۱	۷	گونر	گورنر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۰۷	۲	کہہ دینا	کہنا
۷۱۳	۱۹	میر نیاز علی	مولوی میر نیاز علی
۷۳۲	۵	اردو غزل	غزل اردو
۷۳۵	٦	اور دوسری	اور ایک
۷۵۴	۲۳	وقت ٦ بجے	وقت صبح ٦ بجے
۷۵٦	۸	'خسرو خسروانی'	'خسرو خسرانی'
۷۵٦	۹	'خسرو خسروان'	'خسرو خسران'
۷۵۹	۱۹	غلام حسن خاں مسرور	غلام حسین خاں مسرور
۷٦۰	۲	تیماردار	بیماردار
۷٦۲	۱۱	ترکیب سے نالائق	ترکیب سے لفظ نالائق
۷٦۵	۲	اچھی طرح کہوں گا	اچھی کہوں گا
۷٦٦	۳	یہ غزل معروف ہے	یہ غزل معروض ہے
۷۷۴	۵	زدہ دل کو	زدہ ، دل مردہ کو
۷۷۵	۱۸	غالب	×
۷۸۱	۱	ہو کہ	ہوا کہ
۷۹۰	۱٦	گر ز عیاریش	کہ ز عیاریش
۷۹۴	۹	۸٦۲ع	۱۸٦۲ع
۷۹۷	۷	نواب ، علاءالدین	نواب صاحب ، علاءالدین
۸۰۸	۲	دم بھرنا	دم بھرتا
۸۱۷	٦	یہ ایک	ایک یہ
۸۲۲	۹	عادی	مادی
۸۲۲	۱۱	کچھ نہ تجویز	کچھ تجویز نہ
۸۳۹	۹	سے نہ کہوں گا	سے کچھ نہ کہوں گا
۸٦۴	٦	زاں	ازاں
۸۹۴	۱٦	بے معنی صحیح	بہ معنی ، معنی آفرین
۸۹۴	۲۰	کیوں کر نہ مانیں	کیوں کر مانیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		۹۹۸	۸۹۸
		۹۹۹	۸۹۹
۹۰۴	۱۰	تالیف سے	تاثیر سے
۹۰۶	۳	سیئب کا بھرتا	نیب کا بھرتا
۹۰۷	۱۴	آرام روحانی	آلام روحانی
۹۰۸	۱۰	اس مدح اور ممدوح	اس مدح اور اس ممدوح
۹۰۹	۹	تلاش کا مداح پایا ہے	تلاش کا مداح پایا -
۹۱۰	۵	جیسی اچھی	جیسے اچھی
۹۲۴	۲۳	ترسیدست	رسیدست
۹۳۰	۵	معتقد ہو گئے	معتقد ہوے
۹۳۲	۲	چوسنے کا	چومنے کا
۹۳۶	۱۵	الف دیتا ہوا	الف دبتا ہوا
۹۳۹	۳	فارسی ہے اور صدا	فارسی ہے بمعنی آواز اور صدا
۹۵۰	۱۶	دہن آموز	دہن آز
۱۰۵۳	۶	۱۲۸۷ھ	۱۲۷۸ھ
۱۰۵۴	۲	غلام حسین	غلام حسنین
۱۰۵۵	۴	۱۲۷۲ھ	۱۲۷۸ھ
۱۰۶۳	۱۵	نامطوعہ	نامطبوعہ
۱۰۶۳	۱۶	پہنچ جیئے	پہنچ جائے
۱۰۶۵	۳	داد پیشۂ داور	داد پیشہ داور
۱۰۶۵	۷	نشان نہ درم	نشان نہ دارم
۱۰۶۶	۱۲	بادافراہ ، نکوہش	بادافراہِ نکوہش
۱۰۸۸	۱۰	ماہ نیم طلوع کرتا ہے	ماہ نیم ماہ طلوع کرتا ہے
۱۰۹۰		سرداروں میں سے	سرداروں میں
۱۱۱۵	۳	آبان و آذر	آبان و آذار
۱۱۲۳	۱	ورگز ممیر	و ہرگز ممیر